اللہ تعالیٰ کی محبت میں تڑپا دینے والی باتیں

نیز مسنون دعاؤں کی حکمت وبصیرت پر مبنی عالمانہ وعارفانہ تشریح

از افادات

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانحی خاکہ اور خدمات

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے قلم سے

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی محبت میں
تڑپا دینے والی باتیں

01-2018

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ
الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

ہدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب ....

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنائیے

اللہ تعالیٰ
کی محبت میں
تڑپا دینے والی باتیں

از افادات

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب حاصل کرنے کے ذرائع
قرآن وحدیث کے نکات ولطائف
نیز مسنون دعاؤں کی حکمت وبصیرت پر مبنی عالمانہ وعارفانہ تشریح

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے قلم سے
حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ کا مختصر سوانحی خاکہ اور خدمات

جمع و ترتیب
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

اللہ تعالیٰ
کی محبت میں
تڑپا دینے والی باتیں

تاریخ اشاعت............. ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ
ناشر............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

انتباہ

قانونی مشیر
محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان
مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ علمیہ...............اکوڑہ خٹک......پشاور — مکتبہ رشیدیہ.......سرکی روڈ.......کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید.....راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص.....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

پہلے مجھے پڑھیے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِحَضۡرَۃِ الۡجَلَالَۃِ وَالنَّعۡتُ لِخَاتَمِ الرِّسَالَۃِ

امابعد! ایمانی زندگی میں اعمال صالحہ جس قدر ضروری ہیں اتنے ہی اعمال قبیحہ اور ظاہری وباطنی گناہوں سے بچنے کی ضرورت ہے، اعمال صالحہ کی بجاآوری کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت بنیاد ہے تو گناہوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کی ضرورت ہے۔ اہل مشائخ فرماتے ہیں کہ قلب مؤمن میں محبت خداوندی بھی موجزن ہو اور خوف وخشیت کا بھی ہونا ضروری ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مؤمن کے لیے جوانی میں خوف وخشیت کا غلبہ ہو تو بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کی محبت ورحمت کا غلبہ ہوتا کہ احساس خوف جوانی میں گناہوں سے بچائے رکھے اور بڑھاپے میں محبت خداوندی سامان تسکین ہو اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا جذبہ کارفرما ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت دین اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر اور اس کے اسماء مبارکہ کی تشریح وتفصیل دیکھی جائے اور اس کائنات ہست و بود میں پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وجود کے دلائل میں غور وفکر کیا جائے، خود انسان کے وجود میں موجود کمالات اور صانع حقیقی کی کاریگری دیکھی جائے تو بے اختیار انسان پکار اُٹھے۔ ”فتبارک اللہ احسن الخالقین“

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ مسلسل چالیس برس اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت ومعرفت پر بیسیوں مواعظ ارشاد فرمائے۔ ایک مرتبہ

خیال آیا کہ کیوں نہ اللہ تعالیٰ کے غضب وجلال، عذاب اور جہنم پر ترہیب کے طور پر وعظ کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ اس خیال کے بعد رات کو سوئے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میری رحمت ختم ہوگئی ہے کہ عذاب کو موضوع وعظ بنانے کا سوچ رہے ہو۔ اس خواب کے بعد حسب دستور اللہ تعالیٰ کی محبت رحمت اور معرفت پر وعظ فرمانے لگے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت وہ بنیادی چیز ہے کہ انسان کی تخلیق سے قبل جب کائنات بنائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے منشور کے طور پر جو اوّلین نکتہ اُٹھایا وہ "وسعت رحمتی کل شیء" تھا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی رحمت میں چھپالی جائے گی۔ اسی رحمت کا ایک حصہ یہ تھا کہ انسان کی دینی، دُنیاوی، ابدی کامیابی کی یاددہانی کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اسی رحمت ومحبت کے پیش نظر آسمانی کتب وصحیفے نازل فرمائے۔ اسی رحمت کے پیش نظر منکرین نبوت کو دُنیا ہی میں عذاب کا مزہ چکھایا تاکہ اہل ایمان کو عبرت ہو اور وہ بارگاہِ خداوندی میں مجسمہ شکر بن جائیں۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بن کر مبعوث ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت و رحمت کا جو کچھ حصہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کو عطا فرمایا۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم الامم (آخری اُمت) کے لیے اس رحمت کی سیل لگادی اور دین اسلام کے احکامات میں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ومحبت اور معرفت دکھائی دیتی ہے۔

ہمارے اسلاف واکابر نے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت کا درس دیا اور مخلوق کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی مساعی جمیلہ سرانجام دیں۔ آج دُنیا میں جہاں بھی اسلام کا پیغام پہنچ رہا ہے، اس میں بھی حضرات مبلغین اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور اس کے کمالات اور قدرت کو بیان فرما کر لوگوں کے اذہان وقلوب کو اللہ تعالیٰ کے آخری دین، دین اسلام کی طرف راغب کر رہے ہیں۔

ہمارے اس دور میں مشائخ عظام میں سے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ سلسلہ اشرفیہ کے فیض یافتہ اس مرد قلندر نے بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے طالبانِ حق کو اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور رحمت کے جام پلائے۔ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا نشہ ایسا عجیب ہے کہ

یہ وہ نشہ نہیں جسے تلخی اُتار دے

حضرت موصوف رحمہ اللہ کے مواعظ، مجالس اور ملفوظات کا محور محبت خداوندی ہی ہے کہ بندہ کسی لمحہ بھی ایسے مہربان اور شفیق رب کو کسی ظاہری یا باطنی نافرمانی کر کے ناراض نہ کرے، بلکہ اعمال صالحہ اور ترک معاصی کے ذریعے قرب و خداوندی کی منازل طے کر کے اللہ تعالیٰ کی ولایت کے مقام پر فائز ہو جائے۔ نیز فرماتے جس طرح صحبت اہل اللہ ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ولایت وقرب کو حاصل کرنا بھی فرض کے درجہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف رحمہ اللہ کو علم وعمل سے آراستہ فرمایا تھا اور آپ کے مواعظ دلوں کی دُنیا میں خوشگوار انقلاب کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں آپ کو دُنیا کے بیشتر ممالک میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر ملک کی سعید روحوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ آپ جہاں بھی تشریف لے گئے خود اپنے اس شعر کی شرح ہو گئے:

اِک قلبِ شکستہ کے اور آہ و فغاں کیساتھ میں چل رہا ہوں مشعلِ سنت لیے ہوئے

1998ء میں آپ نے جنوبی افریقہ کا آٹھواں سفر فرمایا۔ اس سفر کے دوران جو مجالس ہوئیں اور جو ملفوظات ارشاد فرمائے گئے وہ سب ''آفتاب نسبت مع اللہ'' نامی ضخیم کتاب میں شائع ہو چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''اللہ تعالیٰ کی محبت میں تڑپا دینے والی باتیں'' مذکورہ سفر کی مجالس اور ارشادات سے منتخب فرمودہ ہے جس کے حصہ اوّل میں محبت خدا

وندی کے متعلق مضامین ہیں جب کہ حصہ دوم میں قرآن وحدیث کے علمی لطائف اور مسنون دُعاؤں کی عالمانہ وعارفانہ تشریح ہے۔ اس جدید انتخاب میں حضرت رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے محترم ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب مدظلہ اور محترم فیروز میمن صاحب مدظلہ کا تعاون وتوجہ شامل حال رہی۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کے اس تعاون کو نہ صرف قبول فرمائے بلکہ اس میں استمرار ودوام کی شکل پیدا فرمادے اور اس جدید کاوش کو حضرت رحمہ اللہ کے لیے حسنات جاریہ کے طور پر قبول فرما کر ہم اخلاف کو اپنے اسلاف کے نقوش ہائے قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے دلوں میں محبت خدا وندی کو اُجاگر فرمادے۔ آمین

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ

بمطابق جنوری 2015ء

صاحب کتاب

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

کا مختصر تعارف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے قلم سے

حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی اس وقت سالکانِ طریقت کے لیے ایک عظیم چشمۂ فیض تھی جس کے آبِ حیات سے بے شمار انسانوں کو نئی زندگی ملی، اور نہ جانے کتنے خاندانوں میں وہ حسین انقلاب برپا ہوا جس سے ضمیر کو سکون، نظر کو آسودگی اور دِل کو تعلق مع اللہ اور یقین و معرفت کا قرار حاصل ہوتا ہے۔

مجھے سب سے پہلے اُن کی زیارت اور ملاقات کا شرف ۱۹۶۰ء میں اُس وقت حاصل ہوا جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمہ اللہ پاکستان تشریف لائے۔ ہمارے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ جب بھی اپنی مصروفیات سے کچھ وقت نکال سکتے اُن کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ ہم بھائیوں کو بھی لے جاتے تھے، اس وقت حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ پر ایک اِستغراق کا سا عالم طاری رہتا تھا اور اگرچہ اُن کی مجلس میں شرکت کے لیے علماء اور دوسرے مسلمان دور دور سے آتے تھے۔

لیکن وہ مجلس سے خود خطاب نہیں فرماتے تھے، اُس وقت عموماً حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کی گزشتہ مجلسوں کے بیانات اور ملفوظات ہی مجلس میں سنائے جاتے تھے۔ سنانے والے ایک صاحب نہایت وجیہ شکلیل اور فصیح وبلیغ نوجوان تھے جنہوں نے حضرت پھول پوریؒ کے بیانات نہایت موثر اور عام فہم انداز میں اپنے پاس ضبط کیے ہوئے تھے اور مجلس میں اُنہی کو بڑے واضح اور خوش گوار لہجے میں سناتے تھے۔ مجلس کے بعد پتہ چلا کہ یہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ہیں جو حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کے مصاحب خاص ہیں، اس طرح اُن سے ملاقات اور تعارف کا شرف حاصل ہوا بعد میں جب کبھی حاضری ہوتی وہ ہمیشہ اپنے متبسم چہرے کے ساتھ ملتے اور اُن کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی بے تکلف مجلسیں بھی ہوتیں وہ بزرگوں کی باتیں سناتے اور چونکہ شعری ذوق اُنہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ سے ملا تھا، اِس لیے ہمارے درمیان شعروسخن کا تبادلہ بھی ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے حضرت پھول پوریؒ کے بیانات کو اِس قابلیت کے ساتھ قلم بند کیا تھا کہ اس میں حضرت قدس سرہٗ کے علوم ومعارف اپنی بھرپور تاثیر کے ساتھ جمع ہوگئے تھے۔ بعد میں یہ بیانات ''معیتِ الٰہیہ'' اور ''معرفتِ الٰہیہ'' کے نام سے شائع بھی ہوئے اور میرے بڑے بھائی جناب الحاج محمد زکی کیفی صاحب رحمہ اللہ (جو خود حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے بیعت اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے) اُن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''اُن میں آگ بھری ہوئی ہے''۔

حضرت حکیم صاحب قدس سرہٗ نے اِبتدائی تعلیم پرتاب گڑھ سے حاصل کی تھی اور اسی زمانے سے وہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ کی خدمت وصحبت سے سال ہا سال مستفید ہوتے رہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کے سلسلے

کے بزرگ تھے اور عشق ومحبت کے دریا میں غرق۔ حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ نے اُن سے خوب خوب استفادہ فرمایا اور اس کے بعد حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا اور عرصۂ دراز تک اُن کی خدمت وصحبت میں رہے اور مجاہدے کی زندگی گزاری، اس سے پہلے اُنہوں نے اپنے والد ماجدؒ کی خواہش کے مطابق عصری اسکولوں میں پڑھا تھا اور بعد میں طبیہ کالج الٰہ آباد سے حکمت کی سند حاصل کی تھی، لیکن اُن کی اصل خواہش علومِ دینیہ پڑھنے کی تھی، حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کے مدرسہ ''بیت العلوم'' میں چار سال کے اندر درسِ نظامی مکمل کیا اور لوگوں کے اِصرار کے باوجود ''دار العلوم دیوبند'' نہیں گئے تاکہ حضرت مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں علومِ ظاہر کے ساتھ علومِ باطن کی بھی تکمیل ہو۔ پھر اُنہی کے حکم کے مطابق اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، جنہوں نے اُن کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے دوسرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کی حیات ہی میں اُن کے حکم کے مطابق انہوں نے ''خانقاہِ اِمدادیہ اشرفیہ'' پہلے ناظم آباد اور پھر گلشن اقبال میں قائم کی جس میں سالکانِ طریقت کا اِتنا زبردست رجوع ہوا کہ دنیا کے تقریباً ہر خطّے سے لوگ اپنی اِصلاح کے لیے آتے اور دِل کی دُنیا بدل کر جاتے۔ شروع میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ کا درسِ مثنوی خاص طور پر نہایت مقبول اور مؤثر ہوا جو بعد میں ''معارفِ مثنوی'' کے نام سے شائع ہوا، اُس کے بعد اُنہوں نے خود مثنوی تصنیف فرمائی اور اُن کی مجالس، مواعظ اور ملفوظات بفضلہٖ تعالیٰ بڑی تعداد میں قلم بند ہو کر شائع ہوئے۔ جنہوں نے طالبانِ سلوک کی پیاس بجھائی۔ اسی طرح اُن کی تصانیف، مواعظ اور مجالس جو چھوٹی بڑی کتابی شکل میں شائع ہوئیں، اُن کی تعداد سو سے متجاوز ہے، اور اُن میں بہت سی کتابوں کے تراجم، عربی،

فارسی، انگریزی، چینی، روسی زبانوں کے علاوہ دنیا کی ۲۳ر مختلف زبانوں میں شائع ہوئے ہیں اور اِس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں اپنے مشائخ کے فیض کو عالم گیر بنانے کی وہ توفیق عطا فرمائی جسے عصرِ حاضر میں منفرد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مجھے بھی گاہے گاہے اُن کی خانقاہ میں حاضری کا موقع ملتا رہتا تھا اور ہمیشہ اُن کی خدمت میں حاضری کا ایک سرور محسوس ہوتا تھا۔ لیکن ۲۰۰۰ء سے ایک طرف میرے اسفار بہت بڑھ گئے اور اُدھر حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ پر فالج کا حملہ ہوا جس کی بناء پر اُن کی نقل وحرکت متاثر ہوئی۔ اس لیے ملاقات اور زیارت کے مواقع کم ہوگئے، اس کے باوجود کبھی کبھی بندہ اُن کی خانقاہ میں حاضر ہوتا تو وہ بستر پر ہوتے، لیکن چہرے پر وہی اطمینان وسکون، وہی پرتبسم انداز اور وہی شفقت ومحبت کا معاملہ۔ تقریباً تیرہ سال اُنہوں نے علالت کی حالت میں گزارے، لیکن رضا بالقضاء کی تصویر بن کر۔ اور اس حالت میں بھی جب زبان ساتھ دینے لگی تو مجلسوں اور اِفادات کا سلسلہ پہلے کی طرح، بلکہ بعض اوقات پہلے سے زیادہ جاری ہوگیا۔

اُن کی مجالس اور جذبِ دروں کا یہ اثر تھا کہ جو شخص اُن کی صحبت میں کچھ عرصہ گزار لیتا، اُس پر شریعت وطریقت کا ایک مخصوص رنگ چڑھ جاتا تھا، اُنہوں نے دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کیے اور ہر دورے میں وہاں کے باشندوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

بالآخر حکیم صاحب قدس سرہٗ کا وہ وقت آگیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا، ۲۳ر رجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲ر جون ۲۰۱۳ء اتوار کے دن عصر کے بعد اُن کی حالت نازک ہوگئی، اور جب اِتوار کا سورج غروب ہوکر پیر ۲۳ر رجب کی رات شروع ہوئی تو اُن کی روح اپنے محبوبِ حقیقی کے حضور پہنچ گئی۔ میں اس وقت مدینہ طیبہ میں تھا، مغرب کی نماز کے کچھ ہی دیر بعد مجھے پاکستان اور سعودی عرب کے مختلف حضرات کے پیغامات فون پر ملے جس سے اس جاں گداز سانحے کی اِطلاع ملی۔ جنازے میں شرکت ممکن نہیں تھی، وہیں مسجدِ نبوی

میں حسبِ استطاعت دعا وایصالِ ثواب کی توفیق ہوئی۔

چند روز بعد پاکستان واپسی ہوئی تو اُن کی خانقاہ میں اُن کے لائق وفائق فرزند جناب مولانا محمد مظہر صاحب اور اُن کے دِیگر خلفاء کی خدمت میں حاضری دی تو مولانا محمد مظہر صاحب نے بتایا کہ حضرت حکیم صاحبؒ نے یہ تمنا ظاہر فرمائی تھی کہ اُن کا انتقال پیر کے دن ہو۔ (کیونکہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی تھی) اُس کے بعد علالت کے آخری دنوں میں جب ذرا ہوش آیا تو پوچھا کہ "آج کون سا دِن ہے؟" جواب ملا کہ بدھ ہے، تو خاموش ہو گئے، پھر دو دِن بعد پوچھا تو بتایا گیا کہ جمعہ ہے، پھر خاموش ہو گئے بظاہر وہ پیر کے دِن کے اِنتظار میں تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی یہ تمنا اس طرح پوری فرمائی کہ سکراتِ موت اِتوار کا دن گزرنے کے بعد پیر کی شب میں طاری ہوئے اور اسی دن انہوں نے جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

آج حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب قدس سرہٗ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، لیکن اُنہوں نے بے شمار اِفادات کا جو ذخیرہ اور اپنی تربیت سے بنائے ہوئے جو اِنسان چھوڑے ہیں، اُن کی بنا پر اُن کا تذکرہ اور اُن کے فیوض اِن شاء اللہ زندہ جاوید رہیں گے ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے صاحبزادۂ گرامی جناب مولانا محمد مظہر صاحب اور اُن کے دِیگر خلفاء کو اُن کا کام جاری وساری رکھنے کی توفیقِ کامل مرحمت فرمائیں۔ آمین۔ اَللّٰهُمَّ أَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ۔ (بشکریہ ماہنامہ البلاغ کراچی رمضان ۱۴۳۴ھ)

فہرست عنوانات

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ اُحِبُّکَ
بِقَلْبِیْ کُلِّہٖ وَاُرْضِیْکَ
بِجُهْدِیْ کُلِّہٖ

اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے کہ میں اپنے سارے دل کے ساتھ تجھ سے محبّت کروں، اور اپنی ساری کوششیں تجھے راضی کرنے میں لگا دوں۔

حصہ اول

تیرے دیوانوں کے دل میں عشقِ مولیٰ چاہیے

کلام شیخ العرب والعجم عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

قیس کو لیلیٰ اگر وامق کو عذرا چاہیے
تیرے دیوانوں کے دل میں عشقِ مولیٰ چاہیے
میرے سر کو اے خدا تیرا ہی سودا چاہیے
نغمۂ گلشن تو ہو پر آہِ صحرا چاہیے
عشق کہتا ہے کہ میرے سر کو سنگِ در ملے
عقل کہتی ہے کہ مجھ کو فکرِ فردا چاہیے
ڈھونڈتا ہوں ہر زمیں پر اہلِ دردِ دل کو میں
مجھ کو تیرے عاشقوں کے چند اسما چاہیے
دین کی خدمت سکونِ قلب سے کرتا رہوں
اسکی خاطر مجھ کو یارب حفظِ اعدا چاہیے
یاد تیری ہر نفس غالب رہے دل پر مرے
یہ شرف اخترؔ کو بھی امروز و فردا چاہیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صرف اللہ تعالیٰ ہی محبت کے قابل کیوں ہیں؟

محبوب ایسا ہونا چاہیے جس سے کبھی فصل اور فراق نہ ہو لہٰذا اگر کسی مہ رُو کو اپنا محبوب بنایا اور سمجھا کہ ہر وقت اس کے ساتھ رہیں گے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ جب وہ مہ رُو جاجرو (گجراتی میں بیت الخلاء کو کہتے ہیں) میں جائے گا تو کیا اس ماہ رو کے ساتھ جاجرو میں بھی جاؤ گے اور اگر جاؤ گے تو وہاں کیا پاؤ گے؟ اور جب تمہیں پیٹ کی خاطر اپنے کاروبار کے لیے دفتر اور بازار جانا پڑے گا تو فراق ہوگا یا نہیں؟ اور اگر وہ مر گیا تو دائمی فراق ہو جائے گا۔ لہٰذا دنیاوی محبوبوں سے دوامِ وصل محال ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ایسی ہے جہاں ہر وقت دوامِ وصال، دوامِ قرب، دوامِ معیت ہے کیونکہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ جملہ اسمیہ ہے یعنی جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے، ہم ہر وقت اللہ کے قرب سے مشرف رہ سکتے ہیں، اس لیے اللہ کے عشق میں بے چینی نہیں ہوتی کیونکہ ہر وقت وہ محبوبِ حقیقی ہمارے پاس ہے۔ برعکس دنیاوی محبوبوں کا عشق ہے کہ عاشق صاحب کہیں پڑے ہوئے رو رہے ہیں اور معشوق صاحب کہیں پڑے ہوئے سو رہے ہیں، اس کو خبر بھی نہیں کہ کوئی اس کی یاد میں رو رہا ہے اور ایک ہمارا اللہ ہے کہ اگر رات کی تنہائی میں ایک قطرہ آنسو اس کی محبت میں گر گیا تو اللہ تعالیٰ اس آنسو سے باخبر ہیں اور اس کی قدر کرتے ہیں اور شہیدوں کے خون کے برابر اس کو وزن کرتے ہیں۔ دنیا کے معشوقوں میں جدائی کا غم

ہے اس لیے ان کے عاشقین پاگل ہو گئے اور اللہ کا عاشق کبھی پاگل نہیں ہوتا کیونکہ اس کو ہر وقت قرب حاصل ہے، ہر وقت وہ محبوبِ حقیقی ہمارے پاس ہے۔ کیا دنیا میں کہیں کوئی ایسا محبوب ملے گا جو ہر وقت ہمارے پاس ہو، جو ہمیں سنبھال بھی سکے اور ہماری دیکھ بھال بھی کر سکے اور ہماری مصیبت میں ہمارے کام آسکے، بیماری کو شفا دے سکے۔ اس لیے عقلاً بھی محبت کے قابل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ دنیاوی محبوب اس قابل نہیں کہ ان سے محبت کی جائے کیونکہ مذکورہ بالا شرائطِ محبوبیت سے یہ محروم ہیں۔ ہمارے میر صاحب کا شعر ہے۔

ایسا محبوب کوئی دِکھلائے ہو جو ہردم دلِ حزیں کا حبیب
جو ہو موجود دل کی دھڑکن میں رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ ہم انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

حصولِ ولایت خاصّہ کے دو بنیادی اصول

حصولِ ولایتِ خاصّہ کے لئے دو کام کرلو:

(۱)............ یہ کہ شیخ کی صحبت سے اپنے کو مستغنی مت سمجھو کیونکہ کیفیت احسانیہ اور حضورِ قلب شیخ کے قلب ہی سے منتقل ہوتا ہے۔ کیفیت احسانیہ کی تشریح کیا ہے؟ علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ احسان یہ ہے کہ اَنۡ يُّشَاهِدَ رَبَّهٗ بِقَلۡبِهٖ حَتّٰى كَاَنَّهٗ يَرَى اللّٰهَ تَعَالٰى شَانُهٗ سالک کے قلب کو اپنے رب کا ایسا مشاہدہ نصیب ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ کیفیت احسانیہ کُلّی مشکک ہے، اس کے مختلف درجات ہیں، ہر ولی اللہ کو الگ الگ درجے دیئے جاتے ہیں، جیسا جس کا مجاہدہ ویسا اس کا مشاہدہ۔ جو اللہ کے راستہ میں زیادہ غم اُٹھاتا ہے اللہ اس کے مشاہدہ کو زیادہ قوی کر دیتا ہے۔ صحابہ کو کیونکہ احسان حاصل ہوا تھا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اُس قلب مبارک سے جو معراجِ جسمانی سے مشرف ہوا تھا اور اُن آنکھوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اور جنت و دوزخ کو دیکھا تھا تو صاحبِ معراج کے قلبِ نبوت سے صحابہ کو کیفیت احسانیہ منتقل ہوئی تھی تو ان کی کیفیت احسانیہ کو نہ اس اُمت کے افراد پا سکتے ہیں نہ سابقہ امتوں کے افراد کیونکہ جس قلب سے ان کو کیفیت احسانیہ منتقل ہوئی تھی وہ قلب تمام نبیوں کے قلوب کا سردار تھا لہٰذا کوئی اُمتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا کیونکہ اب قلبِ نبوت سے کیفیت احسانیہ کا انتقال ناممکن ہے۔ اس لیے صحابہ کا اللہ کے راستہ میں ایک مد جَو خرچ کرنا ہم لوگوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اگر اسّی نوے کروڑ مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہو جائے اور اس مجمع میں بالفرض اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک منٹ کے لیے بھیج دیں اور ہم نوے کروڑ مسلمان ایک بار کہیں اللہ اور حضرت صدیق اکبر بھی ایک بار کہہ دیں اللہ! تو ان کا اللہ جس کیفیت احسان اور جس حضورِ قلب اور جس مقامِ قُرب سے نکلے گا وہ نوے کروڑ مسلمانوں کی زبان سے نکلنے والے اللہ سے وزنی ہوگا۔

اس لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جب شیخ آجائے تو اپنی عبادت پر ناز نہ کرو، نفلیں نہ پڑھو، فرض، واجب اور سنت مؤکدہ پر اِکتفا کرو اور اپنے شیخ کے پاس بیٹھو تاکہ اس کے قلب کی کیفیت احسانیہ تمہارے قلب میں منتقل ہو جائے تو پھر تمہاری دو رکعات ایک لاکھ رکعات سے افضل ہو جائیں گی۔ یہ ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا راز اور کُوْنُوْا امر ہے جو بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجدد استمراری کی شان ہے جس سے ثابت ہوا کہ استمراراً شیخ کی صحبت پر حریص رہو، کسی بڑے سے بڑے مقام پر بھی پہنچ جاؤ خواہ لاکھوں مرید ہو جائیں لیکن شیخ سے مستغنی نہ رہو اور شیخ کی مجلس میں یہ مراقبہ کرو کہ شیخ کے قلب سے میرے قلب میں کیفیت احسانیہ، حضور مع الحق، نسبت خاصہ، ولایتِ خاصہ اور نسبت صدیقیت منتقل ہو رہی ہے اور شیخ کے ساتھ جتنا

زیادہ حسنِ ظن ہوگا اتنا ہی زیادہ اللہ کا فضل ہوگا۔ یہ مقولہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اختر یہی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو، میرے احباب کو اور ان کی اولاد و متعلقین کو نسبت اولیاء صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دے۔ یہ نسبت اگر حاصل ہوگئی، جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات خاصہ سے متجلی ہوجائے تو اس کی مٹی بھی بے مثل ہوجاتی ہے کیونکہ وہ حاملِ بے مثل ذات ہوتا ہے۔ مان لو ایک شیشی میں عود کا ایسا عطر ہو کہ دنیا میں اس جیسا عطر کہیں نہ ہو تو اس شیشی کی قیمت بھی بڑھ جائے گی یا نہیں؟ پس جن کے قلب میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہو تو جس درجہ قوی تجلی ہوگی اتنی ہی اس قلب کی قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔

حصولِ ولایتِ صدیقیت، حصولِ نسبت خاصہ کا ایک اہم اصول بیان ہوگیا یعنی صحبت شیخ کے حریص رہو۔ آج کل سارے عالم میں اللہ تعالیٰ نسبت اولیاء صدیقین کے حصول کے وسائل کو میری زبان سے بیان کرنے کی سعادت مجھے بلا استحقاق عطا فرما رہا ہے۔

(۲)............اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب شیخ کی صحبت نصیب ہوجائے تو اس کی فکر کرو کہ ہمارا کوئی لمحہ حیات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ ہونے پائے۔ اس فکر میں گھلتے رہو، مغموم و محزون رہو اور اللہ پر جان فدا کرتے رہو اور دعا بھی کرتے رہو کہ اے اللہ! ہمیں ایسا ایمان، ایسا یقین، ایسا احسان، ایسی خشیت نصیب فرما کہ ہماری زندگی کا کوئی لمحہ، کوئی سانس اللہ کی ناخوشی میں نہ گذرے اور اللہ کی ناخوشی کے راستہ سے کوئی خوشی ایک لمحہ کے لیے بھی ہمارے قلب میں استیر ادا اور درآمد نہ ہو۔ یہ ہے اس حدیث کا راز اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ حرام سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گذار بن جاؤ گے کیونکہ عبادت گذار زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ عبادت کرے گا یا چار گھنٹہ کرے گا یا چلو چھ گھنٹہ کرے گا لیکن جو تقویٰ سے رہتا ہے وہ اَعْبَدَ النَّاسِ اس لیے ہے کہ عبادتِ منفیہ میں چوبیس گھنٹہ مشغول ہے کہ میرا اللہ ایک لمحہ کو بھی مجھ سے ناراض نہ ہو۔

پس گناہ سے بچنے میں جان کی بازی لگادو۔ جو گناہ سے بچنے میں جان لڑادے گا وہی گناہ سے جان چھڑائے گا اور اگر نفس کو ذرا ڈھیل دی کہ کوئی بات نہیں اگر نامناسب نظر ڈال دی تو کیا ہوا، ہمارا ارادہ بُرا نہیں ہے تو کیا اچھے ارادہ سے حسینوں کو دیکھنا جائز ہے؟ میرے شیخ کے ایک نوکر نے دوکان سے گڑ چُرالیا۔ حضرت کے صاحبزادہ نے کہا کہ ابا انہوں نے گڑ چُرایا ہے، یہ دوکان پر گئے تھے اور انہوں نے چپکے سے گڑ اٹھالیا تو اُس نوکر نے کہا کہ مولوی صاحب میں نے بُری نیت سے نہیں چرایا تھا۔ حضرت کو بھی ہنسی آگئی کہ اچھی نیت سے کون سی چوری ہوتی ہے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ان ممالک میں ہم عورتوں کو نہ دیکھیں اور نگاہ بچا کر بات کریں تو ان کو غصہ آتا ہے کہ یہ ہمیں کیوں نہیں دیکھتے۔ میں نے کہا کہ غصہ آنے دو، اللہ کے غصہ سے بچو، زیادہ سے زیادہ وہ آپ کو بد اخلاق کہیں گی تو لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ہماری شان ہونی چاہیے۔ یہاں بھی نکرہ تحت النفی ہے یعنی نہ چھوٹی ملامت سے ڈرو نہ بڑی ملامت سے۔ اسی لیے تفسیر روح المعانی میں ہے کہ یہاں جو لَوْمَۃَ ہے یہ اسمِ جنس ہے اور نکرہ تحت النفی ہے تو اس کا ترجمہ ہوگا لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ کہ اللہ والے سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا۔

دعویٔ مرغابیٔ کردہ ست جاں ۔۔۔ کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

اے دنیا والو! جلال الدین کی جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مرغابی سمندروں کی بلاؤں اور طوفانوں سے نہیں ڈرتی۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب لَوْمَۃَ لَائِمٍ کا ترجمہ لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ ہے اور لَوْمَۃَ اسمِ جنس ہے اور اسمِ جنس انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہوتا ہے یعنی تمام کائنات کے لومات کی جملہ انواع اس میں شامل ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ کیوں نازل نہیں فرمایا؟ تو جواب دیتے ہیں کہ معنیٰ اگرچہ یہی ہیں لیکن اگر یہ نازل ہوتا تو کلام میں بلاغت نہ رہتی۔ لَوْمَۃَ میں بلاغت یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے عالم کو بتانا چاہتے ہیں کہ میرے عشاق کے سامنے سارے عالم کی ملامتوں کا سمندر مثل ایک گھونٹ کے ہے، سارے عالم کی لومات مثل لومہ واحدہ کے ہیں۔ لومات جمع نازل نہیں فرمایا تا کہ اللہ کے عاشقوں کا مقامِ بلند معلوم ہو کہ سارے عالم کی ملامتیں ان کے نزدیک مثل ایک ملامت کے ہیں۔

تقویٰ کی فرضیت کا عاشقانہ راز

تقویٰ کی فرضیت کے راز کا عاشقانہ عنوان اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ کوئی ماں باپ اپنے بچوں کی دوری طبعاً پسند نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ تو ماں باپ کی رحمت کے خالق ہیں وہ اپنے بندوں کی دوری کو ایک لحہ بقدرِ طرفۃ عین بھی پسند نہیں فرماتے۔ اس لیے تقویٰ دائماً فرض کر دیا کہ جب ہر وقت متقی رہو گے تو ہر وقت میرے مقرب رہو گے۔ اگر ایک لحہ کے لیے بھی میری نافرمانی کر لی تو اس لحۂ حیات میں جب تک توبہ نہیں کرو گے مجھ سے دور رہو گے اور میری محبت تمہاری دوری کو پسند نہیں کرتی لہٰذا تقویٰ سے رہو اور ہر وقت میرے قریب رہو۔

عظمتِ الٰہیہ کے سامنے مخلوق کی کوئی حقیقت نہیں

جو مخلوق سے ڈر کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے کہ اگر ہم ڈاڑھی رکھ لیں گے، اگر ہم ٹخنوں سے اونچا پاجامہ کر لیں گے، اگر ہم نامحرموں سے شرعی پردہ کر لیں گے تو مخلوق کیا کہے گی کیونکہ ان کی اکثریت اور میجارٹی ہے اور ہمیں ان ہی میں رہنا ہے، اگر ہم ان کی بات نہ مانیں گے تو پھر کہاں رہیں گے؟ یہی دلیل ہے کہ مولیٰ اس کے دل میں ابھی نہیں آیا ورنہ جو سورج کو دیکھ لیتا ہے ستارے اس کو نظر بھی نہیں آتے بلکہ بعض اکثریت بعض اقلیت سے ڈرتی ہے اور وہ اقلیت اکثریت میں آنے سے بغض رکھتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا ستارے کبھی کہتے ہیں کہ ہم اکثریت میں ہیں، اے سورج! تو

ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہماری طرح ہو کر ہم سے الیکشن لڑ لے۔ بالفرض اگر کہیں بھی تو سورج کہے گا کہ اے ستارو! تم مجھ سے الیکشن لڑو گے؟ جب میں نکلوں گا تو تم خود موجود بھی نہیں رہو گے، کالعدم ہو جاؤ گے اور اس قابل بھی نہیں رہو گے کہ اپنے حق میں ووٹ دے سکو۔ ایسے ہی جنوبی افریقہ کے جنگل میں جو تین سو ساٹھ کلو میٹر کا ہے وہاں مثلاً پانچ لاکھ ہرن ہیں جن کو گجراتی لوگ کہتے ہیں کہ ہرن شیر کا سموسہ ہے۔

واہ رے گجراتیو! سموسہ تمہارے منہ کو اس قدر لگا ہوا ہے کہ جنگل میں بھی سموسے کو نہیں بھولے۔ تو پانچ لاکھ ہرنوں نے کہا کہ ہم پانچ لاکھ ہیں اور شیر اکیلا ہے لیکن وہ ہر وقت ہم کو خوفزدہ رکھتا ہے لہٰذا الیکشن لڑو تا کہ شیر کی آمرانہ حکومت میں انقلاب آجائے تو کیا وہ شیر سے الیکشن لڑ سکتے ہیں؟ شیر کہے گا کہ جب میں اپنی شیرانہ خوفناک آواز میں دھاڑوں گا تو خوف کے مارے تمہارے کلیجے پھٹ جائیں گے اور تم حواس باختہ بھاگتے ہوئے نظر آؤ گے اور اس قابل بھی نہیں رہو گے کہ الیکشن کا سوچ بھی سکو۔

تو دوستو! اللہ کی عظمت کو پہچانو۔ اللہ بہت بڑا ہے، اس کے سامنے شیر کی کیا حقیقت ہے، وہ خالقِ شیر ہے لہٰذا اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش مت کرو، مخلوق کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، وہ بڑی طاقت والی ذات ہے۔ ایک سوال کرتا ہوں کہ عزت اور ذلت کس کے قبضے میں ہے؟

زندگی اور موت کس کے قبضے میں ہے؟ تندرستی اور بیماری کس کے قبضے میں ہے؟ امیری اور غریبی کس کے قبضے میں ہے؟ ایمان پر موت کس کے قبضہ میں ہے؟ میدانِ قیامت میں فیصلہ کس کے قبضہ میں ہے؟

اتنی بڑی طاقت والی ذات کو ناراض کر کے اور چند بے وقوف لوگوں کی سوسائٹی اور اپنے ماحول کو خوش کرنے والا بتاؤ عقلمند ہے یا نادان؟ اس لیے بلڈی فول (Bloody fool) نہیں بننا چاہیے۔

مولیٰ کو پانے کیلئے لیلاؤں سے جان چھڑانا ضروری ہے

لعنت اللہ سے دور کرتی ہے اور رحمت اللہ سے نزدیک کرتی ہے تو قُرب و بُعد متضاد ہیں، بیک وقت قُرب و بُعد کیسے جمع ہو سکتے ہیں کہ دوری بھی ہو اور ... ی بھی ہو۔ اس لیے بتادیا کہ لیلاؤں سے جان بچاؤ تب جان میں اللہ کو پاؤ ... نے والوں پر مت مرو، بگنے موتنے والی لاشوں کی کوئی قیمت نہیں لیکن جس کے قلب میں مولیٰ ہوتا ہے اس کا جسم تو مٹی کا ہے مگر وہ مٹی بھی قیمتی ہے، جس مٹی میں سونا ہوتا ہے تو وہاں فوراً فوج آجاتی ہے کہ کوئی لے نہ جائے تو جس کے قلب میں خالقِ زر ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اُس مٹی کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ اس مٹی میں اس کی تجلیات اور قربِ خاص ہوتا ہے۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت کو غالب رکھو کیونکہ سارے دنیاوی مزے فانی ہیں، ایک دن وہ خود ہمیں بھگادیں گے، مکانوں سے ہمارا خروج نہیں ہوگا اخراج ہوگا، ہم نکالے جائیں گے، بیوی بچے کہیں گے کہ بابا کو جلدی سے نکالو، روح نکل گئی تو ہم اپنا کاروبار بھی نہیں دیکھ سکیں گے، بیوی بچوں کو بھی نہیں دیکھ سکیں گے، قوتِ باصرہ مفلوج ہو کے رہ جائے گی، زبان سے کباب اور سموسہ بھی نہیں کھا سکیں گے، زبان کی قوتِ ذائقہ ختم ہو جائے گی، بیوی بچوں اور گاہکوں کی باتیں نہیں سن سکیں گے غرض جتنے اعضاء ہیں سب کی قوت ہم سے الگ ہو جائے گی، مرنے سے پہلے جسم میں روح رہے گی مگر ادراکاتِ قوتِ مدرکہ سب ختم ہو جائیں گے۔ میرا شعر ہے۔

آ کر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

سیٹھ صاحب بے ہوش پڑے ہیں، آکسیجن لگی ہوئی ہے، اب کہاں گیا کاروبار؟ میں دنیا کمانے کو منع نہیں کرتا مگر اللہ والے بن کر دنیا کماؤ، مولیٰ کو ہر وقت دل میں رکھو، دل میں رکھو یار اور باہر رکھو کار اور کاروبار، کاروبار بھی رکھو کیونکہ کاروبار ہوگا، پیسہ ہوگا تو اسے اللہ پر فدا بھی کر سکو گے، مسجد مدرسے بنوا سکو گے، دین کی کتابیں چھاپ سکو گے۔

حدیث وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ ...... الخ کی شرح

حدیث قدسی میں ہے:

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ (مؤطا امام مالک، باب ما جاء في المتحابين في الله)

میری محبت واجب ہوجاتی ہے ان لوگوں کے لئے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ آگے حدیث میں ہے وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ اہل اللہ کے پاس بھی بیٹھو، یہ نہیں کہ بس ٹیلیفون کر دیا کہ آپ کی محبت میں تڑپ رہا ہوں اور کبھی آتے نہیں، اَلْمُتَجَالِسِیْنَ بتا رہا ہے کہ ان کے پاس بیٹھو کیونکہ دل کے پیر نہیں ہیں لہٰذا جسم لے کر جاؤ، جب جسم آئے گا تو دل بادشاہ ہے، وہ اس میں بیٹھ کر آئے گا، بغیر جسم کے خالی دل شیخ کے پاس کیسے پہنچ جائے گا؟ دل کے پر تو ہیں نہیں کہ اُڑ کر چلا جائے گا، جب اللہ والوں کے پاس دل لے جاؤ گے تب اُن کے دل سے تم کو فیض ملے گا، اُن کے دل سے تمہارے دل کی پیوند کاری ہوگی اور تمہارا دل بھی اللہ والا بن جائے گا۔

آگے وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ بھی ہے، پہلے تحابب پھر تجالس اور پھر تزاور ہے یعنی اللہ والوں کی بار بار زیارت کرو لیکن وہیں نہ رہ جاؤ کہ بال بچوں کو بھول جاؤ اور کاروبار اور بیوپار سب ختم ہوجائے۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ ایک چلہ لگالو پھر آکے اپنا کاروبار سنبھالو۔

وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ کے بعد وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ ہے یعنی کبھی کبھی اللہ والوں کی چائے پانی کی دعوت بھی کر دیا کرو۔ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ کی شرح ہے اَیْ یُنْفِقُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ورنہ پھر وہی عشق ہوگا جو مولانا رومی نے بیان فرمایا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں

کہ ایک شخص اپنے کتے کا عاشق تھا، جب وہ بھوک سے مرنے لگا تو عاشق رونے لگا کہ آہ میرا دس سال کا پلا ہوا کتا مر رہا ہے اور اس عاشق کے سر پر ٹوکرا تھا، اس میں سو روٹیاں رکھی ہوئی تھیں تو کسی نے کہا کہ حضور یہ آپ کے سر پر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ روٹیاں ہیں، کہا اس کتے کو کھلاتے کیوں نہیں جو بھوک سے مر رہا ہے اور تم اس کی یاد میں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ معاف کیجئے گا رونے میں کچھ نہیں جاتا، آنسو مفت کے ہیں اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئے ہیں تو اللہ والوں سے ایسی محبت نہ کرو، اللہ پر جان بھی دو مال بھی دو۔ میں جب اپنے شیخ کے سر میں تیل لگاتا تھا تو نیت کرتا تھا کہ میرے شیخ کے سر میں تازگی اور قوت آجائے تاکہ جب اللہ کی محبت میں تقریر کریں تو میرا کمیشن لگ جائے، تو جب اللہ والوں کی دعوت کرو تو یہ نیت کرو کہ اس روٹی سے جو خون بنے گا اور خون سے جو طاقت بنے گی اس طاقت سے یہ جگہ جگہ اللہ کی محبت بیان کرے گا اس میں ہمارا حصہ بھی لگ جائے گا۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے　　عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

تو دوستو! عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ مدرسے سرکاری فیوضات وتجلیات کا مرکز ہیں، اللہ تعالیٰ کو قرآن پاک قیامت تک ان مدارس کے ذریعہ قائم رکھنا ہے تو جن کو اللہ مدرسہ بنانے کی توفیق دے وہ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی سرکاری ذمہ داری میں قبول ہوا ہے لہٰذا ان کو معمولی مت سمجھو۔

تہجد کا آسان اور مدلل طریقہ

جامع صغیر کی روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بڑے لوگ، وی آئی پی لوگ، اہم لوگ کون ہیں؟:

اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّيْلِ (شعب الایمان: دار الکتب العلمیة)

یہ ہیں میری اُمت کے بڑے وی آئی پی اور شریف لوگ جو قرآن پاک کے حافظ ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں۔ اب اگر کوئی مدرسے والا پوچھے کہ ہم لوگ تہجد کیسے پڑھ سکتے ہیں؟ ہر ایک کے لیے آدھی رات کو اٹھنا مشکل کام ہے۔ اس مسئلہ کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایسا حل ڈالا کہ مفتی عبدالرحیم لاجپوری جو فتاویٰ رحیمیہ لکھنے والے گجراتی عالم ہیں، گجراتی بھائیوں کو سنا رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں میری تحقیق شائع کردی، وہ تحقیق یہ ہے کہ عشاء کے چار فرض اور دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لو، اسی دو رکعات میں صلوٰۃ التوبہ، صلوٰۃ الحاجت، صلوٰۃ التہجد تینوں کی نیت کرلو، تین لڈو دو رکعت میں کھالو، صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے دن بھر کی خطاؤں کی معافی مانگ لو، اس کا نام ہے ون ڈے سروس یعنی روز کے روز صفائی اور صلوٰۃ الحاجت کی نیت کرلو کہ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کو مانگتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اپنے پردادا کی میراث اور دولت آپ کو دے رہا ہوں، ہم غریب و مسکین ہیں نیکیوں کے اعتبار سے، علم کے اعتبار سے مگر ہمارے باپ دادا بہت دولت مند تھے اس لیے ان کی میراث آپ کو دے رہا ہوں کہ اللہ سے اللہ کو مانگا کرو کہ اگر آپ ہم کو مل گئے تو ہم دونوں جہان پاگئے۔ ہمارے دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا شعر فرمایا۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے   الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

اے خدا! میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں تو جو وتر سے پہلے تہجد کی نیت سے دو رکعات پڑھ لے گا قیامت کے دن تہجد گذاروں کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ مولوی بغیر حوالہ اور دلیل کے نہیں مانتا اب دلیل سنئے! علامہ شامی مسئلہ پیش کرنے سے پہلے حدیث پیش کرتے ہیں

وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ

(حاشیہ رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر و النوافل، ج: ۲، ص: ۲۴)

عشاء کے فرض کے بعد جو نفل پڑھے گا وہ اصحاب اللیل میں سے ہو جائے گا۔ علامہ شامی اس حدیث کی روشنی میں فیصلہ لکھتے ہیں فَإِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ قَبْلَ النَّوْمِ جو وتر سے پہلے دو رکعت بھی پڑھ لے گا اس کی سنت تہجد ادا ہو جائے گی، تہجد کے لیے سونا بھی ضروری نہیں ہے، دو سے زیادہ چار اور چھ رکعات بھی پڑھ سکتے ہیں مگر میں کم بتاتا ہوں تاکہ بحر الکاہل یعنی جو کاہلی کے سمندر ہیں وہ بھی محروم نہ رہیں۔ تو اصحابُ اللیل سب ہو سکتے ہیں لہٰذا آج سے یہ دو رکعات نفل تہجد کی نیت سے وتر سے پہلے پڑھنا شروع کر دو ان شاء اللہ قیامت کے دن آپ تہجد گذار اٹھائے جائیں گے۔

تہجد کے چار فوائد

اور چار فائدے اور آپ کو نصیب ہوں گے جو قیامُ اللیل کی فضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ لِلْاِثْمِ (سنن الترمذی)

اے میری امت کے لوگو! رات کی نماز لازم کر لو۔ میں آپ کو آسان قیامُ اللیل

دے رہا ہوں، وتر سے پہلے دو رکعت پڑھ لیں، آپ قیامُ اللیل والوں میں سے ہو گئے۔ اب تہجد کے چار فائدے سنیے:

(۱)............تہجد گزار کا شمار صالحین میں ہوجاتا ہے فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَكُمْ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے سب صالحین بندوں نے قیامُ اللیل کیا ہے یعنی تہجد کی نماز پڑھی ہے لہٰذا قیامُ اللیل کی برکت سے آپ بھی صالحین میں داخل ہوجائیں گے اور جب صالحین میں داخل ہو گئے تو سارے عالم کی دعا آپ کو مفت میں ملے گی چاہے وہ کعبے شریف کی دعا ہو یا مسجد نبوی کی دعا ہو یا پہاڑوں کے دامن میں کوئی ولی اللہ نماز پڑھ رہا ہو۔

اب اپنی اس بات کی دلیل بھی پیش کرتا ہوں، التحیات کے بعد نمازی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ پڑھتے ہیں یا نہیں کہ اے اللہ مجھ پر بھی سلامتی نازل فرما اور دنیا میں جتنے صالحین ہیں ان سب کو بھی سلامتی عطا فرما تو جب آپ صالحین بن گئے تو سارے عالم کے اولیاء اللہ جب نماز میں التحیات پڑھیں گے تو وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ کی دعا میں آپ بھی داخل ہوجائیں گے، آپ بیٹھے ہوں گے ملاوی میں اور دعا مل رہی ہے کعبہ شریف کے نمازیوں کی، مدینے شریف کے نمازیوں کی بلکہ سارے عالم کے اولیاء اللہ کی دعا مفت میں ملے گی، یہ نعمت جو پیش کر رہا ہوں یہ معمولی نعمت نہیں ہے، ملاوی والوں کو ملائی دے رہا ہوں۔

جب میرا یہ مسئلہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو ان کو اتنا مزہ آیا کہ انہوں نے فوراً سوال قائم کیا اور میرا جواب لکھ کر فتاویٰ رحیمیہ کی تحقیق میں اس کو داخل کردیا الحمد للہ رب العالمین، شکر ہے کہ اتنے بڑے عالم اور مفتی نے میری بات پر اعتماد کیا۔ مولانا منصور کو خود حضرت نے بتایا کہ میں نے اختر کا مسئلہ اپنے فتاویٰ کی کتاب میں درج کردیا، الحمد اللہ رب العالمین۔

سرکاری لوگوں پر انعاماتِ الٰہیہ

پورے عالم میں حفظِ قرآن کے جتنے مدرسے ہیں سب سرکاری ہیں، وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی آیت کی روشنی میں یہ سب حضرات سرکار کے کام میں قبول ہو گئے، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبول کرلیا لہٰذا مدارس کے طلباء اور معاونین واساتذہ اللہ کی سرکاری فوج ہیں، یہ سرکاری لوگ ہیں اور جہاں سرکار کا اہم کارخانہ اور سائنسی پلانٹ ہوتا ہے سرکار خود اس کی حفاظت کرتی ہے کہ دشمن نہ آنے پائے تو جہاں حفظِ قرآن کا مدرسہ ہوگا وہاں ہیضہ، کینسر غرض جتنی بلائیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سے حفاظت نصیب فرمائیں گے اور قرآنِ پاک پڑھانے والوں کی تنخواہ چاہے تھوڑی ہو لیکن اللہ اتنی برکت دیتا ہے کہ بڑے بڑے مال داروں سے زیادہ سکون سے روٹی کھاتے ہیں اور چین سے رہتے ہیں اور عمرہ اور حج بھی کرتے ہیں، جب کوئی لڑکا حافظ ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ اگر مالدار ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے میرے بچوں کے استاد! جاؤ اس سال حج کر آؤ، یہ لو ٹکٹ کے پیسے، حالانکہ وہ ان سے مانگتا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ خود ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

ایک لطیفہ

مولوی صاحب کی تنخواہ پر ایک قصہ سن لو۔ ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رُلا دے گا میں اس کو بہت بڑا انعام دوں گا تو جتنے غمزدہ لوگ تھے مثلاً بیوہ، یتیم، غم کے مارے سب آئے اور ہاتھی کے کان میں اپنی اپنی مصیبت بیان کی لیکن ہاتھی نہیں رویا۔ آخر میں ایک مولوی آیا، اس نے ہاتھی کے کان میں اپنی تنخواہ بتادی، ہاتھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

میں ہنساتا ہوں مگر اللہ کی محبت میں پھنساتا بھی ہوں۔ آپ بتاؤ! اس وقت نیند غائب ہوگئی یا نہیں؟ کسی کو کوئی تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضلِ

عظیم ہے کہ میری تقریر میں کبھی کوئی نہیں کہتا کہ صاحب بہت دیر ہوگئی، میرا دل گھبرا رہا ہے، ہر شخص یہی کہتا ہے کہ کچھ دیر اور جاری رکھئے۔

(۲)............تہجد کا دوسرا فائدہ ہے تہجد گزار اللہ کا مقرب ہو جاتا ہے، قُرْبَةٌ لَکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ تم اللہ کے پیارے بن جاؤ گے، مقرب بن جاؤ گے۔

(۳)............تہجد کا تیسرا فائدہ ہے تہجد سے گناہِ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں مَکْفَرَةٌ لِلسَّیِّاٰتِ تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے لیکن بڑے گناہ توبہ کرنے ہی سے معاف ہوں گے۔

(۴)............تہجد کا چوتھا فائدہ ہے تہجد سے گناہ چھوڑنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے مَنْہَاۃٌ لِلْاِثْمِ گناہ چھوڑنے کی ہمت آجائے گی ان شاء اللہ، جو ڈاڑھی نہیں رکھتا اس کو ڈاڑھی رکھنے کی توفیق ہو جائے گی اور جو ڈاڑھی رکھتا ہے مگر ایک مٹھی سے کم رکھتا ہے اس کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق مل جائے گی۔

آپ بتایئے! اگر آپ کا کوئی درخت ہو اور بڑھ نہ رہا ہو تو آپ کو فکر ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر بچہ بالغ نہ ہو رہا ہو تو آپ کو فکر ہوتی ہے یا نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے میرا بچہ پندرہ سال کا ہوگیا ہے اور ابھی تک بالغ نہیں ہوا، میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کی شادی کردوں، نابالغ کی شادی سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اولاد بھی نہیں ہوتی، میں دادا بھی نہیں بن سکتا، تو جب آپ کی ڈاڑھی بالغ نہیں ہو رہی ہے تو فکر کرو، کسی روحانی ڈاکٹر سے مشورہ کرو کہ ڈاڑھی بڑھ نہیں رہی ہے، ان شاء اللہ وہ ایسا نسخہ بتائے گا کہ ڈاڑھی بڑھ جائے گی۔

تو آج ہی سے دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھنا شروع کردو، اگر چار پڑھ لو تو اور اچھا ہے، چھ پڑھ لو اور اچھا ہے، مگر میں کم بتاتا ہوں تاکہ امت کو گھبراہٹ نہ ہو، اگر کوئی سستی کا سمندر بھی ہو تو وہ بھی پڑھ لے اور قلندر ہو جائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قسمت کا سکندر بھی ہوگا۔

ہمارے بزرگوں نے ہم کو سبق دیا ہے کہ جب بچہ قرآن شریف پڑھے تو اس کو کرسی پر بٹھاؤ کیونکہ اس کے منہ سے قرآنِ پاک نکل رہا ہے، اس کی عزت کرو، قرآن پاک پڑھنے والا اوپر ہو اور سامعین نیچے ہوں۔ حفظِ قرآن کی برکت سے دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا اپنے اپنے مقاصد کو دل میں سوچ لو تا کہ جامع دعا ہو، دیر تک دعا کا موقع نہیں ہے اور میں کمزور بھی ہوں سب اپنے اپنے دل میں نیت کرلو، جس کو جو ضرورت ہو اپنا اپنا غم، اپنی اپنی فکر، اپنا اپنا ٹینشن اینڈ ڈپریشن اور اپنی اپنی حاجتوں کی دل میں نیت کرلو۔

اب دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! جو بچے یہاں حافظ ہوئے ان کی برکت سے ہم سب کی تمام جائز حاجتیں پوری فرما، ہم سب کو نیک ارادوں میں با مراد فرما اور ہماری سب سے بڑی مراد یہ ہے کہ آپ ہمیں اپنا قرب اور اپنی رضا نصیب فرما کر ہم سب کو اللہ والا اور اپنے گروہِ دوستاں میں داخل فرما دیں اور اپنی ہر قسم کی نافرمانی سے ہماری حفاظت فرمائیں، اے اللہ ہماری دنیا بھی بنا دیں، آخرت بھی بنا دیں اور سارے عالم کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں، سارے عالم کے مسلمانوں کو دونوں جہان کی عافیتوں سے مالا مال فرما دیں اور اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنا دیں اور اختر کو اور جملہ اہلِ ایمان کو عافیت دارین نصیب فرما دیں، چیونٹیوں پر رحم فرما دیں بلوں میں، مچھلیوں پر رحم فرما دیں دریاؤں میں اور جانوروں پر رحم فرما دیں صحراؤں میں اور پرندوں پر رحم فرما دیں فضاؤں میں، اے اللہ اپنی رحمت کا بحرِ ذخار اور اپنی رحمت کے آبشارِ غیر محدود کو سارے عالم میں برسا دیں۔

آفریں بر دست و بر بازوئے تو   دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما

مرنے سے پہلے پہلے اللہ پر فدا ہوجایئے

اے اللہ تعالیٰ! آپ کا احسان ومہربانی ہے کہ آپ نے ہمیں اپنے ایک جھیل کے کنارے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی اور گھر سے بے گھر فرمایا، کوئی بزنس کے لیے بے گھر ہے، کوئی کسی کام کے لیے، کوئی کسی کام کے لیے اور کوئی اللہ کے لیے گھر سے بے گھر ہے۔ جو اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے میرے ساتھ سفر کررہا ہے وہ دنیا تو نہیں پائے گا مگر اللہ مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جس کو اللہ نہیں ملا اسے کچھ نہیں ملا اور یہ حقیقت کب معلوم ہوگی؟

جب قبر میں جنازہ اترے گا تب معلوم ہوگا کہ تمہارا کیا ہے اس لیے جلدی جلدی اللہ پر فدا ہوجاؤ جان سے، مال سے، آبرو سے، اولاد سے، اور اولاد سے کیسے فدا ہوگے؟

اپنی اولاد کو بھی نیک بناؤ، نمازی بناؤ، اللہ والا بناؤ، خود نہ بنا سکو تو جو بنانے والے ہیں ان کے پاس لے جاؤ، پیار ومحبت سے ان کو گلاب جامن، سموسہ کھلاؤ اور کہو آؤ بیٹا چلو ہم ایک جگہ اللہ کی محبت سیکھنے جارہے ہیں، اس کا اثر پڑتا ہے۔

اگر انسان کا ایمان صحیح ہو تو اس جھیل اور سمندر کے کنارے محسوس ہوگا کہ ہم ساری دنیا کی سلطنت لیے بیٹھے ہیں، یہ ستارے ہم کو دیکھ کر رشک کررہے ہوں گے کہ یہ اللہ کے کیسے بندے ہیں جو اللہ کا نام لے رہے ہیں۔

حضرت پھولپوری رحمہ اللہ کا واقعہ کہ اپنا نام بھی بھول گئے

ایک مرتبہ اشراق کے بعد حضرت کے پاس ایک شخص آیا کہ حضرت اس کاغذ پر دستخط کردیں، کوئی ضروری سرکاری کاغذ تھا، اب حضرت آنکھ بند کرکے اپنا نام یاد کر رہے ہیں، نام ہی یاد نہیں آرہا، پھر حضرت نے خود اس آدمی سے پوچھا کہ بھئی میرا نام تو بتاؤ، انہوں نے کہا کہ آپ کا نام عبدالغنی ہے، حضرت نے دستخط کردیئے لیکن وہ آدمی مارے ڈر کے وہاں سے بھاگ گیا۔ جب میں اعظم گڑھ گیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت پر ایسے حالات بھی گذرے ہیں کہ اپنا نام بھی یاد نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کو سارا عالم نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر کیا جانے؟ شکر مخلوق ہے، فانی ہے اور حادِث ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت غیر فانی ہے، قدیم ہے اور وہ خالق ہے شکر کا۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

با لبِ یارم شکر را چہ خبر　　　وز رخش شمس و قمر را چہ خبر

یہ ظالم شکر کیا جانے اللہ کے نام کی مٹھاس کو اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے سامنے شمس و قمر کیا بیچتے ہیں۔ اس لیے دوستو! کہتا ہوں کہ اپنی شخصیت کو وی آئی پی مت سمجھو، س کی قیمت مکانوں سے مت لگاؤ، لباس سے مت لگاؤ، سموسہ پاپڑ بریانی سے اپنی یمت مت لگاؤ، یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کتنا راضی ہے، بندے کی قیمت اللہ کی ضا کے ساتھ ہوتی ہے، دماغ سے اپنی اکڑفوں نکال دو کہ میں وی آئی پی ہوں۔ علامہ ید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے　　　وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یعنی معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ہماری کیا قیمت لگے گی، مگر شیطان ایسا بے ف اور الو بناتا ہے کہ جہاں ذرا بادشاہت کا تاج بندے کے سر پر آیا وہ رعب میں یا کہ اب ہمارے برابر کوئی نہیں، جب قبر میں جنازہ اُترے گا تب معلوم ہوگا کہ

تمہاری کیا قیمت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے مغل بادشاہو! تم جب مروگے تو تمہارے تخت وتاج چھین لیے جائیں گے اور ولی اللہ جب مرے گا تو اللہ کی محبت کو ساتھ لے کر جائے گا۔ تب تمہیں پتہ چلے گا کہ۔

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

آج مجھ سے بڑا کوئی دولت مند ہے تو آئے سامنے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی دولت کمالو تب قیامت کے دن تمہاری قیمت لگے گی ان شاء اللہ تعالیٰ اور اللہ کی رضا تمہارے ساتھ ہوگی۔

دیکھو! پانچ پانچ روپے کی تین شیشیاں ہیں، ایک شیشی میں پیشاب ہے، ایک شیشی میں عرقِ گلاب ہے، ایک شیشی میں پچاس ہزار روپے تولے والا عود کا عطر ہے تو شیشی کی قیمت مت دیکھو کہ شیشی کا لباس کیا ہے اور شیشی کے اوپر کیا ہے، یہ دیکھو کہ شیشی کے اندر کیا ہے جس کے دل میں مولیٰ ہے اس کی قیمت بہت بڑی ہوتی ہے۔

ایک مراقبہ

تو ایک سیکنڈ کا مراقبہ کرلو کہ ایک دن آنکھ ہوگی دیکھ نہیں سکو گے، کان ہوں گے سن نہیں سکو گے، زبان ہوگی کباب و بریانی نہیں کھا سکو گے، آنکھ ہوگی لیکن اپنا بینک بیلنس نہیں دیکھ سکو گے، ہاتھ ہوں گے نوٹ کی گڈیاں نہیں گن سکو گے، پیر ہوں گے چل نہ سکو گے۔ تو وہ زمانہ یاد کرو کہ اللہ کے پاس جانا ہے تو کیا لے کر جانا ہے؟ اگر اللہ کی محبت سیکھ لو تو اللہ کے پاس اللہ کی محبت کی دولت لے کر غزل خواں وشاداں وفرحاں جاؤ گے۔

حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ کی کرامت کا واقعہ

دیکھو! اگر یہاں کوئی دنیا دار بادشاہ یا مالدار آدمی آجائے تو کہے گا کہ یہ مولوی

لوگ، ڈاڑھی والے یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ یہاں نہ سموسہ نظر آتا ہے، نہ پاپڑ نظر آتا ہے، نہ کوئی کرنسی ہے، نہ بیوپار ہے، بیوپار تو نہیں ہے مگر یار تو ہے، یہاں کاروبار نہیں ہے اور کار بھی نہیں ہے مگر دیکھو کہ سلطان ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جو بلخ کے بادشاہ تھے، آج کل بلخ افغانستان میں ہے، تو سلطان ابراھیم ابن ادھم نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں آدھی رات کو سلطنت چھوڑ کر دریا کے کنارے دس سال تک عبادت کی۔ ایک دن ان کا ایک وزیر آیا، اس نے دل میں کہا کہ کیا بے وقوف ملا ہے، سلطنت بلخ چھوڑ کر ریت پر بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہے، حضرت کو کشف ہو گیا۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سوئی دریا میں پھینکی اور فرمایا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ، اب مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں ماہیے اللّٰہیے سوزنِ زر برلبِ ہر ماہیے

ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئیاں منہ میں لے کر آ گئیں، آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ میری لوہے والی سوئی لاؤ کیونکہ سونے کی سوئی کا استعمال اس امت کے لیے جائز نہیں ہے تو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور ان کی لوہے والی سوئی لا دی۔ بس وزیر رونے لگا کہ آہ! مچھلیاں تو اس اللہ والے کو پہچانتی ہیں اور ہم جیسے گدھے اور بے وقوف، انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی انسان ہو کر اس ولی اللہ کی قیمت کو نہیں پہچانتے تو وزیر نے پیر پکڑ کر رونا شروع کیا کہ میری گستاخی معاف کر دیجئے، میں نے آپ کو معمولی سمجھا تھا۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

بعد مدت کے ہوئی اہلِ محبت کی شناخت خاک سمجھا تھا جسے لعلِ بدخشاں نکلا

جس کو ہم نے مٹی سمجھا تھا اس کے اندر لعلِ بدخشاں چھپا ہوا ہے ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است مار را با او کجا ہمراہی است

ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے، سانپ مچھلی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، وہ ہر وقت پانی میں نہیں رہ سکتا، تھوڑی دیر کے بعد بل میں گھس جائے گا، تماشہ دکھانے

کے لیے تھوڑی دیر مچھلی بن کر دِکھائے گا کہ شاید مجھے کچھ لوگ نذرانہ پیسہ دیں لیکن چونکہ وہ پانی کی مخلوق نہیں ہے لہٰذا تھوڑی دیر کے بعد وہ بل میں گھس جائے گا۔ ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں ہی کا کام ہے اور ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا اور گناہ سے بچنا یہ اللہ والوں ہی کا حصہ ہے۔ جعلی پیر کچھ دیر اللہ والے بنے رہتے ہیں لیکن کچھ دیر بعد اپنی خلوتوں میں شیطان بن جاتے ہیں۔

تو وہ وزیر حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم کے پاس چھ مہینے رہا، اس نے کہا کہ بس ہمیں بھی اللہ والا بنا دو نہیں تو ہم واپس نہیں جائیں گے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ چھ مہینے کے بعد وہ بھی ولی اللہ بن گیا اور صاحبِ نسبت ہو کر واپس ہوا۔

بس میری اس گفتگو کی دلیل ایک ہی ہے کہ بڑے سے بڑا شخص چاہے بادشاہ ہی کیوں نہ ہو بتاؤ جب اس کا جنازہ جائے گا تو وہ کیا لے کر جائے گا۔ ارے اللہ والے بن جاؤ تب تمہیں قدر معلوم ہوگی۔ کراچی میں کلفٹن میں ایک صاحب کے چھ بنگلے تھے، جب اس کو کہا جاتا کہ نماز پڑھ، روزہ رکھ تو کہتا تھا کہ ہمیں نماز روزے کی ضرورت نہیں ہے، ہماری تو سات پشت کے لیے کھانے کو موجود ہے، بینک میں چھ بنگلوں کا کرایہ آتا ہے، ہماری اولاد بیٹھ کر کھائے گی، اسے کمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اصل میں اللہ پناہ میں رکھے جب عقل پر عذاب آجاتا ہے، جب عقل پر پتھر پڑ جاتے ہیں پھر اللہ کی بات اچھی نہیں لگتی، اس خبیث پر بھی اللہ کا عذاب آیا۔ اس نے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد بھی میری سات پشت بیٹھ کر بریانی کباب کھائے گی۔ اب سنو کیا عذاب آیا۔ اس کے پیٹ میں السر ہوا پھر کینسر ہوا اور حلق میں بھی کینسر ہو گیا، اب کچھ بھی نہیں کھا سکتا تھا، پیٹ پھاڑ کر ربڑ کی ایک نکی لگائی گئی اور اس کو دو تولے جَو کا پانی پینے کی اجازت ملی، اب نہ کباب ہے نہ

بریانی آخرکار سوکھ کر مرگیا۔

تو دوستو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی محبت سیکھو، اللہ والے بن جاؤ، تم سے بڑا کوئی مالدار نہیں ہوگا۔ دیکھو صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے جب ہجرت کا حکم دیا تو کسی صحابی نے نہیں کہا کہ میرا جما جمایا کاروبار ہے، جمی جمائی دوکان ہے، اے اللہ! ہمارے اوپر یہ ظلم نہ کر، ہم لوگ یہیں رہیں گے، کسی نے یہ بات کہی؟

سب نے جمی جمائی دوکانیں اور کاروبار چھوڑ دیا اور مدینہ شریف چلے گئے۔ صحابہ کا ایمان دیکھا! لیکن سنو دوکان تو چھوڑ دی، رزق کے وسائل و اسباب تو چھوڑ دیئے مگر رزّاق اور رزق دینے والے کو اپنے ساتھ مدینہ پاک لے گئے اور پھر دیکھ لو کہ کیسے رہے، اللہ نے ایسی عزت دی کہ سارے عالم میں اسلام وہیں سے پھیلا۔

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال بتاتا ہوں۔ یہ چار عمل کرلو تو ولی اللہ ہوجاؤ گے، یہ اَسّی سال کے تجربہ کی بات بتارہا ہوں:

(۱)......ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لو، ایک مٹھی سے زیادہ ہوجائے تو افضل یہی ہے کہ اس کو کاٹ دو اور چہرے کے تینوں اطراف سے ایک مٹھی ضروری ہے، کسی ولی اللہ نے ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی نہیں کٹائی، اللہ کے پیغمبروں نے اللہ کے دوستوں نے بھی کبھی ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی نہیں کٹائی تو اللہ کے دوستوں کی راہ یعنی شاہراہِ اولیاء کیوں چھوڑتے ہو؟ یہ شاہراہِ اولیاء کا اسٹرکچر ہے، ابھی ایک اسٹرکچر اور بتاؤں گا پھر دو فنشنگ بتاؤں گا، ان شاء اللہ ان سے ولی اللہ ہوجاؤ گے۔ تو اللہ کے پیغمبروں اور اولیاء اور دوستوں کا اسٹرکچر کیا ہے؟ ایک مٹھی ڈاڑھی تینوں طرف سے، ایک مٹھی سے کم کٹاؤ بھی مت، ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی کٹانا بھی حرام اور منڈانا بھی حرام ہے، قیامت کے دن چکنے گال کام نہیں آئیں گے یہی بال کام آئیں گے اور ڈاڑھی کی برکت سے قیامت کے دن یہ شعر پڑھ دینا۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

اور اگر کوئی ہنسے تو ہنسنے والوں سے یہ کہو۔

اے دیکھنے والو! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو   تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

اور ؎

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو　　　تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دِکھائے

دوستو! جو بھینس اٹھالیتا ہے وہ مرغی اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو میں چار بڑے اعمال پیش کررہا ہوں، اگر آپ نے ان کو کرلیا تو شریعت کے سارے کام آپ کرلیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲)..........ٹخنہ مت چھپاؤ پاجامہ سے، جبہ سے، کرتہ سے، چادر سے، لیکن اگر موزے سے چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ جو لباس نیچے سے اوپر آئے اس سے ٹخنہ چھپانا جائز ہے۔ یہ تحقیق بذل المجہود شرح ابوداؤد میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ جو لباس نیچے سے آرہا ہے جیسے موزہ وغیرہ اس سے ٹخنہ چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن جو لباس اوپر سے آئے اس سے ٹخنہ چھپانا حرام ہے چاہے وہ مدینہ شریف کا جبہ ہی کیوں نہ ہو، مدینہ شریف کا جبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے افضل نہیں ہوسکتا، فرمانِ رسول زیادہ افضل ہے یا مدینہ زیادہ افضل ہے؟ اللہ زیادہ افضل ہے یا کعبہ زیادہ افضل ہے؟ تو کعبے والے کو راضی کرو تو کعبہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اگر اس ملاوی میں کوئی اللہ کو خوش رکھتا ہے تو اس کے ساتھ کعبہ والا ہے، اللہ ہے۔

دارالعلوم کراچی کے ماہنامہ البلاغ میں یہ مضمون پڑھا کہ ایک امریکی ادارے نے تحقیق کی ہے کہ ٹخنہ مت چھپاؤ ورنہ پاگل ہوجاؤ گے اور فرانس کی تحقیق ہے کہ مسواک کروورنہ پاگل ہوجاؤ گے چنانچہ وہاں پاگل خانے میں سب کو مسواک کرارہے ہیں جس سے ان کا دماغی توازن درست ہورہا ہے اور پاگل پن کے اثرات میں کمی آرہی ہے لیکن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر عمل کریں، فرانس اور امریکہ کی تحقیق کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طریقہ اور سنت ضامن صحت جسمانی بھی ہے اور ضامن صحت روحانی بھی ہے۔ مسواک ایسی سنت ہے جس سے بلا مسواک نماز سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور مسواک کی سنت مرتے وقت کلمہ بھی یاد دلائے گی

فَاِنَّ سُنَّةَ السِّوَاكِ تُذَكِّرُ كَلِمَةَ الشَّهَادَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ

جو لوگ مسواک کرتے ہیں تو یہ سنت مرتے وقت انہیں کلمہ یاد دلائے گی۔ تو پہلا اسٹر کچر ہے کہ ڈاڑھی رکھ لو ورنہ مرنے کے بعد یہ فیلڈ نہیں ملے گی، گالوں کو کیڑے کھا جائیں گے۔ ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے سے دنیا میں سب خوش ہو جائیں اور اللہ ناراض ہو تو بتاؤ کس میں فائدہ ہے؟ اگر ایک لاکھ بندر خوش ہیں مگر کس کام کے ہیں؟ لیکن اگر شیر ناراض ہے تو سیاح کس کی فکر کرے گا؟

سیاح جو جنگل کی سیر کر رہا ہے وہ شیر کی بات مانے گا یا ایک لاکھ بندروں کی اکثریت کو دیکھے گا جو کہتے ہیں کہ ہماری طرح رہو۔ جنہوں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے لیکن ایک مٹھی نہ ہونے سے نابالغ ہے۔ بتاؤ! آپ اپنے بچوں کو ہمیشہ نابالغ دیکھنا چاہتے ہو یا بالغ؟ اگر بہت زیادہ دن تک نابالغ رہیں تو آپ فوراً ڈاکٹروں سے مشورہ لیتے ہو کہ پندرہ سال کا ہو گیا لیکن ابھی تک بالغ ہی نہیں ہے، سر سے پیر تک، من البدایہ الی النھایہ علاماتِ بلوغ نظر نہیں آ رہی ہیں تو تشویش ہوتی ہے یا نہیں؟ اس لیے ڈاڑھی کو بالغ کرو، تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھو، بہت اچھے لگو گے، ڈاڑھی رکھنا سنت بھی ہے اور واجب بھی ہے اور دوسرا اسٹر کچر ہے ٹخنہ کھلا رکھنا لیکن سردی میں ٹخنہ سوتے وقت نہ کھولنا ورنہ ٹھنڈک سے صبح نمونیہ ہو جائے گا اِذَا كُنْتَ قَائِمًا اَوْ مَاشِيًا جب تم کھڑے ہو یا چل رہے ہو اس وقت کی یہ سنت ہے، اگر بیٹھے ہوئے ہوں تو سب کا ٹخنہ چھپا ہوتا ہے، لیٹے ہو، چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ ٹخنہ چھپاؤ کوئی حرج نہیں، یہ سب توضیح بذل المجہود شرح ابو

شاہراہ پر آجاؤ، مخلوق سے مت ڈرو، مخلوق آپ کا ایک بال نہیں اُکھاڑ سکتی، اختر ذمہ داری لیتا ہے۔اب دو اسٹرکچر کے بعد دو فنشنگ بھی سن لو۔ یہ دو ظاہری اعمال تھے، دو عمل باطن کے بتاتا ہوں، ان شاء اللہ ان پر عمل کرنے سے پورے دین پر عمل کرنا آجائے گا:

(۳).......... اپنی نظر کی حفاظت کرو نامحرم عورتوں اور حسین لڑکوں سے، کسی کالی اور گوری کو مت دیکھو اور کسی کالے اور گورے کو بھی مت دیکھو کیونکہ بدنظری کرنے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے اور نظر کی خرابی سے دل بھی خراب ہوجاتا ہے اور دل اسی دلبر کے پاس چلا جاتا ہے۔

ہر کہ او دل بدستِ دلبرے دادہ ست　　ریشِ خود بدستِ دیگرے دادہ ست

سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی معشوق کو دل دیا اس نے اپنی ڈاڑھی اس کے ہاتھ میں دے دی کہ وہ جب چاہے آپ کو ذلیل کردے لہٰذا نظر بچاؤ، نظر سے دل بچے گا اور آبرو بچے گی اور آپ اس کے گراؤنڈ فلور میں اِن (in) نہیں ہوں گے، باعزت رہیں گے اور دل میں مولیٰ رہے گا کیونکہ نظر سے لیلیٰ دل میں گھسے گی جب دل میں لیلیٰ گھسے گی تو مولیٰ ناراض ہوکر ایسے گندے دل میں نہیں رہے گا کیونکہ جب لیلیٰ آئے گی تو فرسٹ فلور کے ساتھ نہیں آئے گی گراؤنڈ فلور کی چیزیں بھی لائے گی، دل گندا ہوجائے گا اور گندے دل میں اللہ نہیں رہتا، وہ دل تجلی خاص سے محروم ہوجائے گا۔

(۴).......... ایک فنشنگ اور ہے کہ آپ نے سرحد تو بچالی لیکن دل جو کیپٹل، دارالخلافہ ہے اس کو بھی بچاؤ، اس میں بھی قصداً گندے خیال نہ لاؤ، پرانے گناہ کو بھی یاد نہ کرو جس سے توبہ کرچکے ہو، شیطان دیکھتا ہے کہ اب یہ ملا ہوگیا، اب گناہ نہیں کرے گا تو اس کو ماضی کے پچھلے گناہ یاد کرائے گا، فرسٹ ائیر میں لے جائے گا کہ بھئی اس کو پرانا فیچر دکھادو، شیطان بڑا ٹیچر ہے مگر انتہائی چیٹر ہے تو گناہ کے خیالات سے دل بھی بچاؤ اور آنکھ بھی بچاؤ۔ تو دو اسٹرکچر ہوگئے اور دو فنشنگ ہوگئیں، جو ان چار باتوں پر عمل کرلے گا ان شاء اللہ ولی اللہ ہوجائے گا، چھوٹے بڑے سب گناہ چھوڑنا اس کو

آسان ہو جائے گا اور جب اللہ ہمیں جذب فرمالے گا تو پورے دین پر عمل کرنا نہ صرف آسان بلکہ لذیذ بھی ہو جائے گا۔

اب دعا کرو کہ اللہ عمل کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے، ہماری حاضری کو، میرے احباب کے سفر کو، میرے سامعینِ کرام کو، سب کو قبول فرمائے اور توفیق دے دے، یا اللہ اپنی رحمت سے چاروں اعمال کی توفیق نصیب فرمادے، آمین۔

اللہ کا راستہ انتہائی آسان ہے

اللہ کو حاصل کرنا بہت آسان ہے، ولی اللہ بننا اتنا آسان ہے کہ اس سے آسان کام دنیا میں کوئی اور نہیں ہے، بزنس کرو تو مشکلات، رات دن فکر لگی ہوئی ہے، کوئی آسٹریلیا جارہا ہے کوئی جاپان جارہا ہے، نیندیں حرام ہیں، مال لارہے ہیں پھر گاہک نہیں آرہے ہیں تو رو رہے ہیں یا اس کے پاس کسی نے ایک دکان اور کھول لی اب روتے ہوئے آرہے ہیں کہ صاحب جب سے دوسری دکان کھلی ہے میری تو مارکیٹ خراب ہوگئی ہے، ہزاروں غم ہیں اور اللہ کا راستہ اتنا آسان ہے کہ کام نہ کرو، تجارت میں تو کام کرنا پڑے گا اور اللہ کی محبت میں کوئی کام نہ کرو، بس فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ادا کرلو اور آرام سے بیٹھو یعنی صرف ایک کام کرو کہ رام رام نہ کرو یعنی وہ کام نہ کرو کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو، خوب سوؤ، خوب دوستوں میں سموسے کھاؤ، کینیا کی چائے پیو، خوش طبعی کرو، سمندروں میں نہاؤ مگر طغیانی والے سمندر میں مت نہانا کہیں ڈوب جاؤ، بس اللہ کو ناخوش نہ کرو اور آرام سے رہو۔ دیکھو جہاز پر ائیر ہوسٹس پر نظر مار کر دل کو تڑپانا کہ ہائے میری گھر والی تو ایسی نہیں ہے اور یہ تو ایسی ہے ویسی ہے۔

ایسے ویسے کیسے کیسے ہوگئے
کیسے کیسے ایسے ویسے ہوگئے

میاں! ان چکروں میں کیا پڑے ہو نظر بچاؤ تو یہ سب کچھ بھول جاؤ گے اور نظر بچا کر دل میں کہو کہ یا اللہ جو آپ نے مجھے حلال کی بیوی دی ہے، جو

آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ہم کو عطا فرمائی ہے، ہمارے لیے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی لیلیٰ نہیں ہے۔ اب میرا شعر سنو جو تازہ ہوا ہے بعض لوگوں نے نہیں سنا ہوگا، اپنی بیویوں کے بارے میں ایک شعر پڑھا کرو۔

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من
کہ مرا داده ست او مولائے من

میری بیوی میرے لیے لیلیٰ ہے جو میرے مولیٰ نے مجھے دی ہے اور یہ بھی جنت میں جا کر حوروں سے زیادہ خوبصورت ہو جائے گی۔

نظر بچانے کا غم اللہ کے پیار کا ذریعہ ہے

جو ہر وقت نظر بچانے سے غم اٹھاتا ہے وہ بہت سکون سے رہتا ہے کیونکہ جب ہر وقت غم اٹھاتا ہے تو اللہ کو اس پر رحم آتا ہے کہ ساری دنیا عورتوں کو دیکھ رہی ہے مگر میرا یہ بندہ نظر بچا بچا کر غم اٹھا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کا چما لیتا ہے، پیار لیتا ہے اور کیسے پیار لیتا ہے جیسے ماں اپنے بچے کو کہتی ہے کہ تم کباب مت کھاؤ، آج کل تمہیں دست آ رہے ہیں اور اس کے نو بھائی کباب اڑا رہے ہیں تو وہ رو کے کہتا ہے کہ اماں یہ مجھ پر کیا ظلم ہو رہا ہے، میرے نو بھائی کباب کھا رہے ہیں اور آپ مجھے منع کر رہی ہیں اور رونے لگتا ہے تو ماں اسے گود میں اٹھا لیتی ہے، اپنے دامن سے اس کے آنسو پونچھتی ہے اس کے بعد کہتی ہے کہ بیٹا جب اچھے ہو جاؤ گے تو خوب کباب کھلا دیں گے ایسے ہی اللہ تعالیٰ ان بندوں کے قلب کا پیار لیتا ہے جو زخمِ حسرت اور غمِ تقویٰ اٹھاتے ہیں اور کسی بھی صورت ائیر ہوسٹس سے، جہاز پر، ریلوے اسٹیشن پر، مارکیٹ میں ہر جگہ نظر بچا کے غم اٹھاتے ہیں تو ایسے قلب کا اللہ پیار لیتا ہے، آغوشِ رحمت میں اٹھا کر اس کے آنسوؤں کو اپنے دامنِ رحمت سے پونچھتا ہے۔ اس کے بعد اس کو کیا مزہ آتا ہے میرا شعر سنو۔

ہمارے زخمِ حسرت پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

اور ایسے دلوں پر تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوتے ہیں، مرنے کے بعد یہ فیلڈ نہیں رہے گی لہٰذا غنیمت جان لو اور زندگی کی ہر سانس کو اللہ پر فدا کرنا سیکھ لو ان شاء اللہ تعالیٰ سارے عالم کا مزہ پا جاؤ گے۔

جب میں مڈل اسکول میں پڑھتا تھا تو بعضے ہل جوتنے والے ایک شعر پڑھتے جاتے تھے، میں سوچتا تھا کہ یہ جاہل لوگ ہیں مگر شعر کیسا بہترین پڑھتے ہیں۔ وہ شعر تھا ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن　　دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن

سوئے زلفش گہہ نظر کردن و رویش دیدن　　گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

یہ ایک اللہ والے کا کلام ہے، یہاں جاناں سے مراد شیخ ہے کہ شیخ کے کالے بالوں کو دیکھ کر اللہ کی تجلیاتِ اسود کا مشاہدہ کرو، اس کا تعلق روح سے ہے، روح کو اندھیرے میں زیادہ فیض ہوتا ہے اس لیے اکثر روشنی بند کر کے ذکر کیا جاتا ہے، سیاہ زلفوں میں تجلیاتِ قبض ہے اور چہرے پر تجلیات بسط کا مشاہدہ ہے یعنی عالمِ عشق کے شب و روز دیکھتا ہوں، جب محبوب شیخ کے کالے بال دیکھتا ہوں تو عالم عشق کی شب میں آجاتا ہوں اور جب چہرہ دیکھتا ہوں تو عالم عشق کے دن کا مشاہدہ ہوتا ہے، گویا سورج نکل آتا ہے، دن اور رات دونوں کے تجلیاتِ لیلیہ و نہاریہ دیکھتا ہوں۔

محبت الٰہیہ سایۂ عرش دلائے گی

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو دو آدمی اللہ کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں گے ان کو عرش کا سایہ ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہوگا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، تو اللہ والی محبت سے عرش کا سایہ ملے گا اور جس کو عرش کا سایہ ملے گا وہ بے حساب بخشا جائے گا۔

اس کی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عجیب و غریب عطا فرمائی ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ بتاؤ

کیسی دلیل ہے یہ؟ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ عرش میں بلائیں گے تو وہاں حساب نہیں ہوگا بے حساب جنت میں جاؤ گے کیونکہ قیامت کے دن جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا۔ تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا اور جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہ ہوگا لہٰذا بے حساب جنت چاہتے ہو تو اللہ والوں سے محبت کرو۔

اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کر چکا ہوں۔ مجھے بچپن ہی سے اللہ والوں سے اتنی محبت تھی کہ تین سال تک میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں عصر کے بعد سے لے کر گیارہ بجے رات تک رہتا تھا پھر شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پھولپور میں۔ مولانا سلمان نے دیکھا ہے کہ پھولپور بالکل جنگل تھا اور میری جوانی کا عالم تھا اور حضرت ستر سال کے بوڑھے تھے، کوئی نوجوان لڑکا اپنی جوانی ایک بوڑھے کے ساتھ گذار سکتا ہے؟ مگر جب حضرت اللہ کہتے تھے تو مجھے اتنا مزہ آتا جیسے دنیا سمٹ کر میرے شیخ کے قدموں میں آگئی ہو۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن تھے اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

یہ میرا شعر ہے اپنے شیخ کے بارے میں۔

اللہ والوں کے انوارِ قلب انکے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں

کوئی اللہ والا کہیں مل جائے تو سمجھ لو وہ اکیلا نہیں ہے وہ حاصلِ دو جہان ہے کیونکہ خالق دو جہاں کو لیے ہوئے ہے۔ اور اس کے دل میں اللہ کی عبادت کا نور ہے۔ جب عبادت کا نور دل کے اندر بھر جاتا ہے تو قلب سے چھلکنے لگتا ہے۔ علامہ آلوسی سِيۡمَاهُمۡ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کے انوارِ قلب جب دل سے چھلک کر چہرے سے جھلکنے لگے اور آنکھوں سے ٹپکنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سِيۡمَاهُمۡ فِيۡ وُجُوۡهِهِمۡ ان کے چہروں پر ان کے باطن کے انوارات کی علامات موجود

ہوتی ہیں۔علامہ آلوسی نے سِیۡمَا کی تفسیر کی ہے کہ سِیۡمَا کیا چیز ہے؟

سِیۡمَا ہُوَ نُوۡرٌ یَّظۡہَرُ عَلَی الۡعَابِدِیۡنَ یَبۡدُوۡ مِنۡ بَاطِنِہِمۡ عَلٰی ظَاہِرِہِمۡ

سیما ایک نور ہے جو عبادت کرنے والوں کے جسم پر ان کے باطن سے ظاہر ہوتا ہے، جب باطن بھر جاتا ہے تو چھلک کر آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے اور چہرے سے جھلکنے لگتا ہے۔

نگاہِ اولیاء کی کرامت

تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ کے بیٹے، جنہوں نے چودہ سال میں تفسیر موضح القرآن لکھی اور جس پتھر پر ہاتھ سے ٹیک لگا کر لکھتے تھے اس پتھر پر گڑھا پڑ گیا تھا، تو کئی گھنٹے عبادت کے بعد جب وہ باہر نکلے تو ایک کتا بیٹھا تھا اس پر نظر پڑ گئی۔ اس کتے کی یہ حالت ہوگئی کہ دِلّی میں جہاں جاتا تھا ساری دِلّی کے کتے اس کے پاس ادب سے بیٹھتے تھے۔ آہ! یہ اللہ کا نور ہے، مخلوق کا نور نہیں ہے، قلب سے آنکھوں میں آیا اور آنکھوں سے کتے پر پڑا، آنکھوں کا نور شعاعِ بصریہ کے ساتھ ایک کتے پر پڑ گیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتوں کا مزاج یہ ہے کہ دوسرا کتا ان کے پاس چلا جائے تو بھونکنے لگتے ہیں اور جب تک وہ کتا دونوں ٹانگوں کے بیچ میں دم نہ دبا لے، علامت شکست نہ پیش کرے چھوڑتے نہیں ہیں لیکن اس کتے کو اللہ نے وہ عزت دی کہ پوری دِلّی میں جہاں جاتا تھا سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے گویا کہ کتوں کا پیر بن گیا تھا۔ اصحابِ کہف کا جو کتا تھا قطمیر، اس کے لیے علامہ

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی، سترہ سال شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی اور اب شیخ ومرشد مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کی نظر پڑ رہی ہے۔ حضرت جب کراچی آتے ہیں پھر میں گھر میں نہیں رہتا، جہاں جہاں حضرت جاتے ہیں میں حضرت کے ساتھ رہتا ہوں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ بھئی شیخ کے ساتھ کہاں تک جاؤ گے؟ میں نے کہا کہ کراچی سے خیبر تک، جب میرا شیخ باڈر کراس کرے گا تو مجبوری ہے۔

تو اہل اللہ سے محبت کرنا جنتی ذوق ہے، جنتی ہونے کی علامت ہے۔ اللہ فرمائیں گے کہ جنت میں جا تو رہے ہو لیکن فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پہلے میرے عاشقوں سے ملو، حامل نسبتِ الٰہیہ، حاملِ تجلیاتِ الٰہیہ، حامل خالق جنت جو بیٹھے ہیں پہلے ان سے ملو، حوریں اور جنت مخلوق ہے اور وہ خالق کو دل میں لیے بیٹھے ہیں لہٰذا جنت کو بعد میں دیکھنا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جنت مکان ہے اور اہل اللہ اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ تو جب افضل اور فاضل دو چیزیں ہوں تو پہلے افضل کو لیں گے لہٰذا افضل کی ملاقات پہلے ہے۔

نصابِ ولایت

اگر تین چیزیں ہوں تو آدمی ولی اللہ بن جائے گا:

(۱)...... شیخ کی صحبت جو وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صحابہ کو بھی وقت دیجیے، ان کے پاس رہیے چاہے اس کے لیے آپ کو تکلیف اُٹھانی پڑے لیکن آپ صبر کیجیے اور اپنے پھول سے ان کو خوشبودار کر دیجیے کیونکہ آپ کی صحبت سے ہمیں اسلام پھیلانا ہے:

(۲)...... یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ ذکر بھی کرو، اللہ کا نام بھی لو تا کہ اللہ تک پہنچ جاؤ کیونکہ اللہ کے نام میں میگنٹ ہے، جو میگنٹ پیدا

کرتا ہے کیا اس کے نام میں میگنٹ نہیں ہوگا؟ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچاتا ہے، اللہ اللہ کرنا ہمیں اللہ تک پہنچاتا ہے۔ تو دو چیزیں ہو گئیں، شیخ کی صحبت اور ذکر اللہ، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جارہا ہے کہ وَاصْبِرْ آپ صحابہ کے ساتھ صبر کرکے رہیے کیونکہ یہ لوگ ہمارا ذکر کررہے ہیں، ہم آپ کو غیروں کے پاس بیٹھنے کو نہیں کہہ رہے ہیں، آپ میرے عاشقوں میں بیٹھئے۔

(۳)............ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ان صحابہ کے قلب میں میں مراد ہوں، يُرِيْدُوْنَ مضارع ہے جس میں دو زمانے ہوتے ہیں حال اور استقبال، کیا مطلب؟ کہ ان کے دل میں اس وقت بھی میری ذات مراد ہے، یہ محض کھانے پینے والے نہیں ہیں، میں ان کا مراد ہوں۔ اصلی مرید وہ ہے جس کے دل میں اللہ مراد ہو، اللہ کے سوا کوئی غیر اللہ مراد نہ ہو۔ جو شیخ کے ساتھ رہے وہ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہ لائے کہ شیخ کے ساتھ سفر کروں گا اور طرح طرح کے شہر دیکھوں گا، طرح طرح کی شکلیں دیکھوں گا، شیخ کے پاس صرف اس لیے رہو کہ ہم کو اللہ مل جائے۔ اور مضارع میں دوسرا زمانہ مستقبل کا ہے یعنی آئندہ بھی یہی ارادہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو مل جائے تو ان شاء اللہ ایک دن اللہ مل جائے گا۔

احکامِ الٰہیہ عین رحمتِ الٰہیہ ہیں

میراث کا مسئلہ ہے کہ لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کا ایک حصہ ہے؟ یورپ والے کافر اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام کا یہ حکم ظلم ہے کہ میراث میں لڑکے کو دو اور لڑکی کو ایک حصہ دیتے ہیں، اس کی سب تفصیل میری کتاب ''مواہبِ ربانیہ'' میں ہے۔ اور یہ مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب کو عطا ہوا کہ یہ ظلم نہیں ہے عین رحمت ہے کیونکہ لڑکوں پر دو ذمہ داریاں ہوتی ہیں ایک اپنی روٹی، کپڑا اور مکان اور دوسری بیوی کی روٹی، کپڑا اور مکان اور لڑکیوں کا روٹی، کپڑا اور مکان شوہر کے ذمہ ہے۔ لیکن عورت کے پاس بھی تھوڑے بہت پیسے ہونے چاہئیں تا کہ اگر اس کے ماں، باپ

بہن، بھائی یا کوئی اور خاندان والا ملنے آجائے تو اس کی خاطر تواضع کر دے، اپنے ذاتی پیسے سے مرنڈا وغیرہ پلا دے اور اسے شوہر سے پیسہ مانگتے ہوئے شرم نہ آئے، بعضے شوہر بخیل ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ جب دیکھو تمہارے خاندان والے یہاں پڑے رہتے ہیں اور تم ہماری محنت کی کمائی خرچ کرتی رہتی ہو تو اللہ نے میراث میں عورت کا بھی ایک حصہ رکھ دیا تا کہ اپنے اعزا و اقرباء کو اپنے پیسوں سے کھلائے پلائے لیکن جس پر ڈبل فکر تھی اس کو ڈبل حصہ دیا اور لڑکی کا ایک حصہ رکھ دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا عین عدل ہے۔ اس جواب پر یورپ والے خاموش ہو جاتے ہیں۔

ایک عیسائی نے مجھ سے پوچھا کہ اسلام میں زِنا کیوں حرام ہے؟ اب اس کے لیے کافروں کو قرآن سے تو دلائل نہیں دے سکتے کیونکہ قرآن پر ان کا ایمان ہی نہیں ہے اس لیے وہ قرآنِ پاک سے دلائل نہیں مانتے لہٰذا میں نے ایک جملہ کہہ دیا جس پر وہ خاموش اور ٹھنڈا ہو گیا، خالی خاموش نہیں ہوا ٹھنڈا بھی ہو گیا۔ میں نے کہا کہ زِنا اس لیے حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے بندے حرامی پیدا ہوں۔ کہیے جناب یہ کیسا جواب ہے! بس خاموش ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ آج کسی انگریز سے پوچھو کہ تیرے باپ کا کیا نام ہے تو وہ بہت زور سے چلا کر کہتا ہے کہ شٹ اپ (Shutup) خاموش۔ کسی نے پوچھا کہ بھئی تم نے شٹ اپ کیوں کہا؟ تو کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ میری ماں کا شٹر کھلا ہوا تھا، وہ دولت مشترکہ تھی، روزانہ اس کے پاس آٹھ دس انگریز آتے تھے، اب مجھے کیا پتہ کہ میں کس کا ہوں۔ اس لیے ہر انگریز اپنے کو حرامی سمجھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں ماں باپ کی محبت نہیں ہوتی، والدین کی جو محبت ہمارے ایشیا میں ہے وہ یورپ میں نہیں ہے، ایشیا کا چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو لیکن زنا سے وہ بھی بچتا ہے، ہندو بھی اس کا خیال رکھتا ہے۔ تو جب رگوں میں ماں باپ کا خون نہ ہو تو ان سے محبت کیسے ہو۔

میں نے برطانیہ میں انگریزوں کو دیکھا کہ وہ پارک جہاں ہم صبح سویرے نماز کے

بعد تازہ آکسیجن کے لیے ٹہلتے تھے تو انگریز بھی اپنے کتوں کو ٹہلاتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں دستانے بھی پہنے ہوتے تھے تا کہ اگر کتا پاخانہ کرے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر ڈسٹ بن میں ڈال دیں کیونکہ وہاں راستوں میں گندگی پھیلانا سخت جرم ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت الٰہیہ

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطا فرمایا کہ اُمت کے سارے صحابہ، سارے ابدال، سارے غوث واقطاب میں کسی کی معیتِ الٰہیہ منصوص من اللہ نہیں ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق مع اللہ منصوص من اللہ ہے، کیونکہ ان کا تعلق مع اللہ قرآنِ پاک میں نازل ہوا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا تھا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا پس جس کے تعلق مع اللہ کا وحی الٰہی سے ثبوت مل جائے اس میں شک کرنا کفر ہے۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر کے تعلق مع اللہ میں شک کرنا کفر ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب حضرت صدیق اکبر نے مرتدین سے جہاد کا اعلان کیا تو کسی صحابی کو اس وقت جہاد کے متعلق شرح صدر نہیں تھا۔ اس وقت ایک صحابی نے بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی آپ کے موافق نہیں تھی، اس وقت حضرت صدیق اکبر نے اپنی تلوار نکالی اور اکیلے جہاد کے لیے چل دیئے فَاَخْرَجَ سَیْفَہٗ وَ خَرَجَ وَحْدَہٗ اور فرمایا کہ اگر آپ لوگ میرا ساتھ نہیں دیں گے تو مجھے کوئی غم نہیں، میں تنہا جہاد کروں گا کیونکہ اے عمر، اے عثمان، اے علی اور اے جملہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا تمہارے لیے نازل نہیں ہوئی۔ غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے صدیق کے اور کوئی نہیں تھا، یہ آیت میرے لیے نازل ہوئی، میرا تعلق مع اللہ منصوص من اللہ ہے۔ اللہ میرے ساتھ ہے لہٰذا میں اکیلے جہاد کروں گا۔ پس تمام صحابہ کو اسی وقت شرح صدر ہو گیا اور حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر عرض کیا شِمْ سَیْفَکَ لَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ اپنی تلوار کو میان میں رکھ لیجئے اور ہم لوگوں کو اپنی جدائی سے غمگین نہ کیجئے

اور یہ وہی جملہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا جب حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھ سے آپ کا خون نہیں دیکھا جاتا اور تلوار نکال لی اور کہا کہ یا آج میں کسی کافر کو نہیں چھوڑوں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھپٹ کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا شِمْ سَیْفَکَ لَا تُفْجِعْنَا بِنَفْسِکَ اے صدیق! اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے اور اپنی جدائی سے مجھے غمگین نہ کر۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جانِ پیغمبر جانِ صدیق کی عاشق ہوتی ہے، صدیق کی جانِ محبوب جانِ نبوت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صدیق کا درجہ شہید سے افضل ہے کیونکہ نبی کسی اُمتی کو درجۂ فضیلت سے محروم نہیں کرسکتا لیکن چونکہ صدیق شہید سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ نے افضل کو فاضل ہونے سے روک لیا اور صدیق افضل کیوں ہوتا ہے؟ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ صدیق کارِ نبوت کی تکمیل کرتا ہے اسی لیے مِنَ النَّبِيِّيْنَ کے بعد وَالصِّدِّيْقِيْنَ ہے وَالشُّهَدَاءِ بعد میں ہے۔ صدیق ایک لحہ کے لیے اللہ کو ناراض نہیں کرتا وہ زندہ شہید ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اسی مقام کو بیان فرمایا۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے
ہمیں تو ہے اس سے بڑھ کے رونا کہ دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

اور مولانا رومی نے اسی کی سند میں یہ شعر پیش کیا۔

اے بسا! زندہ شہیدے معتمد

اے دنیا والو! بہت سے اللہ کے عاشق زندہ شہید ہیں، اگرچہ گردن پر سر موجود ہے، زندہ ہیں اور کارِ نبوت انجام دے رہے ہیں لیکن باطناً شہید ہیں کیونکہ اپنی بُری

خواہش کو شہید کرتے رہتے ہیں، ان کی شہادت معتمد ہے پس اگر سب بڑے بڑے علماء شہید ہو جائیں تو دین کیسے رہے گا۔ اس لیے بڑے علماء کو جہاد میں شہید ہونے کے لیے صفِ اوّل میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو جہاد میں پیش پیش رہتے تھے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی کفالت فرمائی تھی وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہوتے ہی پہرہ بھی ہٹا دیا کہ اب پہرہ مت دو۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمالی۔

تو جب حضرت صدیق اکبر نے تلوار اُٹھائی تو سب صحابہ نے کہا کہ اب ہم کو شرح صدر ہو گیا کہ آپ حق پر ہیں لہٰذا ہم سب آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ایمان کسی کا نہیں تھا لیکن یہ ایمان ملا کیسے؟ صرف فداکاری، ادب اور وفاداری سے۔ سرورِ عالم، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان سے بڑھ کر کوئی فدا نہیں ہوا تو ان سے بڑھ کر کوئی خدا پر بھی فدا نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان کتنا قوی تھا لیکن فدا کاری اور وفاداری اور جان و مال پیش کرنے میں وہ کبھی حضرت صدیق اکبر سے آگے نہ بڑھ سکے، ہمیشہ صدیق اکبر اوّل آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جب تک شیخ پر عاشق نہیں ہو گے اللہ پر عاشق نہیں آسکتی، جس کو شیخ پر فدا ہونا نصیب نہیں ہو گا اس کو اللہ پر فدا ہونا بھی نصیب نہیں ہو گا۔ اُمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو ان سے بڑا اللہ کا بھی کوئی عاشق نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صدیق کو اتنا اونچا مقام جو حاصل ہوا کہ ان کا ایمان اور ان کا تعلق مع اللہ سارے صحابہ کے ایمان سے زیادہ قوی ہے، میری اُمت کے صحابہ کا اور تمام نبیوں کے صحابہ کا ایمان اگر ترازو کے ایک پلّہ میں رکھا جائے اور

صدیق اکبر کا ایمان دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو میرے صدیق کے ایمان کا پلہ بھاری ہو جائے گا، میرے صحابہ کا ایمان اور تمام انبیاء کے صحابہ کا ایمان میرے صدیق کے ایمان کو نہیں پا سکتا۔

علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ المتقین میں بکر بن عبداللہ المزنی کا قول نقل کیا ہے

مَا فَضَلَ اَبُوْبَکْرٍ النَّاسَ بِفَضْلِ صَلٰوۃٍ وَّ بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَّلَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ وَّفَتْوٰی وَّ کَلَامٍ وَّلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُّقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ

میں الف لام استغراق کا ہے لہٰذا اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام نبیوں کے اصحاب شامل ہیں یعنی غیر نبی سب اس میں شامل ہیں، نبی شامل نہیں ہیں کیونکہ نبی دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں وہ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ تو ہیں مگر یُوْحٰی اِلَیَّ سے وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز ہیں۔ پس انبیاء کے ایمان کو کوئی امتی نہیں پا سکتا اس لیے یہاں ''النَّاس'' سے تمام غیر نبی مراد ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق تمام انسانوں پر کثرتِ عبادت کی وجہ سے فضیلت نہیں دیے گئے۔ بعض صحابہ ان سے کہیں زیادہ عبادت کرتے تھے لیکن حضرت صدیق اکبر سے افضل نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ وجہ فضیلت ان کی عبادت نہیں ہے۔

آہ! آج کل لوگ پوچھتے ہیں کہ پیر صاحب رات کو کتنی عبادت کرتے ہیں، کتنا ذکر کرتے ہیں، ان کا وظیفہ کیا ہے لیکن کسی کی کثرتِ عبادت سے اس کی ولایت کا فیصلہ نہ کیجئے۔ ولایت کی بنیاد تقویٰ ہے۔ بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا جو نفلی حج و عمرہ کرنے والے، دعائیں بہت دیر تک رونے والے لیکن گناہ کبیرہ میں عادۃً مبتلا رہنے کا اقرار خود انہوں نے کیا۔ لہٰذا کثرتِ عبادت ولایت کا معیار نہیں۔ یہ دیکھو کہ اس کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو رہی ہے یا نہیں اور اللہ کو ناراض کر کے کوئی سانس حرام لذت تو درآمد نہیں کر رہا ہے۔ اگر وہ ہر وقت اللہ پر جان کی بازی لگا رہا ہے تو وہ بازِ شاہ ہے پھر اس بازِ شاہی کی شاہبازی دیکھو کہ یہ اللہ پر کس طرح فدا ہوتا ہے۔

دوستو! کیا کہوں، کس دردِ دل سے میں اس مضمون کو بیان کروں کہ بعض اللہ کے عاشقین ایسے ہیں کہ جن کی روح ہر لحہ اللہ پر فدا ہوتی ہے اور ان کا جسم ہمارے آپ کے اندر بیٹھا ہوا نظر آتا ہے لیکن ان کی فداکاری مخلوق کی نظر سے مخفی رہتی ہے۔ بظاہر وہ ہم میں ہنستے بولتے ہیں لیکن ان کی روح ہر لحہ خدا پر فدا رہتی ہے جیسے چھوٹا بچہ ماں سے لپٹ کر دونوں ہاتھوں سے ماں کی گردن پکڑے ہوئے دودھ پیتا رہتا ہے اسی طرح بعض بندے مرتبۂ روح میں اللہ تعالیٰ سے اسی طرح چمٹے ہوئے ہیں کہ اللہ کے قُرب کی لذت کا دودھ پیتے رہتے ہیں، وہ باعتبارِ روح کے اللہ سے لپٹے ہوئے ہیں مگر ان کا جسم ہمارے آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور جس طرح ماں سے لپٹے ہوئے چھوٹے بچے کو کوئی دشمن پاؤں پکڑ کر کھینچے تو بچہ پہلے تو ماں سے اور چمٹتا ہے، ہاتھ پیر چلاتا ہے، اپنی پوری قوت سے کوشش کرلیتا ہے کہ ماں سے الگ نہ ہو لیکن جب اپنی کوشش کو ناکام دیکھتا ہے کہ کھینچنے والا اقوی تر ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ مجھے کھینچ کر میری ماں سے جدا کردے گا تو چلاتا ہے کہ اماں بچاؤ، یہ مجھے آپ سے الگ کررہا ہے اسی طرح اللہ کے عاشق اور باوفا بندے وہ ہیں جو دل و جان سے پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ کسی حسین کے ہاتھوں اغوا نہ ہوجائیں، کوئی حسین ان کو اپنی طرف نہ کھینچ لے وہ ہر لحہ اللہ کے وفادار اور فداکار ہیں اور ایک لحہ کو بھی اپنے مالک کو ناراض کرکے حرام لذت کو اینٹھنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ جب کوئی حسین نظر آنے لگے تو ان کے قلب میں بے چینی شروع ہوجاتی ہے کہ آہ! میرے ایمان کا فتنہ گر آرہا ہے، یہ ستم گر میرے دین پر ڈاکہ ڈالنے آرہا ہے۔ اے اللہ مجھے بچائیے۔

لیکن جب کمزور پڑنے لگتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس حسین کا خیال بار بار ستا رہا ہے تو پھر وہ روتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے خدا ہم ان حسینوں کے مقابلہ میں نفس و شیطان سے کمزور پڑ رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ ہم کو آپ سے جدا کرکے کسی گناہ میں مبتلا کردیں لہٰذا آپ اپنی غیر محدود طاقت سے ہمیں جذب کرکے

ان دشمنوں کی محدود طاقت کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمایئے۔ یہ نعمت تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور فداکاری جسے حاصل ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت کی وجہ کثرتِ عبادت نہیں ہے لہٰذا اگر سمجھنا ہے کہ کون کتنے اونچے درجہ کا ولی اللہ ہے تو کثرتِ عبادت کو نہ دیکھو بلکہ اس کی استقامت علی التقویٰ دیکھو کہ نہ حسینوں سے، نہ مال و دولت سے، نہ تخت و تاج و سلطنت سے بکتا ہو نہ عالم کے چاند و سورج اسے خرید سکیں تب سمجھ لو کہ یہ شخص اللہ والا ہے۔

تو حضرت صدیق اکبر کو جو فضیلت حاصل ہوئی وہ بِفَضْلِ صَلَاۃٍ نہ کثرتِ نماز و عبادت کی وجہ سے ہے، بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ نہ روزوں کی کثرت کی وجہ سے ہے وَلَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ نہ کثرتِ روایت کہ وجہ سے ہے، علماء حضرات جانتے ہیں کہ ان کی روایات بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وَفَتْوٰی وَکَلَامٍ اور نہ فتوؤں کی کثرت کی وجہ سے ہے، ان کے فتاویٰ بھی زیادہ نہیں ہیں وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُّقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ لیکن ان کے سینہ میں ایک چیز تھی جس کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوا ہے اور وہ ہے اللہ اور رسول پر جان قربان کرنے کا جذبہ۔ صدیقیت محبت کا اعلیٰ مقام ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت الٰہیہ اور تعلق مع اللہ آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا سے منصوص من اللہ ہے اور یہ شرف سوائے ان کے کسی اور امتی کو حاصل نہیں۔

اچھا اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ میری حاضری کو اور میرے احباب جو یہاں بیٹھے ہیں اور جو چلے گئے اور احبابِ غائبین کو، میری اولاد و ذریات کو، آپ سب کو، آپ کے خاندان و اولاد کو جذب فرما کر نسبتِ اولیائے صدیقین کی خط انتہا تک اپنی رحمت سے بلا استحقاق محض اپنے کرم سے پہنچا دے اور

اللہ سے اللہ کو مانگ لو

دوستو! اسی لیے بتا رہا ہوں کہ زندگی کا مزہ لوٹ لو، اگر اولیاءِ صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچے بغیر مر گئے تو گویا اللہ کی دوستی میں کم تر درجہ پر مرے تو کم تر کیوں رہو، جب کریم مالک سے پالا پڑا ہے جس سے جو مانگو دیتا ہے اور ہم اُن سے اُنہیں کو مانگ رہے ہیں، ولایتِ صدیقیت کی مراد کیا ہے کہ اللہ کو پورا پورا خوش کرلیں تو جب ہم اللہ سے اللہ ہی کو مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔

اس کی ایک مثال سن لو۔ ایک بیٹا اپنے باپ سے کہتا ہے کہ مجھے مرسڈیز دے دو، مجھے اپنا پٹرول پمپ دے دو، غور سے سنئے! وہ کہتا ہے مجھے اپنا فلاں باغ دے دو، فلاں بلڈنگ دے دو، فلاں فیکٹری دے دو اور ایک بیٹا کہتا ہے ابا ہمیں کچھ نہیں چاہیے ہمیں آپ چاہئیں، آپ ہم سے خوش ہو جایئے، ہم آپ سے آپ ہی کو مانگتے ہیں، آپ ہم سے خوش ہو جایئے تو یقین سے کہتا ہوں کہ باپ اس بچے کو زیادہ دے گا جو اس سے یہ کہے گا کہ ہم آپ کی خوشی مانگتے ہیں بہ نسبت اوروں کے، ان کو مطلبی یار قرار دے گا کہ یہ لڑکا عاشقِ مرسڈیز ہے، عاشقِ فیکٹری ہے، عاشقِ جائیداد ہے لیکن عاشقِ پدر نہیں ہے اور دوسرے بیٹے کو شاباشی دے گا کہ تم باپ کے عاشق ہو تو اللہ سے سب مانگنا جائز ہے مگر جائز مانگ کر کے آخر میں اعلیٰ چیز مانگ لو کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کو مانگتا ہوں تا کہ اللہ ہم کو وفادار قرار دے کہ میرا بندہ اپنی ضرورت کی وجہ سے جائز حاجتیں بھی مانگتا ہے مگر آخر میں یہ کہتا ہے کہ اے اللہ میں آپ سے آپ ہی کو مانگتا ہوں، اگر آپ مل جائیں تو سب کچھ مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جس کو اللہ نہیں ملا وہ ظالم محروم مرا۔

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مولانا گاروی نے آج میری اس مجلس میں شرکت فرما کر میرے قلب کو مسرور کر دیا یہ میری آخری نصیحت ہے کیونکہ میں زندگی کے اس مقام پر ہوں کہ اب آگے کا کچھ نہیں پتہ ستر سے اوپر ہونے کے بعد ایکسٹینشن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ کے فضل ورحمت سے اختر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش میں بالغ ہوا، مولانا ایسی شخصیت تھے کہ بڑے بڑے علماء یہاں تک کہ میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا اور مفتی محمود الحسن صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں پورے ہندوستان میں ان سے بڑا کوئی صاحبِ نسبت نہیں ہے۔ تو تین سال اختر کو اللہ نے ایسے بڑے بزرگ کے ساتھ رکھا اور سترہ سال شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رکھا، یہ بتاؤ کہ جب دو دریا ملتے ہیں تو دریا کا پاٹ بڑھتا ہے یا نہیں؟ یا ویسا ہی رہتا ہے اور تیسرا دریا ہردوئی کا جب ملا تو اتنا طوفان آیا کہ گیٹ اٹھانے پڑے جیسے دریا میں پانی بڑھ جاتا ہے تو بند کے گیٹ اُٹھانے پڑتے ہیں تاکہ اضافی پانی نکل جائے اور بند کو نقصان نہ پہنچے۔

پہلے میں تقریر نہیں کرتا تھا، چالیس سال کی عمر تک میں نے کوئی تقریر نہیں کی، خاموشی سے حضرت پھولپوری کی بات لکھتا تھا پھر جب حضرت والا ہردوئی کا دریا ملا تو گیٹ اُٹھ گئے جیسے یہاں ساؤتھ افریقہ میں سیلاب آیا تھا تو سب گیٹ اٹھا دیئے گئے تھے ورنہ پل بہہ جاتا، میں نے خود جا کر بہ چشم دید دیکھا تھا۔

جہاں دو دریا ملتے ہیں اسے سنگم کہا جاتا ہے اور جہاں تین دریا ملتے ہیں اسے تربینی کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے صدقہ میں اختر کے سینہ میں تین بزرگوں کے دریاؤں کی تربینی ہے۔

خود میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے بنگلہ دیش میں میری تقریر شروع ہونے پر سارے علماء کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس مت بیٹھو، جاؤ! اب اختر تم لوگوں کو بریانی کھلائے گا۔ تو میری تقریر کا نام میرے شیخ نے بریانی رکھا

ہے۔ کیوں بھئی بریانی کا مزہ آیا کہ نہیں؟ شیخ مرید کو ایسے ہی نہیں کہتا، اللہ کی طرف سے اس کی زبان بولتی ہے۔ آج میں نے بعض دوستوں کو روک لیا تھا لیکن میرا دل ایمان اور دیانت کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ دردِ دل منتقل ہو جائے گا تو پھر بخاری شریف کا درس صحیح معنوں میں درس ہوگا۔

محبتِ الٰہیہ کا انعام

اور جو آپس میں اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں اللہ ان سے کہے گا کہ تم لوگ آپس میں میری وجہ سے محبت کرتے تھے اب حساب کے میدان میں کیوں پریشان ہو؟ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ اے وہ لوگو! جو آپس میں میری وجہ سے محبت کرتے تھے آجاؤ میرے عرش کے سائے میں۔

جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا تو بتاؤ ہم سب کی یہ محبت اللہ والی ہے یا نہیں؟ تو جب اللہ تعالیٰ اعلان کرے گا کہ میری وجہ سے آپس میں محبت کرنے والو میرے عرش کے سائے میں آجاؤ۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا تو جب خدا سائے میں بلا رہا ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں حساب نہیں ہوگا۔

تو اللہ والی محبت کو نعمت سمجھو، اس کو معمولی مت سمجھو، چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنی اللہ والی محبت کو نقصان نہ پہنچنے دو، پیر بھائیوں میں بھی آپس میں محبت رکھو، ایک دوسرے سے ملتے رہو۔ دیکھو جب ابا دیکھتا ہے کہ میرے بچے محبت سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ابا خوش ہوتا ہے یا نہیں؟ تو ربا بھی خوش ہوتا ہے جب دیکھتا ہے کہ میرے بندے آپس میں محبت سے ملتے ہیں۔ اگر اللہ کو دور دور رہنا اچھا لگتا کہ ہر بندہ دور دور رہے اور خوب دعا مانگے اور نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ مسجد میں جماعت کی نماز واجب نہ کرتا۔

اب ایک مسئلہ بتاتا ہوں کہ اگر مسجد پندرہ منٹ کی پیدل مسافت پر ہے تو

ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنایا کیونکہ دشمن کی وجہ سے آدمی اللہ سے زیادہ رجوع ہوتا ہے اور آہ وفریاد کرتا ہے اور اللہ اپنی قدرت بھی دکھانا چاہتا ہے کہ ہم اپنے پیاروں کے دشمنوں کو کس طرح برباد کرتے ہیں جیسے ابو جہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ستایا۔

ولی اللہ بننے کے چار نسخے

چار باتیں بتا رہا ہوں، ان کو بھول مت جانا:

(۱)............اہل اللہ کی مصاحبت

اگر شیخ قریب نہ ہو تو اس کی کتاب سنو سناؤ اور پیر بھائیوں کے پاس بیٹھو، اگر بابا نہ ہو تو بھائیوں کے پاس بیٹھنے سے بابا کی یاد آئے گی۔

(۲)............ذکر اللہ پر مداومت

شیخ نے جو ذکر بتایا ہے اس میں ناغہ نہ کرو خاص کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ناغہ نہ کرو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ سستی نہیں آئے گی اور گناہ چھوڑنے کی توفیق ملے گی، باقی ذکر جو بتایا ہے اس کو بھی ادا کرو، بیماری یا کمزوری ہو تو بتا دیا کہ دس مرتبہ پڑھنے پر سو دفعہ کا ثواب ملے گا، اگر تین سو مرتبہ ذکر بتایا ہے تو تیس دفعہ کر لو تو ہر دس پر سو کا ثواب ملے گا ان شاء اللہ۔

(۳)............گناہوں سے مباعدت

گناہوں کے اسباب سے بھی دور رہو، جس کی خوب ڈاڑھی مونچھ نہ ہو ایسے کسی لڑکے سے پیر مت دبواؤ۔ ایک شخص نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کس عمر کے نوجوانوں سے احتیاط کرنا چاہیے فرمایا کہ جس نوجوان سے بات کرنے میں

نفس کو مزہ آئے اور اس کو لپٹانے کو دل چاہے، اگر نفس کو ذرا بھی مزہ آئے تو اس سے ہوشیار ہو جاؤ، اس سے دور ہو جاؤ، اس سے بات چیت بھی نہ کرو۔ یہ اس زمانے کے مجدد کی بات ہے۔ مولانا رومی نے تو بتایا تھا کہ دو تین بال اگر آجائیں تو احتیاط کی ضرورت نہیں ہے لیکن اب تین ہزار بال پر بھی لڑکے پکڑے گئے۔ اس لیے اس زمانے کے مجددین اور بزرگانِ دین اور ان کے غلاموں کی بات سن لو، ہر اُس نوجوان سے دور رہو جس کو دیکھ کر دل چاہے کہ اس کو لپٹالو، چمالے لو، معانقہ کرلو، آگے سوا بینڈ سو بھی ہے۔

(۴)............اتباعِ سنت پر مواظبت

ہر کام کو سنت کے مطابق کرو۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے کہا کہ سنت کے اس نمبر کا بیان تو پہلے ہونا چاہیے، میں نے کہا کہ موقوف علیہ پہلے ہے بخاری شریف بعد ملتی ہے اسی طرح پہلے کے تین نمبروں پر عمل کرنے سے آپ کے اندر سنت کی محبت پیدا ہوگی لہٰذا ہر عمل میں دیکھو کہ سنت کیا ہے تو طریقِ سنت پر فدا رہو، یہ ساری زندگی کا سبق ہے۔

بس یہ چار کام جو کرلے گا سو فیصد یقین سے کہتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ولی اللہ ضرور ہو جائے گا اور ایسا ولی ہوگا کہ ولی ساز بھی ہوگا، اس کی برکت سے دوسرے بھی ولی بنیں گے۔ یہ چار نمبر نوٹ کرلو اور انگریزی میں اس کو کنورٹ کر کے پورے افریقہ میں پھیلا دو اور اس کا نام ہوگا "ولی اللہ بننے کا نسخہ" بس یہ آخری شب کی چار نصیحتیں ہیں۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اختر کو بھی عمل کی توفیق دے اور میری اولاد کو بھی اور آپ سب دوستوں کو اور آپ سب دوستوں کی اولاد کو بھی۔ اولاد کو بھی نیک بنانا فرض ہے، یہ نہیں کہ ان کو شاندار کپڑے پہنا دیئے، مرسڈیز دے دی اور بکرے کی گول گول بوٹی کھلا دیں۔ یہ باپ کی محبت نہیں ہے، ان کو اللہ والا بناؤ ورنہ قیامت کے دن گردن پکڑ کر کہیں گے کہ بابا نے اچھے کپڑے پہنائے اور گول بوٹی ہم کو کھلائی، ٹیڑھی میڑھی خود کھائی مگر دین نہیں سکھایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اختر کو،

اس کی اولاد کو، اس کے گھر والوں کو، آپ سب کو، آپ کی اولاد اور گھر والوں کو اور میرے پورے عالم میں غائبین احباب کو بھی اور ان کی اولاد کو بھی اور جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں سب کو جذب کر لے اور ہمارے بچوں کو بھی اور خاندان کو بھی ولی اللہ بنا دے اور ایک لمحہ بھی اپنی ذاتِ پاک کو ناراض کر کے حرام لذت چکھنے کی خبیث عادت سے اے خدا ہم سب کو پاک فرما دے۔

جینے کا مزہ نعمتوں میں نہیں، اللہ پر فدا ہونے میں ہے

دوستو میں کہتا ہوں کہ جینے کا مزہ اللہ پر مرنے میں ہے، سموسہ پاپڑ نعمت تو ہے لیکن اس کے بعد لیٹرین میں کیا مال نکالتے ہو؟ کیا بریانی ویسی ہی خوشبودار رہتی ہے یا رنگ اور بو بدلا ہوا ہوتا ہے تو نعمتیں تو کھاؤ مگر نعمت دینے والے پر مرنے کے لیے کھاؤ، نعمت کو مقصود مت بناؤ۔ اللہ کا نام لو گے تو دل میں دریائے نور پیدا ہو گا، ہر وقت کھانے پینے میں لگے رہو گے تو گو بناتے رہو گے، میں نعمت کی توہین نہیں کر رہا لیکن نعمت دینے والے سے غفلت پر مجھے غصہ آتا ہے کہ نعمتیں کھا کر مولیٰ کو کیوں نہیں یاد کرتے، میں تو کہتا ہوں کہ بادشاہت کے چکر میں بھی مت پڑو۔ سنو! ایک بزرگ کہتے ہیں۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

بولو بادشاہ کے سر میں درد رہتا ہے یا نہیں؟ قانونِ سلطنت سے مجبور ہے کہ دس کلو کا بھاری تاج پہنا ہوا ہے، گرمی کا زمانہ ہے، سر میں درد ہو رہا ہے لیکن وہ مجبور ہے کیونکہ سلطنت کے آداب وقوانین کا پابند ہے، مگر اللہ والوں کے سینے میں اللہ کے نور کا دریا بہہ رہا ہے، اللہ والوں کے دل کے مزے کو اگر بادشاہ جان جائیں تو فوج لے کر حملہ کر دیں لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے پر فوج سے حملہ کر کے اس کے دل کی دولت کوئی نہیں چھین نہیں سکتا، یہ دولت اس کی جوتیاں اٹھانے سے پاؤ گے۔

بس اب دعا کر لیجئے یا کریم، یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ والا بنا دیجئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ اے اللہ! ہم آپ کی خوشی مانگتے ہیں اور جنت مانگتے ہیں وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ اور آپ کی ناخوشی سے پناہ چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اے خدا! اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے دوستوں کے لیے اس گھڑی سے پناہ چاہتا ہے جس میں حسینوں اور غیر محرم عورتوں اور لڑکوں کو دیکھ کر حرام لذت کو دل کشید کر کے نمک حرامی، بے غیرتی، بے وفائی، کمینے پن کا ثبوت دے۔ اے میرے زندگی دینے والے ہم سب کو جلد توفیق دے کہ ہم آپ پر اپنی زندگی کو فدا کریں اور جس اللہ والے سے مناسبت ہو اس سے زندگی کو قربان کرنے کا طریقہ سیکھیں اور اپنی رحمت سے ایسا ایمان اور ایسا یقین اور ایسی محبت ہم سب کو نصیب فرما دے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو کر، آپ کی خوشیوں پر فدا ہو کر رشکِ سلاطینِ ہفت اقلیم ہو جائے۔ ہم سب ایک سانس بھی آپ کو ناراض کر کے حرام لذت کو اپنے اندر نہ لائیں۔

اے اللہ! اختر کی آہ کو اس وقت جن لوگوں نے سنا کسی ایک کو بھی محروم نہ فرمایئے، ہم سب کو اولیاء صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجیے اور اپنی رحمت سے میری اس آہ! کو خالی ملاوی تک محدود نہ فرما، سارے عالم کے گوشے گوشے میں اپنی قدرتِ قاہرہ غالبہ سے پھیلا دے اور میری ہر آہ کو سارے عالم میں نشر کر دے۔ اے خدا تمام عالمی زبانوں میں انگلش میں، ملاوی میں، بنگلہ میں، انگریزی، عربی میں اللہ سارے عالم میں اختر کی آہ کو پھیلا دے اور اپنی محبت کو پھیلانے کے لیے سارے عالم میں اختر کے لیے سفر کا انتظام فرما اور مجھ کو گروہِ عاشقاں، اپنے عاشقوں کی ایک جماعت نصیب فرما جن کے ساتھ اختر سارے عالم میں آپ کے لیے دربدر پھرتا رہے اور آپ ہمارے سفر کو بھی اور ہمارے حضر کو بھی قبول فرما لیجئے۔ اب اس کے بعد میرے الفاظ ختم ہیں، اے خدا لغتِ محدود آپ کی محبت کے بیان سے قاصر ہے اس

لیے آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو اور ہمارے گھر والوں کو اور ہمارے احباب کو اور ان کے گھر والوں کو اور سارے عالم کو اپنا دیوانہ بنا دیں، آمین۔

مرنے سے پہلے پہلے اللہ پر فدا ہو جایئے

اے اللہ تعالیٰ! آپ کا احسان و مہربانی ہے کہ آپ نے ہمیں اپنے ایک جھیل کے کنارے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی اور گھر سے بے گھر فرمایا، کوئی بزنس کے لیے بے گھر ہے، کوئی کسی کام کے لیے، کوئی کسی کام کے لیے اور کوئی اللہ کے لیے گھر سے بے گھر ہے۔ جو اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے میرے ساتھ سفر کر رہا ہے وہ دنیا تو نہیں پائے گا مگر اللہ مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا، فلک میرا زمیں میری　　اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جس کو اللہ نہیں ملا اسے کچھ نہیں ملا اور یہ حقیقت کب معلوم ہوگی؟ جب قبر میں جنازہ اترے گا تب معلوم ہوگا کہ تمہارا کیا ہے اس لیے جلدی جلدی اللہ پر فدا ہو جاؤ جان سے، مال سے، آبرو سے، اولاد سے، اور اولاد سے کیسے فدا ہو گے؟ اپنی اولاد کو بھی نیک بناؤ، نمازی بناؤ، اللہ والا بناؤ، خود نہ بنا سکو تو جو بنانے والے ہیں ان کے پاس لے جاؤ، پیار و محبت سے ان کو گلاب جامن، سموسہ کھلاؤ اور کہو آؤ بیٹا چلو ہم ایک جگہ اللہ کی محبت سیکھنے جا رہے ہیں، اس کا اثر پڑتا ہے۔

اگر انسان کا ایمان صحیح ہو تو اس جھیل اور سمندر کے کنارے محسوس ہوگا کہ ہم ساری دنیا کی سلطنت لیے بیٹھے ہیں، یہ ستارے ہم کو دیکھ کر رشک کر رہے ہوں گے کہ یہ اللہ کے کیسے بندے ہیں جو اللہ کا نام لے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ٹوٹے ہوئے دل میں سما جاتے ہیں

جس کام سے تمہارا مالک، تمہارا پیدا کرنے والا، تمہارا پالنے والا خوش ہو وہ کام

کرلو اور جس کام سے مالک ناخوش ہو وہ کام نہ کرو چاہے کتنا ہی دل چاہے، دل کو توڑ دو مگر مالک کے قانون کو نہ توڑو، پھر اللہ اس ٹوٹے ہوئے دل کو کیا دے گا؟ اس ٹوٹے ہوئے دل کے بارے میں حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ لِاَجْلِیْ

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض، ج:۴، ص:۸)

میں ٹوٹے ہوئے دل میں اپنا دار الخلافہ، اپنا کیپٹل، اپنا پریذیڈینٹ ہاؤس بناتا ہوں، تعلق مع اللہ کی عظیم دولت دیتا ہوں۔ اللہ ارحم الراحمین ہے، خدا ظالم نہیں ہے کہ بندہ غم بھی اٹھائے، اپنا دل بھی توڑے اور اسے کچھ نہ ملے اور اللہ اس کو ان لوگوں کے ساتھ کردے جو حسینوں سے بدنظری کر رہے ہیں تو جو دل پر غم اٹھائے اور ہر وقت اپنا دل توڑتا رہے تو شکستہ دل ہی میں اللہ اپنی محبت دیتا ہے۔

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو　　اک قلب شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

یہ اختر کا شعر ہے۔ جو دل توڑتا ہے اس کو اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو جب سورج نکلتا ہے تو اُفق لال ہوتا ہے یا نہیں؟ اور سورج نکلنے سے بہت پہلے سفیدی آتی ہے تو کیا سفیدی کے وقت سورج نکلتا ہے؟ جب پورا اُفق لال ہوجاتا ہے، شدت کی سرخی آجاتی ہے، ہلکی سرخی سے بھی سورج نہیں نکلتا، سورج نکلنے سے چند منٹ پہلے بہت شدید سرخی ہوتی ہے تو جو اپنے دل کی حرام آرزو کو قربان کرکے شدید سرخی سے اپنے دل کے آفاقِ اربعہ کو لال کرلیتا ہے اس کے قلب کے چاروں اُفق مشرق، مغرب، شمال اور جنوب سے بے شمار آفتاب ملتے ہیں۔ کائنات کے مشرق کو ایک سورج ملتا ہے اور اللہ کے عاشقوں کے قلب کے مشرق، مغرب، شمال، جنوب کو بے شمار آفتاب عطا ہوتے ہیں۔ اس کو ایک بزرگ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

جب کبھی وہ اِدھر سے گذرے ہیں　　کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں

تو ہر عالم جو گذرے گا آفتابِ عالم بھی ساتھ لائے گا تو خونِ آرزو سے گریزاں

مت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ لومڑیوں کو نہیں ملتا شیروں کو ملتا ہے لہٰذا لومڑی مت بنو، بزدل مت بنو، ہمت سے کام لو، وَلَایَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جملہ ہے کہ اے دنیا والو! اگر تم لومڑی رہو گے تو خدا کو نہیں پاؤ گے، نفس پر شیر کی طرح حملہ کرو، یہ لومڑی کا راستہ نہیں ہے۔ بعض لوگ دیکھنے میں بہت، بہادر معلوم ہوتے ہیں، ایسے مہیب ہیں، اتنے تگڑے ہیں لیکن نفس کے معاملہ میں ان سے بدترین بزدل کوئی نہیں ہوتا جہاں نفس نے کہا اس کو دیکھو بس دیکھ رہا ہے، اصلی پہلوان وہ ہے جو نفس کو گرادے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پیغامِ دوستی

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم غلاموں کو اپنی دوستی اور ولایت دینے کے لیے، ہماری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھنے کے لیے اپنی دوستی کا ہاتھ ہم نالائقوں کی طرف خود بڑھایا کیونکہ کسی انسان کے دماغ میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ہم اللہ کے ولی اور دوست بھی بن سکتے ہیں کیونکہ دوستی کے لیے مزاج شناسی ضروری ہے، آدمی جس سے دوستی کرنا چاہتا ہے اس کے بارے میں پوچھتا ہے کہ بھئی ان کا کیا مزاج ہے تاکہ ہم اس مزاج کی رعایت کر کے ان کے دوست بن جائیں اور ان کی دوستی کا حق ادا کرسکیں، تو اتنا گندہ اور پراگندہ بندہ تو اللہ کی دوستی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنی مہربانی سے ہم کو اپنا دوست بنانے کے لیے خود ہاتھ بڑھایا لیکن اس کے لیے تقویٰ فرض فرمایا۔

تقویٰ کی فرضیت کا راز

تقویٰ فرض کرنے کا کیا راز ہے؟ میں اپنے غلاموں کو خالی غلام نہیں رکھنا چاہتا ہوں بلکہ اپنے غلاموں کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ میں پاک

ہوں تو جب تک میرے بندے گناہ نہیں چھوڑیں گے میں ان کے سر پر اپنی دوستی کا تاج کیسے رکھدوں؟ عود کا عطر لگانے سے پہلے پاک صاف ہونا پڑتا ہے، دنیا میں سب سے مہنگا اور بادشاہوں کا عطر عود کہلاتا ہے، اگر کوئی پیشاب پاخانہ لپیٹے ہو تو کوئی اس کو عود کا عطر لگائے گا؟

تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی دوستی کا تاج رکھنے کے لیے چاہتے ہیں کہ تم بھی پاک ہو جاؤ، اللہ پاک ہے اور پاک بندوں کو اپنا دوست بناتا ہے اور پاک کس چیز سے ہو؟ گناہوں سے۔ تقویٰ کے معنیٰ ہیں گناہ سے بچنا، نافرمانی سے بچنا، اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرنا۔ یہ انسان کا فطری حق ہے، ہر آدمی اپنے ماں باپ کو خوش رکھتا ہے اس وجہ سے کہ ماں باپ پالتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی تقویٰ فرض کر کے اپنے حقِ ربوبیت کا اعلان کرتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم کو پالا ہے اگر ہم تمہارے ماں باپ کو اٹھالیں اور تم یتیم ہو تو کیا تم نہیں پلتے ہو تو معلوم ہوا کہ اصلی پالنے والے تو ہم ہیں، ہمارے پالنے کے لیے ماں باپ وکیل اور متولی ہیں،

اگر تمہارے ماں باپ ہی کے اختیار میں تمہارے پالنے کی صفت ہوتی تو جن کے ماں باپ ان کے بچپن میں مرجاتے ہیں تو انہیں بھی بغیر پلے موت آجاتی مگر اللہ کی شان یہ ہے کہ بعض یتیموں کو اللہ نے ایسا پالا کہ بڑے بڑے ماں باپ والے ان پر رشک کرنے لگے چنانچہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانۂ ہفت ملت بشست

وہ یتیم لڑکا جب نبی ہوا یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی قرآن پاک مکمل نازل نہیں ہوا صرف غارِ حرا میں ایک ہی آیت نازل ہوئی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ لیکن اسی ایک آیت سے تمام کتب خانے منسوخ ہو گئے، توریت منسوخ، انجیل منسوخ غرض تمام مذاہب کے کتب خانوں کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔

کعبہ شریف کے اردگرد سبزہ نہ ہونے کی حکمت

اور ایک بات اچانک دل میں آگئی جو آپ شاید اس فقیر ہی سے سنیں گے، شاید لگا رہا ہوں کہ دعویٰ نہ ہو۔ دنیا کے جتنے درخت ہیں شام کو کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں جو انسان کے لیے نہایت مضر ہے اور صبح کی ہوا یعنی آکسیجن جو درختوں سے نکلتی ہے نہایت مفید ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ صبح کی ہوا لاکھ روپے کی دوا تو میں سوچا کرتا تھا کہ کعبہ شریف کے آس پاس کشمیر جیسے خوبصورت مناظر اور درختوں کی قطاریں نہیں ہیں، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں اور کعبہ شریف کے آس پاس ایسے چٹیل پہاڑ ہیں کہ گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔

ہر آدمی اپنا گھر اچھے پڑوس میں، درختوں میں، باغوں میں بناتا ہے تو اللہ میاں کے گھر کے جغرافیہ کا کیا راز ہے پھر اللہ تعالیٰ ہی نے میرے قلب کو جواب عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ماں باپ سے زیادہ پیار کرتا ہے اگر وہ درخت پیدا کرتا تو شام کو کعبے شریف کی طرف درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے تو جتنے حاجی، عمرہ کرنے والے یا جو میرے عاشقین ہیں وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خوف سے میرا گھر چھوڑ کر چلے جاتے، بس عصر تک طواف کرتے اور جب دیکھتے کہ مغرب کے وقت یہ درخت کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کریں گے تو اپنی صحت کی حفاظت کے لیے اللہ کے عاشقین کعبہ چھوڑ کر بھاگ جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ یہاں کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا نہ ہوتا کہ میرے عاشقین ہر وقت مجھ سے چپٹے رہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

تشنگاں گر آب جویند از جہاں آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

اگر دنیا میں پیاسے پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کے لیے ایسا جغرافیہ بنایا کہ چوبیس گھنٹے لپٹے رہو،

یہاں کوئی کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں آکسیجن ہی آکسیجن ہے اور ایسی مقوی آکسیجن کہ جب شام کے بڑے بڑے درختوں اور باغات والے کافر لڑنے کے لیے آئے تو مکہ شریف کے آکسیجن والے جیت گئے۔ اب اگر منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں حج کے زمانے میں درخت ہوتے اور جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں نمی ہوتی ہے اور نمی میں جراثیم کی نشوونما زیادہ ہوتی ہے تو جب لاکھوں حاجیوں کی قربانی کی بکریوں کی انتڑیاں گھاس پر ڈال دی جاتیں تو سڑ جاتیں اور بیماریاں پھیل جاتیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑوں کو چٹیل رکھا کہ سورج کی شعاؤں سے پہاڑ اتنے گرم ہوجاتے ہیں کہ حج کے زمانے میں قربانی کے جانور کی جتنی انتڑیاں اور غلاظت پھینکی جاتی ہے تو پہاڑ کی گرمی سے تمام جراثیم جل بھن کے خاک ہوجاتے ہیں اور منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کا ہر پہاڑ بزبانِ

اللہ کی محبت کے موتی

اللہ کی محبت کا موتی بڑا قیمتی ہے اور بڑی مشکل سے ملتا ہے، یہ بتا رہا ہوں کہ یہ بیش قیمت موتی ہے بلکہ لا مثل لہٗ ہے مگر ملتا بڑی مشکل سے ہے، بڑے خونِ جگر اور خونِ تمنا سے اللہ اپنے دردِ محبت کا یہ موتی دیتا ہے، جو تابع تمنائے حرام ہوتے ہیں ان کو یہ درد نہیں بخشا جاتا، اللہ یہ موتی خونِ آرزو اور خونِ تمنا سے دیتا ہے ؎

چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

لیکن خونِ آرزو کی توفیق بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جب تک ان کی دستگیری اور مدد نہ ہو بڑے بڑے علم والے بھی خونِ آرزو کرنے کی طاقت اور ہمت نہیں پاتے، جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا کہ ہم کون ہیں، کہاں ہیں، کس کے شاگرد ہیں، ہمارا کیا فرض ہے اور ہماری وفاداری کا کتنا خون ہو رہا ہے۔ اس لیے روزانہ دو رکعت پڑھ کر دردِ دل سے روؤ، اگر دو رکعت نہ پڑھو تو بھی اللہ سے روؤ، اللہ تعالیٰ کا کرم ہماری نماز کا محتاج نہیں ہے لیکن چونکہ صلوٰۃ الحاجت سنت کی راہ ہے اس نیت سے دو رکعت پڑھ لو، کوئی تھکا ماندہ ہے تو بیٹھ کے پڑھ لے پھر اللہ سے روئے کہ اے خدا ہم کو وفاداری عطا فرما، ہم کھاتے آپ کا ہیں، روٹی آپ کی کھاتے ہیں لیکن جب کوئی نمکین شکل سامنے آجاتی ہے تو پاگل کتے کی طرح ہو جاتے ہیں، اس وقت انسان بھی نہیں رہتے، جو انسان اللہ کی نافرمانی اور غضب اور قہر کے سائے میں ہوتا ہے کیا وہ وفادار انسان ہے؟ بولو بھئی وہ اس وقت شرافتِ انسانیت میں ہے؟ سلوک کا حاصل یہی ہے کہ اپنا خونِ آرزو کر کے اللہ کے قانون کا احترام کر لو اور نظر

کی حفاظت کرو، اس آرزوئے خون سے عبور کر کے اللہ ملتا ہے۔

عارفاں زانند ہردم آمنوں   کہ گذر کردند از دریائے خوں

مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تک وہی پہنچے ہیں جنہوں نے دریائے

حیات اسفل السافلین میں ہے یا نہیں؟ میں تو آپ لوگوں کو زیادہ بڑے بڑے وظیفے نہیں بتاتا، زیادہ تہجد بھی نہیں بتاتا، وتر سے پہلے بعد عشاء دو رکعات نفل پڑھ لو تہجد گذار ہو جاؤ گے ان شاء اللہ۔ میں تو صرف ایک ہی آہ وفغاں پیش کرتا ہوں کہ یہ ارادہ کرلو کہ ایک لمحۂ حیات، ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت اپنے اندر نہیں آنے دو، ایک ہی بات بتاتا ہوں کہ اللہ کو ناراض نہ کرو، اپنے پالنے والے کو ناراض نہ کرو۔ کیا آپ کی شرافتِ بندگی اور شرافتِ انسانیت میری اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کہ میں صحیح کہہ رہا ہوں، بولو بھئی! اپنے پالنے والے کو ناراض کرنا شرافت ہے؟ اور سارے حسینوں کی آخری منزل کیا ہے؟ اگر دنیا کے تمام حسین مل بھی جائیں تو یہ آپ کو کہاں لے جائیں گے؟ یہ نیچا کام ہے، آپ کو نیچا کردے گا۔

نفس جس کا امام ہوتا ہے اُس کا نیچا مقام ہوتا ہے

یہ شعر دیکھیے ذو معنی ہے یا نہیں؟ پھر نیچے کے مقامات کو پیشاب پاخانے میں تلاش کرو گے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

عشق جس کا امام ہوتا ہے اُس کا اونچا مقام ہوتا ہے

عالی ہمتی سے کام لو، واللہ گناہوں سے بچنے کی ہمت موجود ہے، اللہ ہم سب کو توفیق دے، اگر اللہ کا کرم شامل حال ہو تو ائیر ہوسٹس جو آٹھ دس گھنٹے ساتھ ہوتی ہے اس سے ایک نظر بھی خراب نہیں ہوسکتی کیونکہ جو مالک کی حلاوتِ ایمانی کا مزہ پا گیا وہ تو بس مست ہو گیا، جس کو اللہ تعالیٰ کی مستیاں اور حلاوتِ ایمانیاں ملتی ہیں وہ ان حسینوں کے فرسٹ فلور کو نہیں دیکھتا جو گراؤنڈ فلور میں اِن (in) کرتا ہے، لہٰذا نظر نہ ڈالنا اتنا آسان عمل ہے کہ کام نہ کرو اور مزدوری لے لو اور دیکھنے سے سوائے پریشانی کے کچھ نہیں پاتے، بولو آہ نکلتی ہے یا نہیں، زخمِ حسرت ملتا ہے کہ ہائے ہائے یہ مجھے مل جاتی، کیوں ہائے ہائے خریدتے ہو؟ آپ کے لیے مولیٰ کی یاد کافی نہیں ہے جو حرام تلاش کرتے ہو؟ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی آیت نہیں پڑھتے کہ تمہاری حیات کو پُر بہار

اور رنگین کرنے کے لیے تمہارا مولیٰ تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟ اختر کا شعر ہے ۔

زندگی پُر بہار ہوتی ہے جب خدا پر نثار ہوتی ہے

خالق بہار پر کوئی فدا ہو اور اس کے دل میں بہار نہ آئے؟ کیا کہوں بعض دوستوں کو ایک زمانہ گذر گیا مگر ابھی تک حفاظت نظر کا جیسا حق ادا ہونا چاہیے ادا نہیں کیا۔ کوئی اس کو اپنے اوپر نہ سوچے، کلیہ بیان کرتا ہوں کہ ہم سب کو اس کی کوشش کرنی چاہیے، میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میری نظر یا میرا ہر لمحۂ حیات اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفادار ہے مگر وفادار بننے کے لیے جان کی بازی لگانے کی توفیق اللہ سے مانگتا ہوں کہ اے خدا ہماری جان آپ پر فدا ہو مگر میں حرام مزے سے پناہ چاہتا ہوں، آپ ہی کی رحمت کی پناہ لیتا ہوں، ہمیں اپنے نفس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور آپ کو اختر کے اس طریقۂ سلوک سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ولایت ملے گی اور ولایت بھی اولیاء صدیقین کی انتہا والی ملے گی ان شاء اللہ، معمولی درجے کی دوستی نہیں ملے گی، اولیاء صدیقین کی جو خط انتہا ہے نظر بچانے کے غم سے آپ وہاں پہنچیں گے، ان شاء اللہ اور آپ کی برکت سے لاکھوں اولیاء اللہ پیدا ہوں گے، جن لوگوں نے ابھی تک اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی نہیں لگائی، کبھی کبھی نظر سے چوری بھی کرتے ہیں تو ہمیں بتاؤ کہ ان کی چوریوں کا انہیں کیا انعام ملا؟ یہ گورے گال آپ کو گندی جگہ لے جائیں گے، ایسے گالوں کو مت دیکھو جو تمہیں گندے مقامات میں اِن (in) کردیں اور مقامِ گو میں لے جائیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہم کو آبرو بخشی ہے کہ نظر کی حفاظت کرو لہٰذا بہادر مت بنو کہ نظر بازی سے تم ولی اللہ رہو گے، اس بہادری سے توبہ کرو اور اللہ پر مرنا سیکھو، اختر کو بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں اپنے اور آپ کے نفس کو اللہ کی رحمت کے سپرد کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توفیق کے سائے کے سپرد کرتا ہوں کہ اللہ ہماری بھی حفاظت فرمائے اور آپ سب کی حفاظت فرمائے لیکن دل میرا چاہتا ہے کہ اس لذتِ قربِ اولیاء صدیقین کی خطِ انتہا

کے لطف سے آپ لوگ لطف اندوز ہوں ورنہ حیات ایک دن ختم ہوجائے گی اور اس قربِ خدائے تعالیٰ سے محرومی کے ساتھ مرو گے، اور ان لیلاؤں سے کچھ نہیں ملے گا، کوئی لیلیٰ قبر میں نہیں جائے گی اور زندگی میں پا بھی جائے گا تو کیا ملے گا؟ یہ سب مرنے والی لاشیں ہیں، مولیٰ مولیٰ ہے، لیلیٰ لیلیٰ ہے۔

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی　　نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی
ہاں مگر اہلِ دل ایسے خوش بخت ہیں　　جن سے اخترؔ مجھے راہِ مولیٰ ملی

بس اللہ کے کرم ہی سے راستہ طے ہوتا ہے، کوئی دن ناغہ نہیں جاتا کہ اختر یہ دعا نہ کرتا ہو کہ اے خدا! اختر کو، میری ذُرِّیات اور میرے احباب کو اولیاء صدیقین کی خط انتہا تک پہنچا دے، میری یہ دعا بلا ناغہ ہے اور سارے عالم میں ہے یہاں تک کہ ہوائی جہاز پر بھی اس دعا کی توفیق ہوتی ہے، بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ، یہ معمولی نعمت نہیں ہے، جب یہ نعمت پاؤ گے تب مزہ آئے گا، یہ بات ایسے سمجھ میں نہیں آتی، مولیٰ کی لذتِ بے مثل کو کوئی کیا جانے، ہم کس چیز سے تشبیہ دیں؟ اس سے تو مثلیت ثابت ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بے مثل ہوں، میرا کوئی ہم سر نہیں وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ، كُفُوًا نکرہ تحت النفی ہے تو لذتِ بے مثل کے بیان کے لیے کوئی لغت نہیں ہے، اللہ ہمارے دلوں کو اپنے قرب کی دولت دے دے تب ہمیں پتہ چلے گا کہ اس کے سامنے سلاطین کے تخت و تاج کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیلائے کائنات کے نمکیات کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اللہ کے سامنے سب مردہ ہیں، جن کا انجام مردہ ہے عین عالمِ شباب میں بھی اس کے اندر مردہ ہونے کے اثرات ہوتے ہیں، املی کے پودے والی مثال سمجھ جائیں، املی کا پودا ابھی چھوٹا سا ہے لیکن ابھی سے اس کے پتوں میں کھٹاس ہے تو جو مرنے والے ہیں ان کے عالمِ شباب میں بھی مردہ پن کا اثر ہوتا ہے کیونکہ مستقبل میں مرنے والے ہیں، ہر ماضی اور حال اپنے مستقبل کا ترجمان ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ مردوں سے دل لگاؤ گے تو دل میں مردہ پن آئے گا، اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو

ایک عاشقِ نعمت ہے، کس کا درجہ افضل ہے؟ اس لیے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ کو اللہ نے مقدم کیا وَاشْكُرُوْا لِیْ پر، شکر پر ذکر کو مقدم فرمایا۔ ذکر کا حاصل نعمت دینے والے پر فدا ہونا ہے اور آدمی شکر تب کرتا ہے جب کچھ کھاتا پیتا ہے، سموسہ یا پڑ کھاتا ہے تو شکر نعمت میں مشغول ہوتا ہے اور ذکر نعمت دینے والے میں اشتغال رکھنا ہے۔ پس عربی عبارت تفسیر روح المعانی کی یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدَّمَ ذِكْرَهٗ عَلٰى شُكْرِهٖ لِاَنَّ حَاصِلَ الذِّكْرِ الْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ وَحَاصِلَ الشُّكْرِ الْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ فَالْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِالنِّعْمَةِ ایک شخص نعمت دینے والے میں مشغول ہے اور ایک شخص ایک نعمت کھا رہا ہے بتاؤ کس کا درجہ زیادہ ہے؟ لیکن نعمت کا استعمال اس لیے ہے تاکہ نعمت دینے والے کا ذکر کرو تو وہ بھی ذکر میں شامل ہو جائے، روٹی بھی اگر ہم اس نیت سے کھائیں کہ ذکر کی طاقت پیدا ہو تو ہماری روٹی بھی ذکرِ الٰہی میں شامل ہے۔

غیر اللہ سے دل کو پاک کرنا سلوک و تصوف کی روح ہے

احسان منتقل ہوتا ہے اہل اللہ کے سینوں سے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احسان ملا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے تو جس کو احسانی کیفیت کسی پیغمبر سے عطا ہو تو دوسرے امتی صحابہ کی کیفیت احسانی کو کیسے پا سکتے ہیں۔ تو سلوک کا حاصل بتا رہا ہوں کیونکہ یہ مجمع مریدین اور سالکین کا ہے کہ اگر دل سے غیر اللہ کے نکالنے میں کوتاہی اور غفلت کی اور چوری چھپے کچھ کچھ حرام لذت کشید کرنے کی موش جیسی عادت ہے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر خفاشے رفت در کور و کبود

اگر چمگادڑ پیشاب و پاخانے کی نالیوں میں گھس کر پیشاب پیتا ہے اور پاخانہ کھاتا ہے تو ہم کو کوئی تعجب نہیں ہے۔

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

لیکن جس باز نے بادشاہ کو دیکھا ہوا ہے اس ظالم کو کیا ہو گیا کہ بازِ شاہی ہو کر وہ موش بنا ہوا ہے تو مرید کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اب وہ بازِ شاہی یعنی شاہبازی سیکھنا چاہتا ہے، اور شاہبازی اپنے شیخ سے آئے گی، شاہبازی کرگسوں سے نہیں آئے گی لیکن شیخ بھی بازِ شاہی اور شاہ بازی کے مقام کو سمجھتا ہو۔ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو۔

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم

میں شیخ مرشد شمس الدین تبریزی کے فیض سے بازِ سلطان بن چکا ہوں فارغ از مردارم اب میں مرنے والی لاشوں کے ڈسٹمپر کو نہیں دیکھتا کہ ان کی ناک کی اُٹھان کیسی ہے، گال کیسے ہیں، آنکھیں رسیلی ہیں نشیلی ہیں نو کیلی ہیں اور دو کیلی ہیں۔

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم

میں بازِ سلطان بن چکا ہوں اور اللہ کی رحمت سے نیک کردار ہو چکا ہوں اور مردہ کھانے سے فارغ ہو چکا ہوں یعنی مرنے والی ٹیڈیوں سے اور ٹیڈوں سے، لڑکیوں سے اور لڑکوں سے تمام بتوں سے اب میری نظر صاف ہو چکی ہے، جلال الدین رومی مردار کھانے سے فارغ ہو چکا ہے، کرگسیت ختم ہو چکی ہے۔

فارغ از مردارم و کرگس نیم

اب میں کرگس نہیں ہوں کہ ٹیڈیوں اور حسینوں کے چکر میں رہوں کیونکہ ان کا فرسٹ فلور آپ کو ان کے گراؤنڈ فلور میں اِن (in) کر دے گا، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے غلاموں کی آبرو کو نقصان پہنچے، اس لیے فرسٹ فلور ہی کو دیکھنے کو حرام فرمادیا تاکہ گراؤنڈ فلور میں کبھی ان کی نظر نہ جائے، غض بصر کے حکم سے اصل میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا ہے یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ آگے آرہا ہے کیونکہ تمہاری شرمگاہیں محفوظ رہیں گی تو تم باعزت رہو گے لہٰذا فرسٹ فلور ہی کو مت دیکھو تاکہ اس کی نوبت ہی نہ آئے کہ تم ناف کے نیچے پیشاب اور پاخانہ کے مقامات میں

عبور اور مرور کر کے حرام سرور حاصل کرو اور جب تمہاری آبرو کو نقصان پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوں گے کیونکہ جیسے باپ چاہتا ہے کہ میرے بچے باعزت رہیں اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ میرے بندے باعزت رہیں۔

نصیب اولیاء کیسے حاصل ہو؟

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاند کی روشنی اس کی ذاتی نہیں ہے نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ چاند کی روشنی مستنیر اور مستفید ہے سورج کی روشنی سے لیکن جب وہ روشن ہوجاتا ہے تو منیر بھی ہوجاتا ہے، روشنی بھی دیتا ہے تو سالک اور مرید کا دل اللہ تعالیٰ کی ذات اور تجلیات سے مستنیر رہتا ہے لیکن جب چاند اور سورج کے درمیان زمین کا کرہ حائل ہوتا ہے تو جتنا حائل ہوتا ہے اتنا چاند بے نور اور اندھیر رہتا ہے اور جب پورا گولا آجاتا ہے تو چاند پورا بے نور ہوجاتا ہے، جتنا جتنا زمین کا گولا حائل ہوتا جاتا ہے اندھیرا بڑھتا ہے اور جس دن زمین کا گولا سورج اور چاند کے درمیان سے بالکل نکل جاتا ہے چاند پورا روشن ہوجاتا ہے تو جن لوگوں نے اپنے نفس کو مٹانے میں جان کی بازی لگادی وہ خوش نصیب ہیں اور جنہوں نے جان کی بازی نہیں لگائی یہ خوش نصیب نہیں ہیں، یہ بندے کی بد نصیبی ہے کہ وہ اللہ پر مرنے سے کتراتا ہے کہ سب کی سب بری خواہش کو کیسے ختم کروں، تھوڑی سی حرام لذت بھی کشید کرتے رہو، یہ نصیبے والے نہیں ہیں، ان کو نصیبِ دوستاں اور نصیبِ اولیاء حاصل نہیں ہے، جو جان کی بازی لگا کر اپنے قلب کے پورے دائرے کو نفس کی حیلولت سے محفوظ کرلیں پھر ان کا قلب من وعن، مِنَ الْبِدَايَةِ اِلَى النِّهَايَةِ چاند کی طرح روشن ہوجاتا ہے، نفس کی حیلولت کو ختم کرنے میں جان کی بازی لگادیتے ہیں کہ جان دے دیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت کشید نہیں کریں گے، یہ ہے نصیبِ دوستاں، اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ والوں کا نصیبہ مل جائے تو ہمت سے کام لو جو

اللہ نے آپ کو دی ہے، ہمت چور مت بنو، مالک پر مرنا اپنے جینے کی ضمانت کا انتظام کرنا ہے، اللہ پر مرنا اپنے جینے کا سامان کرنا ہے، جو حیات خالق پر فدا ہوتی ہے تو وہ ایسی حیات یافتہ ہوتی ہے جس کی صحبت سے دوسروں کو حیات ملتی ہے۔

اللہ کے راستے کا غم جانِ حیات ہے

کائنات کے حمقاء سمجھتے ہیں صوفیوں کو کیا ملے گا ٹیڈوں کو بھی نہ دیکھو اور ٹیڈیوں کو بھی نہ دیکھو، ہر حرام لذت سے بچو تو پھر دنیا میں کیسے رہیں گے؟ تصوف کو بعض بے وقوف غارت گرِ حیات سمجھتے ہیں۔ اس پر میرا شعر ہے۔

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات　　مری نظر میں غم تیرا جانِ حیات ہے

بے وقوف دنیا والے سمجھتے تھے کہ مولویوں کو، صوفیوں کو، اللہ کے عاشقوں کو کیا ملے گا؟ یہ کالی کو دیکھیں نہ گوری کو دیکھیں تو کیا دیکھیں پھر؟ ارے ظالمو! یہ اپنے مولیٰ کو دیکھیں گے جو سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک دیتا ہے، یہ اس مولیٰ کی تلاش میں ہیں، ان کے قلب میں تقویٰ کی برکت سے، نظر بچانے کا غم اُٹھانے کی برکت سے، شکست دل، شکست آرزو اور خونِ تمنا کی وجہ سے جب وہ مولیٰ آئے گا تو تمہارے جیسے کتنے ان کی جوتیاں اٹھائیں گے، پیر دبائیں گے اور ان کا چہرہ ترجمانِ مولیٰ ہوگا۔

غارت گرِ حیات سمجھتی تھی کائنات

کائنات سمجھتی ہے کہ یہ تقویٰ وغیرہ غارت گرِ حیات ہے، مولیٰ کا عشق غارت گرِ حیات ہے، ان کو تو کوئی مزہ ہی نہیں آتا لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ جب دل میں اللہ آتا ہے تو دونوں جہان کی لذت سے زیادہ مزہ آتا ہے۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے　　مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

لہٰذا اپنے قلب سے تمام غیر اللہ کو نکال دیں۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ   خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

جو اللہ کے لیے اتنا غم اٹھائے گا تو کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ وہ اس کے دل کا پیار نہیں لیں گے، جو بچہ اپنے ماں باپ کو خوش کرنے کے لیے غم اُٹھاتا ہے ماں باپ اس کا پیار لیتے ہیں یا نہیں؟ اور نافرمان بچے کو جوتے مارتے ہیں تو جو نافرمانی سے حرام لذت کشید کرتا ہے اس کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے نظر تو نہیں آتے مگر اس کے قلب پر اللہ سے بُعد اور لعنت کے جوتے پڑتے رہتے ہیں، وہ پاگل کتے کی طرح تڑپتا رہتا ہے، اس کو ایک پل چین نہیں ملتا۔ اسی لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے۔

اللہ کے دائمی فقیر

ماں باپ پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیتے کہ جاؤ اپنا کماؤ کھاؤ، جب تک بالغ نہیں ہو جاتے ماں باپ بچوں کی فکر رکھتے ہیں۔ جب کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں تب ماں باپ بے فکر ہو جاتے ہیں لیکن بالغ بچے تو ماں باپ سے مستغنی ہو سکتے ہیں مثلاً ابا کی تنخواہ مان لیجئے دس ہزار ہے اور لڑکا زیادہ کمانے والا ہو گیا اور ایک لاکھ روپے کما رہا ہے تو اب وہ باپ کی مدد کا محتاج نہیں رہا، باپ سے بے نیاز ہو گیا لیکن ہم بالغ ہو کر بھی اللہ کی مہربانی کے محتاج ہیں، مرتے دم تک ہماری کوئی سانس اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، مرتے دم تک ہماری ہر سانس اللہ کی مہربانی، رحمت اور مدد کی محتاج ہے۔ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ پیدائش سے لے کر موت تک بلکہ مرنے کے بعد بھی ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، عالمِ برزخ میں بھی، عالمِ محشر میں بھی، میدانِ قیامت میں بھی بلکہ جنت میں بھی ہم اللہ کے محتاج رہیں گے کہ جنت اور جنت میں اللہ کا دیدار اللہ کی مہربانی سے ہی نصیب ہوگا۔ اب اس کی دلیل سن لو اور دلیل بھی کیسی پیاری کہ ابھی آپ مولویوں کو ان شاء اللہ وجد آجائے گا کیونکہ جب تک دلیل نہ ملے مولوی کو مزہ نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ (سورۃ الفاطر، آیت: ۱۵)

اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کے فقیر ہو اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام وثبوت پر اور جملہ فعلیہ دلالت کرتا ہے حدوث پر۔ پس اگر جملہ فعلیہ ہوتا تو لازم آتا کہ کبھی تم ہمارے فقیر اور محتاج ہو اور کبھی نہیں اس لیے جملہ اسمیہ سے بیان فرمایا تا کہ ثابت ہو جائے کہ تمہارا فقر واحتیاج دائمی ہے، تم ہمارے دائمی فقیر ہو کیونکہ دنیاوی فقیر جو ہوتا ہے وہ انسانوں سے بھیک مانگتا ہے، انسانوں سے اس کا فقر واحتیاج دائمی نہیں، وہ خود انسانوں کا محتاج بنا ہے اس لیے اس کا پیالہ بھی عارضی ہے، بھیک مانگ کر وہ اپنا پیالہ الماری میں رکھ دیتا ہے لیکن چونکہ ہم اللہ کے دائمی فقیر ہیں چاہے جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں تو دائمی فقیر کو دائمی پیالہ دے دیا گیا اور ہمارے جسم سے جوڑ دیا گیا یہ ہمارے ہاتھ نہیں ہیں یہ ہم دائمی فقیروں کا دائمی پیالہ ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دیکھو جب چاہو ہاتھ ملایا اور پیالہ بن گیا۔ چاہے آدھی رات کو اچانک آنکھ کھل گئی اُس وقت بھی مانگنے کے لیے پیالہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں وہ تمہارے ساتھ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میرے بندے میرے دائمی فقیر ہیں ان کو نہ جانے کب مانگنے کی ضرورت پڑ جائے تو کہاں پیالہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ لہٰذا ہاتھ ملا لو اور پیالہ بنا لو اور اللہ سے مانگ لو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر رات کو آنکھ کھل جائے تو کم از کم تین بار کہہ دو اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تا کہ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ میں تمہارا بھی شمار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں کہ میرے خاص بندے راتوں کو استغفار کرتے ہیں۔ اس میں نہ تہجد ہے، نہ وضو ہے، نہ نماز ہے بس استغفر اللہ کہہ لو اور خاص بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن یہ بحر الکاہل کے لیے ہے، بحر الکاہل بالکل ست ہے، اس میں طوفان نہیں ہوتا، اسی طرح بعض لوگ کاہلی کے سمندر

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ

میرے عاشقوں سے ملو جو میرا رزق کھا کر میرے باوفا رہے، نفس وشیطان کے نہ ہوئے، سوسائٹی اور معاشرے کے نہ ہوئے، صوبائی، ملکی، بین الاقوامی قوانین کے پابند نہ رہے، وہ میرے فرمانبردار رہے، وہ میرے ساتھ باوفا رہے، وہ حسینوں نمکینوں سے نظر بچا کر غم اُٹھاتے رہے، میری روٹی کھا کر مجھ سے بے وفائی نہیں کی تو جب وہ میرے بن کر رہے تو میں کیوں یاءِ تخصیصی نہ لگاؤں اور کیوں نہ کہوں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کہ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، یہ میرے بندے ہیں، یہ نفس و شیطان کے بندے نہیں تھے۔ تو میرے شیخ فرماتے تھے اللہ والوں کی ملاقات جنت سے افضل ہے۔ کیوں؟

اس لیے کہ جنت مکان ہے اللہ والوں کا، اللہ والے مکین ہیں جنت کے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ واہ رے استدلال میرے شیخ کا! اس لیے اللہ والوں کی ملاقات کو جو معمولی سمجھے گا تو خطرہ ہے کہ وہ جنت بھی نہ پائے کیونکہ دنیا میں یہ اللہ کے خاص بندوں سے دور رہتا تھا تو آخرت میں فِیْ عِبَادِیْ کیسے پائے گا یہاں کا فِیْ عِبَادِیْ حسب قاعدہ جَزَاءً وِّفَاقًا وہاں کے فِیْ عِبَادِیْ سے تبدیل ہوجائے گا۔ اس لیے یہاں اللہ والوں کو تلاش کرتے رہو اور اللہ والوں کے غلاموں کو بھی حقیر مت سمجھو۔ اگر حکیم اجمل خان آج نہیں ہیں تو ان کے شاگردوں کو غنیمت سمجھو جو ان کے ساتھ نسخے کی مشق کرتے رہے۔ اسی طرح جو اللہ والوں کے ساتھ رہے تو سمجھ لو کہ یہ قابلِ اعتماد ہے کیونکہ اللہ والوں کے ساتھ اس کی رفاقت بہت دنوں تک تھی۔ یہ جو آپ سے خطاب کر رہا ہے تین سال تک شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا جن کی ایک صحبت بھی کسی نے اٹھائی ہے اور ایک منٹ بھی ان کو جنہوں نے دیکھا ان کے دل سے پوچھو کہ مولانا کس مقام پر تھے۔ تو تین سال تک اللہ تعالیٰ نے اختر کو ان کے ساتھ رکھا۔ ان کے بعد سترہ سال مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اعظم گڈھ کے قصبہ پھولپور میں آبادی سے دور جنگل میں رہا جہاں حضرت کی آہ وفغاں

کے سوا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ میری جوانی تھی مگر اللہ کی توفیق سے ستر سال کے بڈھے کے ساتھ میں نے جوانی گذاری لیکن حضرت کے پاس ایسا لگتا تھا کہ پورا جہان ان کے قدموں میں ہے۔ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے ورنہ جوان تو اپنے ہم عمر تلاش کرتے ہیں کہ چلو ہم علیحدہ گپ شپ لگائیں مگر میں جانتا ہی نہ تھا کہ گپ شپ کیا چیز ہے۔ سارا جہان مجھے حضرت کے اندر محسوس ہوتا تھا۔ میرا شعر ہے۔

وہ اپنی ذات میں خود انجمن تھے اگر صحرا میں تھے پھر بھی چمن تھے

دل کا سکون کیسے حاصل ہوتا ہے؟

سکون صرف اللہ ہی کے نام سے ملتا ہے، جس اللہ نے ہم کو پیدا کیا اُنہیں کے نام میں سکون ہے، ہمارا ایمان قرآن پر ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد، آیت: ۲۸)

اے دنیا والو! میرے ہی نام سے تم کو چین ملے گا۔ تفسیر مظہری میں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ میں جو "با" ہے یہ مصاحبت کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ "فی" کے معنی میں ہے، كَمَا اَنَّ السَّمَكَةَ تَطْمَئِنُّ فِی الْمَاءِ لَا بِالْمَاءِ مچھلی جب دریا میں پوری ڈوب جاتی ہے تب چین پاتی ہے اگر مچھلی کا جسم پانی کے اندر رہے اور صرف سر کھلا ہو اور اوپر دھوپ لگ رہی ہو تو بتاؤ مچھلی کو چین ملے گا؟ کیونکہ مچھلی فِی الْمَاءِ نہیں ہے بِالْمَاءِ ہے یعنی پانی کے ساتھ تو ہے مگر پوری پانی میں نہیں ہے، تو عبادت کے ساتھ اگر اعضاء گناہ میں مبتلا رہیں گے تو پورا سکون نہیں ملے گا، لہٰذا سر سے پیر تک سوفی صد اللہ والے بن جاؤ، اور بزبانِ حال یہ اعلان کردو۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا؟ اُنہی کا اُنہی کا ہوا جارہا ہوں

میں پوچھتا ہوں کہ بتاؤ آپ کس کے ہو؟ آپ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ہمیں اُن ہی کا بن جانا چاہیے، اگر اللہ والے کے پاس قلیل دنیا ہے تو بھی وہ سکون سے رہے

گا اور جو اللہ سے غافل ہے وہ کثیر دنیا کے ساتھ بھی بے سکون رہے گا۔

نگاہِ اقرباء بدلی، مزاجِ دوستاں بدلا نظر اِک انکی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

اللہ پاک جس سے ناراض ہوتے ہیں وہ نہ اپنی بیوی سے چین پاتا ہے نہ پاپڑ سموسہ سے چین پاتا ہے، نہ دوستوں سے چین پاتا ہے نہ رشتہ داروں سے چین پاتا ہے، جہاں جائے گا وہیں اللہ کی زمین اور اللہ کا آسمان ہے جیسے کوئی شخص پاکستان میں قتل کردے اور افریقہ یا لندن بھاگ جائے تو اسے سیاسی پناہ مل جاتی ہے لیکن اللہ کے نافرمانوں کو کہیں پناہ نہیں ملتی کیونکہ ساری زمین خدا کی ہے، سارا آسمان خدا کا ہے، جہاں جاؤ گے اسی کی حکومت ملے گی۔ فرض کرلو کہ سارے عالم میں پاکستان کی حکومت ہوجائے تو پھر پاکستان کا مجرم کہیں پناہ پاسکتا ہے؟ جہاں جائے گا پاکستان کی حکومت ہی ہوگی تو جب بندہ اللہ کا نافرمان ہوتا ہے تو جہاں بھی جائے گا اللہ کی حکومت میں ہوگا، اللہ کی گرفت میں ہوگا۔ اس کو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے سارے عالم میں جہاں جائے گا وہاں پاپڑ کے بجائے جھانپڑ پائے گا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے گناہ ہوجاتا ہے تو میری بیوی بھی نافرمان ہوجاتی ہے، میرا گھوڑا بھی نافرمان ہوجاتا ہے، میرا گدھا بھی نافرمان ہوجاتا ہے، میرے سب رشتہ داروں کی نظر بدل جاتی ہے۔ اس کو خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

نگاہِ اقرباء بدلی، مزاجِ دوستاں بدلا نظر اِک انکی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اُس سے سارے جہاں کی نظر بدل جاتی ہے اور جس سے اللہ راضی ہوتا ہے سارے جہاں میں جدھر بھی جائے گا، سکون سے رہے گا، حدیث شریف ہے:

مَنِ اتَّقَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ سَارَ اٰمِنًا فِیْ بِلَادِہٖ (التشرف فی معرفۃ احادیث التصوف)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اللہ کا ولی ہوتا ہے، وہ جہاں بھی جائے گا سکون سے رہے گا، اپنے گھر میں ہو، ملک کے اندر ہو یا غیر ملک میں جائے، جہاں جائے گا سکون سے رہے گا کیونکہ زمین خدا کی ہوگی، آسمان خدا کا ہوگا تو خدا جب ساتھ ہے تو وہ دنیا میں سکون سے کیوں نہ رہے گا اور مرتے وقت بھی اللہ والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تجلی نازل ہوتی ہے اور اللہ جنت بھی دکھا دیتا ہے کہ ادھر آؤ جنت کی طرف پھر وہ خوشی خوشی مرتا ہے چونکہ دنیا اس کے دل میں نہیں ہوتی، مولیٰ دل میں ہوتا ہے تو مولیٰ والا مولیٰ کے پاس جاتے ہوئے کیوں گھبرائے گا اور جس نے اللہ کو یاد نہیں کیا وہ جب دنیا سے جاتا ہے تو چونکہ دنیا کی محبت گھسی ہوئی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہائے آج فارم چھوٹ رہا ہے، اپنے کاروبار کو دیکھتا ہے، مرسڈیز کو دیکھتا ہے، موبائل کو دیکھتا ہے، موبل آئل کو بھی دیکھتا ہے تو ہاتھ ملتا ہے کہ ہائے ساری چیزیں مجھ سے چھوٹ رہی ہیں اور اللہ والے دنیا سے اللہ کے پاس مست وشاداں جاتے ہیں۔ ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو فرمایا۔

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

آہ! وہ وقت کب آئے گا جب میری روح میرے مولیٰ کے پاس جائے گی اور میں اپنے اللہ سے ملوں گا۔ ایک بادشاہ نے کہا کہ میں موت سے بہت ڈرتا ہوں، ایک ولی اللہ نے جواب دیا کہ چونکہ آپ نے دنیا کو آباد کیا ہے، شاندار بنگلہ بنایا ہے، شاندار موٹر میں چلتے ہو، شاندار قالین بھی ہے، شاندار صوفے ہیں، دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو برباد کیا تو آبادی سے ویرانے میں جاتے ہوئے دل گھبراتا ہے، اگر تم دنیا کو سادہ رکھتے اور اللہ کو خوب یاد کرتے تو تمہاری دنیا تو سادہ رہتی مگر تمہاری آخرت آباد اور رنگین ہو جاتی پھر تم ویرانے سے آبادی کی طرف جاتے ہوئے مست وشاداں رہتے اور اگر بنگلہ موٹر کار وغیرہ بھی رکھتے ہوں لیکن اللہ کو ناراض نہ کرتے ہوں تو بھی آخرت آباد ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس خوشی خوشی جاتے ہیں۔

دین اسلام محبت ہی محبت ہے

دین پورا کا پورا اللہ کی محبت کا نام ہے، دین کو مصیبت سمجھنے والا بین الاقوامی گدھا ہے، یہ مصیبت نہیں ہے محبت ہے۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ دینِ اسلام پورا محبت ہے، یہ بتاؤ جس سے محبت ہوتی ہے اس سے ملنے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ بات چیت کرنے کو جی چاہتا ہے یا نہیں؟ تو محبوبِ حقیقی سے ملاقات اور گفتگو کے لئے نماز فرض کردی کہ اے میرے بندو! جب میری محبت تم کو ستائے تو وضو کر کے میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو مگر یہ بھی کہو کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میری عبادت محتاج ہے آپ کی استعانت کی، نَعْبُدُ کے بعد نَسْتَعِیْنُ نازل فرمایا کہ ہم عبادت نہیں کر سکتے جب تک آپ کی مدد حاصل نہ ہو جائے لہٰذا میری بندگی کا ہر لمحہ آپ کی استعانت کا محتاج ہے چاہے وہ نماز کی صورت میں ہو یا گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانے کی صورت میں ہو۔

نظر بچانا آسان نہیں ہے، جب حسین ائیر ہوسٹس کھانا لے کر آئے تو بڑے بڑوں کے تسبیح کے دانے گر جاتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی استعانت ہوتی ہے تب مجال ہے کہ ایک نظر بھی ناپاک ہو جائے لہٰذا ہماری عبادت کا ہر لمحہ، ہماری بندگی کی ہر سانس اللہ تعالیٰ کی استعانت کی محتاج ہے ورنہ نظر بچانا آسان نہیں ہے، اللہ والا ہی نظر بچا سکتا ہے، جس کے دل میں مولیٰ ہوگا وہی لیلیٰ سے اپنے کو بچا سکتا ہے کیونکہ جب بریانی شامی کباب سامنے ہو پھر کوئی دال کی طرف دیکھتا بھی نہیں ہے، جب مولیٰ دل میں ہوگا تو لیلیٰ کی طرف دیکھنے کو دل بھی نہ چاہے گا کیونکہ جب سورج سامنے ہوتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے، جب مولیٰ سامنے ہوگا تو ان شاء اللہ پوری دنیا کالعدم ہو جائے گی، معدوم تو نہیں ہوگی کالعدم ہو جائے گی۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

محبت میں محبوب حقیقی کے نام پر خرچ کرنا زکوٰۃ ہے

ان دو باتوں سے ثابت ہوگیا کہ دین محبت ہی محبت ہے، یہ بات سب کو بتادو کہ اسلام کے ہر حکم میں محبت ہے۔ اچھا جس سے محبت ہوتی ہے آدمی اس پر اپنا مال بھی خرچ کرتا ہے۔ جب مجنوں لیلیٰ کی طرف جاتا تھا تو لیلیٰ کی گلی کے غریبوں پر پیسہ خرچ کرتا تھا۔

مدینے شریف میں ایک صاحب وہاں کی کالی عورتوں سے انڈے خریدتے تھے تا کہ ان غریبوں کو کچھ پیسہ مل جائے۔ ایک دن ایک انڈا گندا نکل آیا تو انہوں نے خریدنا چھوڑ دیا، رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرے شہر مدینے میں جو کالی عورتیں آتی ہیں وہ بہت دور سے آتی ہیں اور بہت غریب ہیں، تم ان سے انڈے خریدلیا کرو، پھر تو انہوں نے بےضرورت انڈے خرید کر دوسروں میں تقسیم کیے۔ تو محبت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ محبوب پر مال خرچ کیا جائے لیکن تم اللہ تک نہیں جاسکتے کہ ان کو جا کر دے دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے مستغنی ہیں لہٰذا اللہ کے بندوں پر مال خرچ کرو، سمجھ لو کہ میں نے اللہ ہی پر خرچ کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک چرواہا بکری چراتا تھا، اس نے کہا کہ یا اللہ اگر آپ مجھ کو مل جاتے تو میں آپ کے ہاتھ پیر دباتا، جہاں آپ بیٹھتے وہاں جھاڑو لگاتا، صفائی کرتا، آپ کے بالوں سے جوئیں نکالتا اور آٹے میں دودھ اور گھی ڈال کر روغنی روٹی پکا کر کھلاتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا کہ اللہ کا پیٹ نہیں ہے کہ وہ روغنی روٹی کھائے گا، اللہ کے بال نہیں ہیں کہ اس میں جوئیں پڑ گئی ہوں اور اللہ کے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ وہ حضرت موسیٰ کی ڈانٹ سے گھبرا کر بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! نادان لوگوں کا ادب اور ہے، پڑھے لکھوں کا ادب اور ہے، اس کو بلالاؤ، مجھے اس کی بھولی بھولی باتیں اچھی لگ رہی تھیں، اس ادا کو اور اللہ کی طرف سے وحی کو میں نے اردو شعر میں ترجمہ کردیا۔

اپنے دیوانے کی باتیں موسیا ڈھونڈتی ہے بارگاہِ کبریا

میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ اگر اختر اُس وقت زندہ ہوتا تو اس چرواہے سے یہ کہتا کہ تو اللہ کو تو روٹی کھلا کے اور ہاتھ پیر دبا کے نہیں پائے گا، ہاں اگر کسی اللہ والے کے پیٹ میں روٹی ڈال دے، کسی اللہ والے کا ہاتھ پیر دبا دے تو سمجھ لے کہ تو نے موسیٰ ہی کی خدمت کی ہے، میں اس سے کہتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روغنی روٹی کھلا دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پیر دباؤ، جہاں وہ بیٹھیں وہاں صفائی کرو تو اللہ والوں کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی خدمت ہے۔

دیدن او دیدن خالق شدہ ست خدمت او خدمت حق کردہ ست

اللہ والوں کو دیکھنا اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھنا ہے اور اللہ والوں کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی خدمت ہے کیونکہ جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ جو محبت للہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے، جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ہی محبت کے کھاتے میں لکھتے ہیں۔ اس بات کو حضرت حکیم الامت نے ایسے سمجھایا کہ اگر کسی کی اولاد کی خدمت کرو، اس سے محبت کرو تو باپ اس کو اپنی ہی محبت کے کھاتے میں لکھتا ہے تو جو اللہ والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اپنے کھاتے میں لکھتا ہے۔

صدقۂ نافلہ بھی محبت کا ایک حق ہے

محبت سے متعلق تین باتیں ہوگئیں۔ اب ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ خالی فرض ادا کرنے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہوسکتا، ایک آدمی خالی فرض پڑھے سنتیں نفل وغیرہ نہ پڑھے تو ولی اللہ نہیں ہوسکتا لہٰذا اللہ کے راستے میں نفلی عبادات بھی کرو، صدقۂ نافلہ سے دو عظیم فائدے ہوتے ہیں۔ حدیث شریف ہے:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ عَنْ مِيْتَةِ السُّوْءِ (سنن الترمذی)

صدقہ اللہ کا غصہ ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ جب بیماری آئے تو فوراً صدقہ کرو، بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے نفلی صدقہ دو، مسجد کی تعمیر کے لیے، بزرگانِ دین کی خدمت میں، مدرسے کی خدمت میں، کہیں سیلاب وغیرہ آجائے غرض جہاں کہیں مسلمان تکلیف میں ہوں تو ایسے موقع پر اللہ کے نام پر نفلی خرچ کرو کیونکہ مسجد اور دارالعلوم زکوٰۃ سے نہیں بن سکتا لہٰذا نفلی بھی خرچ کرو تب ولی اللہ بنو گے، خالی فرض والا ضابطے کا تعلق مت رکھو، رابطے کا بھی تعلق رکھو، نفل اللہ سے رابطے کا حق ہے، اللہ کی محبت کا حق ہے

جینے کا مزہ نعمتوں میں نہیں، اللہ پر فدا ہونے میں ہے

اسی لیے کہتا ہوں دوستو! کہ جینے کا مزہ اللہ پر مرنے میں ہے، سموسہ پاپڑ نعمت تو ہے لیکن اس کے بعد لیٹرین میں کیا مال نکالتے ہو؟ کیا بریانی ویسی ہی خوشبودار رہتی ہے یا رنگ اور بو بدلا ہوا ہوتا ہے تو نعمتیں تو کھاؤ مگر نعمت دینے والے پر مرنے کے لیے کھاؤ، نعمت کو مقصود مت بناؤ۔ اللہ کا نام لو گے تو دل میں دریائے نور پیدا ہوگا، ہر وقت کھانے پینے میں لگے رہو گے تو گو بناتے رہو گے، میں نعمت کی توہین نہیں کر رہا لیکن نعمت دینے والے سے غفلت پر مجھے غصہ آتا ہے کہ نعمتیں کھا کر مولیٰ کو کیوں نہیں یاد کرتے، میں تو کہتا ہوں کہ بادشاہت کے چکر میں بھی مت پڑو۔ سنو! ایک بزرگ کہتے ہیں۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہل وفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

بولو بادشاہ کے سر میں درد رہتا ہے یا نہیں؟ قانونِ سلطنت سے مجبور ہے کہ دس کلو کا بھاری تاج پہنا ہوا ہے، گرمی کا زمانہ ہے، سر میں درد ہو رہا ہے لیکن وہ مجبور ہے کیونکہ سلطنت کے آداب وقوانین کا پابند ہے، مگر اللہ والوں کے سینے میں اللہ کے نور کا دریا بہہ رہا ہے، اللہ والوں کے دل کے مزے کو اگر بادشاہ جان جائیں تو فوج لے کر حملہ

کردیں لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے پر فوج سے حملہ کر کے اس کے دل کی دولت کوئی نہیں چھین نہیں سکتا، یہ دولت اس کی جوتیاں اٹھانے سے پاؤ گے۔

محبت الٰہی کا تاج و تخت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے مغل خاندان کے سلاطین! جب تم مرو گے تو تمہارا تاج چھین لیا جائے گا، تخت شاہی چھین لیا جائے گا اور ساری سلطنت ختم ہو جائے گی اور جب ولی اللہ اس دنیا سے اللہ کے پاس جائے گا تو اللہ کی محبت کی سلطنت لے کے جائے گا، ہماری سلطنت زندگی میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی ہے اور تمہاری سلطنت زندگی میں ہے اس کے بعد اگر اللہ تم سے راضی ہے تو کام بنا ورنہ پھر سوچ لو سارے انڈے اور مرنڈے چھین کر ڈنڈے پڑیں گے، اگر اللہ کو خوش کر لیا تو تمہاری دنیا بھی ہے اور آخرت بھی ہے، دونوں جہان کے مزے ہیں اور جو مولیٰ کو دل میں پاتا ہے تو اس پر میرا ایک شعر سن لو جو حاصل ہے سفرِ ملاوی کا۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے　　مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

جو جنت پیدا کر سکتا ہے وہ اللہ جس کے دل میں آتا ہے وہ جنت سے بڑھ کر مزے پاتا ہے کیونکہ جنت اللہ کے برابر نہیں ہو سکتی، مخلوق اللہ کے برابر نہیں ہو سکتی، جو دل میں مولیٰ کو پا گیا وہ جنت سے زیادہ مزے پا گیا کیونکہ جنت حادِث ہے پہلے نہیں تھی بعد میں پیدا ہوئی اور مولیٰ ازل سے ابد تک ہے، وہ قدیم ہے، واجب الوجود ہے، خالق ہے، خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتی بعض لوگ خالق اور مخلوق کو، عابد اور معبود کو اور ساجد اور مسجود کو برابر کرنا چاہتے ہیں، اس میں خاص اشارے ہیں سمجھ لو! بس اللہ تعالیٰ پر مرنا سیکھو واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں بحیثیت مسافر اور مومن ہونے کے کہ جس دن مولیٰ دل میں پاؤ گے بھول جاؤ گے کہ دنیا کہاں رہتی ہے۔

ترے جلووں کے آگے ہمت شرح وبیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی، نگاہِ بے زباں رکھ دی

(اصغر گونڈوی)

جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا......ایک علم عظیم

یہ مضمون تو سارے اہلِ علم جانتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک خاص فضل فرمایا کہ وہ جس کو عرش کے نیچے بلائیں گے اس کا حساب نہیں ہوگا، وہ بے حساب جنت میں جائے گا، یہ اللہ نے میرے دل میں ڈالا کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ جب اللہ اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، وہ عرش کے سائے میں آجائیں اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور اللہ سائے میں بلا رہا ہے تو معلوم ہوا کہ جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا اور جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا، بتایئے! کیسی زبردست دلیل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جب سائے میں بلا رہے ہیں تو بلا حساب جنت میں بھیج دیں گے ان شاء اللہ، لہٰذا اللہ کے لیے اپنے شیخ سے محبت کرو، مگر محبت دور دور سے نہیں ہوتی ساتھ رہنے سے ہوتی ہے۔

بخشش عبادت سے نہیں رحمت سے ہوگی

ایک سبق دیتا ہوں یاد رکھو کہ جب کبھی شیطان وسوسہ ڈالے کہ میرے پاس بہت عبادت کا مال ہے تو فوراً شیطان سے کہو دور ہو جا مردود میں اللہ کی رحمت سے بخشا جاؤں، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بجائے اس کے کہ میں کھاتہ بہی نکالوں۔ وہاں سب اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے جبکہ ہماری عبادت محدود ہے۔ اسی سال کی عبادت سے زیادہ سے زیادہ اسی سال کی جنت مل سکتی

ہے، جب اسی سال پورے ہو جائیں گے تو بتاؤ قانوناً اسی سال کے بعد جنت سے نکال دیا جائے گا کہ نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ اسی سال کی عبادت کی برکت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سب کو جنت دیں گے چاہے کوئی چالیس سال میں مرے یا ساٹھ سال میں مرے، تو معلوم ہوا کہ اللہ ہی کی رحمت سے کام بنے گا۔

اسلام کا محور محبت ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے پورا اسلام محبت ہے۔ بتاؤ محبوب سے بات کرنے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ یہی نماز ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ اے اللہ! ہم آپ کے غلام ہیں اور وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مگر ہماری عبادت اور غلامی آپ کی محتاجِ استعانت ہے، آپ ہی کی مدد کا سہارا ہے۔ بتائیے گفتگو ہو رہی ہے یا نہیں؟ تو نماز اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا راستہ ہے، ملاقات کا ذریعہ ہے اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کو دیکھ کر کھانا پینا بھی یاد نہیں رہتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر اتنا مزہ آیا کہ میری تو بھوک پیاس ہی ختم ہوگئی، میں تو کھانا پینا سب بھول گیا۔ رمضان شریف میں اللہ سے یہ محبت تم بھی کرلو۔ دن بھر پیٹ جلالو لیکن پہلے اچھی طرح سے سحری کھالو پھر شام تک میری محبت میں بھوکے پیاسے رہنے کا مزہ لوٹو۔ تمہارے ہر جذبۂ محبت کی تسکین کے لیے میں کافی ہوں۔ اسی طرح جس سے محبت ہوتی ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس پر اپنا مال بھی قربان کردوں اس لیے بہت سے لوگ مدینہ منورہ کے غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

ہمارے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ایک رشتہ دار تھے۔ وہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں جو کالی کالی غریب عورتیں انڈے بیچنے آتی ہیں ان سے وہ دیسی انڈے خریدتے تھے۔ ایک دن کچھ انڈے گندے نکل گئے تو انہوں نے انڈے خریدنا چھوڑ دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان غریب عورتوں سے انڈا خرید لیا کرو، غریب

ہیں، بہت دور سے آتی ہیں، آپ نے سفارش فرمائی۔ پھر وہ اتنا روئے، اتنا روئے کہ آہ میں نے خریدنا کیوں چھوڑا اور اس دن کے بعد سے انہوں نے بے ضرورت ہی سب انڈے خریدنا شروع کر دیئے، پیسے والے تھے خرید کر تقسیم کر دیتے تھے، عاشقوں کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے میں مزہ آتا ہے۔ مجنوں لیلیٰ کی گلی کے بھک منگوں کو روٹی تقسیم کیا کرتا تھا تو مولیٰ کے عشق و محبت میں ڈھائی فیصد دینے میں کیوں جان نکلتی ہے۔ ایک لاکھ پر ڈھائی ہزار دیکھتے ہو کہ جا رہا ہے بقایا جو ساڑھے ستانوے ہزار لیے بیٹھے ہو اس پر کیوں شکر نہیں کرتے۔ تو روزے کی فرضیت، نماز کی فرضیت، زکوٰۃ کی فرضیت میں محبت ثابت ہو گئی۔ اب رہ گیا اللہ کے گھر کا طواف، تو حج اللہ نے زندگی میں ایک مرتبہ فرض کیا ہے اور وہ بھی جب پیسہ ہو، غریبوں پر حج فرض نہیں اور حج کی عبادت تو بالکل عاشقانہ ہے، کپڑوں کا بھی ہوش نہیں، سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے احرام میں جسم لپٹا ہوا ہے، بکھرے ہوئے بال غبار آلود، زیب و زینت سے دور کبھی میدانِ عرفات میں گرد و غبار میں اللہ کو یاد کر رہے ہیں، کبھی دیوانہ وار بیت اللہ کے چکر لگا رہے ہیں۔ ہر عاشق محبوب کے گھر کے چکر لگاتا ہے۔ مجنوں کہتا تھا۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی   اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَ ذَا الْجِدَارَ
وَ مَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ   وَ لٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَ

جب لیلیٰ کے گھر سے گذرتا ہوں تو اس کے در و دیوار کو چومتا ہوں لیکن میرا دل گھر پر عاشق نہیں ہے بلکہ جو اس گھر میں ساکن ہے۔

ایک غریب مسکین کو حج کا شوق ہوا تو پیدل ہی نکل پڑا اور راستہ بھر اللہ کے عشق و محبت میں گاتا بجاتا جا رہا تھا۔ لوگ اس کو سمجھے کہ کوئی پاگل ہے آخر مکہ مکرمہ پہنچ کر جب کعبے شریف پر اس کی نظر پڑی تو ایک شعر پڑھا اور وہیں جان دے دی۔ وہ شعر کیا تھا۔

چوں رسی بہ کوئے دلبر بسپار جانِ مضطر   کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

اے شخص جب تو اپنے محبوب مولیٰ کے گھر آ گیا تو اپنی جان فدا کر دے، نہ

جانے ایسا موقع پھر آئے نہ آئے ہوسکتا ہے کہ دوبارہ تجھے اللہ کے گھر آنا نصیب نہ ہو۔ بس یہ شعر پڑھا اور مر گیا، اللہ پر جان دے دی۔

اسلام تو محبت ہی محبت ہے۔ وہ ظالم ہے جو کہتا ہے کہ یہ مصیبت ہے، ایسی باتیں کمینہ خصلت ہی کرتے ہیں۔ اب رہ گیا جہاد تو جہاد بھی ظلم نہیں ہے۔ عاشقوں سے پوچھو کہ جان دینا ظلم ہے یا عشق کی انتہا ہے؟ جب محبوب جان سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے تو عاشق جان دے دیتا ہے دنیاوی معشوقوں کے لیے بھی ان کے عاشقین کہتے ہیں کہ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

جب مرنے گلنے والے دنیاوی معشوقوں پر جان دے کر جان کو ضائع کرنے پر لوگ تیار ہیں پھر اللہ پر جان دینے سے کیوں گھبراتے ہو جس نے جان عطا فرمائی ہے۔ یہ ہماری قسمت ہے کہ وہ ہمیں قبول کرلیں، اللہ کے جانباز کا تو یہ حال ہوتا ہے ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

لیکن اللہ پر مرنے کے لیے، اللہ پر فدا ہونے کے لیے نظر چاہیے، پیغمبروں کی نظر چاہیے، اللہ کے دوستوں کی نظر چاہیے، اللہ کے عاشقوں کی نظر چاہیے، اللہ کے دیوانوں کی نظر چاہیے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بغداد کے بادشاہ نے لیلیٰ کو بلایا اور لیلیٰ سے کہا ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

مثنوی مولانا روم پیش کر رہا ہوں۔ بغداد کے بادشاہ نے لیلیٰ کو بلایا اور کیا سوال کیا ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی؟

خلیفہ امیر المومنین کہہ رہا ہے کہ اے لیلیٰ! کیا تو ہی وہ ہے؟ ؎

کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

کہ تیری محبت میں مجنوں پاگل ہو گیا ؎

از دِگر خوباں تو افزوں نیستی

دوسری حسین لڑکیوں سے تو تُو زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو لیلیٰ نے بادشاہ کو ڈانٹا

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

اے بغداد کے بادشاہ! خاموش رہ اس لیے کہ تو مجنوں نہیں ہے۔

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر مجنوں کی آنکھ تجھ کو نصیب ہوتی تو تیری نظر میں دونوں جہان بے قدر ہو جاتے۔

دید لیلیٰ کے لیے دیدۂ مجنوں ہے ضرور

اس کے بعد مولانا رومی فرماتے ہیں اے ظالمو مجنوں کی نظر میں تو یہ بات تھی اور تم اللہ کے کیسے مجنوں ہو؟ عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود؟

لیلیٰ کے دیکھنے کے لیے مجنوں کی آنکھ چاہیے اور مولیٰ کو دیکھنے کے لیے مولیٰ کے مجنوں کی نظر چاہیے، مولیٰ کو سمجھنے کے لیے اللہ والوں کی نظر چاہیے، پیغمبروں کی نظر چاہیے، اولیاء اللہ کی نظر چاہیے۔ لیلیٰ کے مجنوں اور ہیں اور مولیٰ کے مجنوں اور ہیں۔ لیلیٰ کا مجنوں بے چارہ پاگل ہو گیا نہ لیلیٰ کو پایا نہ مولیٰ کو پایا۔ لیکن مولیٰ کے جو مجنوں ہیں وہ پاگل نہیں ہوتے، وہ ایسے عقل مند ہوتے ہیں کہ ان کی برکت سے لاکھوں اور مجنوں عقلمند بن جاتے ہیں، جو بے وقوف ہوتے ہیں وہ بھی اللہ والوں کے پاس آ کر عقلمند ہو جاتے ہیں۔

لیکن ایک بات بتا دوں یہ مجنوں اور لیلیٰ دونوں مسلمان تھے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں میں نے پڑھا کہ لیلیٰ جو تھی مجنوں کے چچا کی بٹیا تھی۔ دونوں مسلمان تھے، مجنوں کے ابا بھی مسلمان اور لیلیٰ کے ابا بھی مسلمان، مجنوں بھی مسلمان اور لیلیٰ بھی مسلمان اور مجنوں کے ابا نے اپنے سگے بھائی لیلیٰ کے ابا سے کہا یعنی مجنوں کے چچا سے کہ بھائی جان اپنی بٹیا کو میرے بیٹے سے کیوں نہیں بیاہ دیتے؟

بیاہ کے معنیٰ

اور بیاہ کے معنیٰ کیا ہیں؟ بیاہ اصل میں تھا بے آہ کہ جو آہ آہ کر رہا تھا کہ ہائے

بیوی کب ملے گی، شادی کب ہوگی، جب بیوی پا گیا تو آہ ختم ہوگئی اور وہ بے آہ ہوگیا۔ بتاؤ ملاوی والو! یہ معنیٰ کبھی سنے تھے، ذرا دعا دینا اس فقیر کو۔ یہ معنیٰ شاید ہی کسی نے بیان کیے ہوں۔ تو مجنوں کے چچا نے کہا کہ اے میرے بھائی کیسے شادی کروں، یہ تو پاگل ہے، کہیں پاگلوں کو کوئی اپنی بیٹی دیتا ہے، روٹی کپڑا مکان یہ کہاں سے دے گا۔ یہ تو ہر وقت رویا کرتا ہے، آنسوؤں اور آہ وفغاں کے بدلے میں بیٹی کیسے دے دوں، اس کے آنسو اور اس کی آہیں روٹی کپڑا مکان تو نہیں دے سکتے۔

لیکن بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء دین نے حتیٰ کہ مولانا رومیؒ نے بھی مجنوں لیلیٰ کے تذکرے سے، عشق لیلیٰ سے عشق مولیٰ کو سکھایا ہے کیونکہ ایک دن مجنوں دریا کے کنارے بالو (ریت) پر لیلیٰ لیلیٰ لکھ رہا تھا تو ایک مسافر نے کہا کہ اے مجنوں یہ کیا کر رہا ہے۔

گفت اے مجنونِ شیدا! چیست ایں؟   می نہ نویسی نامہ بہر کیست ایں؟

اے مجنوں یہ کیا کر رہا ہے، یہ تو کس کو خط لکھ رہا ہے۔ مجنوں نے کہا۔

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم   خاطرِ خود را تسلی می دہم

خط نہیں لکھ رہا ہوں، جب لیلیٰ کو نہیں پاتا ہوں تو اس کا نام ہی لکھ کر اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں اے اللہ کے عاشقو! تم بھی اللہ اللہ کرو وہ لیلیٰ لیلیٰ کہہ رہا تھا تم مولیٰ مولیٰ کہو اور فرمایا کہ۔

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود؟

مولیٰ کی محبت لیلیٰ سے کیسے کم ہوسکتی ہے کہ لیلیٰ قبر میں ختم ہوگئی اور لاکھوں لیلائیں قبر میں ہیں۔ آج اگر قبر کھود کر دیکھو تو نہ مجنوں ملے گا نہ لیلیٰ۔ اس پر میرا شعر سن لو۔

قبر میں خاک چھانی مگر کیا ملی   نہ تو مجنوں ملا، نہ تو لیلیٰ ملی

ہاں مگر اہل دل ایسے خوش بخت ہیں   جن سے اخترؔ مجھے راہِ مولیٰ ملی

اللہ والوں سے مولیٰ ملتا ہے۔

عشاقِ حق کی کل کائنات یادِ حق تعالیٰ ہے

مولانا رومی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارا تو دن بھی جب نکلتا ہے جب ہم فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیں اور تلاوت کرلیں اور آپ کا نام لے لیں، اس سورج سے کافروں کا دن تو نکلتا ہے لیکن اے میرے خالقِ آفتاب! دل میں میرا آفتاب آپ کی یاد سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ سورج تو یہودی اور ہندو بھی دیکھتے ہیں، کافر بھی اس سے فیض اُٹھاتا ہے، ہمارا دن تو آپ کی یاد سے نکلتا ہے اور ہماری روزی بھی آپ کی یاد ہے۔ ہم آپ کی یاد سے روز بھی پاتے ہیں اور روزی بھی پاتے ہیں، ہماری تو روزی بھی آپ ہی کی یاد ہے، اگر آپ کی یاد نہ ہو تو بریانی بھی ہم کو زہر معلوم ہو، آپ کی یاد کے بغیر غفلت کی حالت میں ہمیں کھانا بھی اچھا نہ لگے جیسے کسی کا جوان محبوب بیٹا بیمار ہو تو اس کا کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے اسی طرح اللہ کے عاشقین کو بھی مالک کے ذکر کے بغیر دنیا میں کہیں مزہ نہیں آتا۔

حدیث شریف ہے:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، ج:۲، ص:۳۴۱)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اَلْمُفَرِّدُوْنَ ہُمُ الْعَاشِقُوْنَ الَّذِیْنَ لَا لَذَّۃَ لَہُمْ اِلَّا بِذِکْرِہٖ وَلَا نِعْمَۃَ لَہُمْ اِلَّا بِشُکْرِہٖ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عز وجل، ج:۵، ص:۳۴)

اللہ کے عاشق وہ ہیں کہ جب تک اللہ کو یاد نہ کرلیں ان کو دنیا میں کہیں مزہ نہیں آتا اور دنیا میں کوئی نعمت ان کو نعمت محسوس نہیں ہوتی جب تک اس کا شکر ادا نہ کرلیں۔ اختر تصوف بھی عربی کتابوں سے مدلل کرتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ پیری مریدی میں علم نہیں ہوتا، یہ لوگ ایسے ہی لکیر کے فقیر ہیں، بس سلسلہ چلا آرہا ہے کہ یہ اُن کے خلیفہ وہ اِن کے خلیفہ۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق

آسمان پر جس کی نظر نہیں ہوتی وہی ظالم زمین کا ڈھیلہ بن کر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ اور یہ یقین کامل ہوجائے کہ میں زمین پر جس حسین یا حسینہ کو دیکھ رہا ہوں، بدنظری کررہا ہوں اس وقت آسمان والا کیسا غضب ناک ہوگا' کیا بنے گا میرا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے غضب کی کوئی تاب لاسکتا ہے؟

سوچ لو جتنی دیر تک کسی گناہ میں انسان مبتلا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کا غضب مول لیتا ہے۔ خواہ کوئی بھی گناہ ہو' وی سی آر ہو' ڈش انٹینا ہو' ننگی فلمیں ہوں' مووی بنانا ہو' ایسی شادی بیاہ میں شرکت ہو جہاں گناہ ہورہے ہوں' گانے بج رہے ہوں' عورتیں مرد مخلوط پھر رہے ہوں' کوئی شرعی پردہ نہ ہو' دنیا میں جتنے بھی نافرمانی کے اعمال ہیں کسی کی رعایت سے ان گناہوں کو کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ بادشاہ وقت کی رعایت سے' نہ اپنے ماں باپ کی رعایت سے' نہ غلط پیر اور نالائق مرشدین کے حکم سے کسی قسم کے گناہ کی اجازت نہیں۔ سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے' اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ (مواعظ جلد ۵)

صحبت اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے کونوا مع الصادقین کا حکم نازل فرما کر وارکعوا مع الراکعین سے جماعت پنجگانہ کو واجب فرما کر جمعہ وعیدین اور حج کے اجتماعات کا حکم دے کر عاشقوں کی ملاقات کو دنیا میں ضروری قرار دیا جس سے اہل اللہ کی صحبت کی کس قدر اہمیت ظاہر ہوتی ہے لیکن دنیا ہی میں نہیں جنت میں بھی اہل اللہ کی ملاقات کو صرف ضروری ہی نہیں جنت پر مقدم فرمایا جس کی دلیل نص قطعی سے پیش کروں گا کیونکہ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ چلو دنیا میں مولویوں کی خوشامد کرلو کیونکہ یہاں تو ان سے مسئلہ پوچھنے پر ہم مجبور ہیں مگر جنت میں تو شریعت نہیں ہے

وہاں تو مولویوں سے جان چھوٹے گی کیونکہ وہاں تو کوئی مسئلہ پوچھنا نہیں ہے۔ صرف کھانا پینا اور مزے کرنا ہے جیسے ایک بار قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ جنتی کام کرلیں۔ میں نے کہا کہ حضرت دنیا میں جنتی کام کیا ہے؟ فرمایا کہ چلو دستر خوان لگ رہا ہے' کھانا پینا ہی تو ہے جنت کا کام' جنت میں نماز روزہ نہیں ہے' شریعت نہیں ہے' وہاں کوئی عبادت نہیں کرنی ہے۔ وہاں بس عیش ہی عیش ہے' مزہ ہی مزہ ہے۔ اہل اللہ کی ملاقات' عاشقوں کی زیارت' اگر آپ کا دل چاہا کہ چلو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلیں تو فوراً آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجائیں گے۔ پرندہ اڑ رہا ہے دل چاہے کہ یہ بھنا ہوا مجھے مل جائے اسی وقت بھنا ہوا موجود! جو چاہو گے اللہ تعالیٰ دے گا اور ہمیشہ کی غیر محدود زندگی ملے گی کبھی موت ہی نہیں آئے گی۔ (مواعظ جلد ۴)

اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہونی چاہئے

اے خدا! اپنی محبت مجھ کو اتنی دے دے کہ میری جان سے زیادہ آپ مجھے پیارے معلوم ہوں۔ سبحان اللہ! کیا پیارا مضمون ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مانگا وہ سنت ہے۔ آپ کا ہر چلن' آپ کی ہر دعا' آپ کی ہر آہ سب سنت ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت مانگنا بھی سنت ہوا۔ لہٰذا یہ بھی مانگو ورنہ تارک سنت ہوجاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانگ رہے ہیں اور آپ کو تو محبت کی یہ مقدار حاصل تھی' آپ مانگ کر امت کو سکھا رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو اپنی محبت اتنی زیادہ دے دے کہ اپنی جان سے زیادہ ہم آپ کو پیار کریں یعنی اگر ہماری جان کسی نامحرم عورت کو دیکھنے سے خوش ہوتی ہے تو آپ کو خوش کرنے کیلئے ہم اپنی جان کو غمگین کرلیں مگر بدنظری کرکے آپ کو ناخوش نہ کریں تب معلوم ہوگا کہ اب اللہ جان سے زیادہ محبوب ہوگیا۔ (مواعظ جلد ۴)

اللہ کے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اللّٰہُ اللہ کے سوا کوئی تم کو معاف نہیں کرسکتا اگر سارا عالم امریکا، روس، جاپان کیا بلکہ بالفرض ساری دنیا کے اولیاء اللہ اور قطب مل کر کہہ دیں کہ تمہاری بدنگاہی ہم نے معاف کردی تو ان کے کہنے سے یہ گناہ ہرگز معاف نہیں ہوگا۔ جب تک اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے والے بھائیوں سے کہا کہ میں نے تمہیں معاف کردیا اور تمہارے لئے استغفار کردیا تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اے بابا! آپ نبی تو ہیں مگر خدا نہیں ہیں۔ بھائی یوسف نے ہمیں معاف کردیا، بابا نے بھی معاف کردیا لیکن بابا کے اوپر جو بڑے مالک رب العالمین ہیں اگر انہوں نے ہمیں معاف نہ کیا تو پھر معلوم نہیں ہمارا کیا ہوگا لہٰذا خدا سے بھی معاف کرادیجئے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیسیوں برس تک روتے رہے کہ اے اللہ! میرے بیٹوں کی مغفرت کیلئے وحی نازل فرمادیجئے۔ ایک دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ بذریعہ وحی آپ کے بیٹوں کی توبہ قبول ہونے کی بشارت آگئی۔ پھر فقام الشیخ انہوں نے سب سے آگے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کھڑا کیا ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کو کھڑا کیا ثم قام اخوانہ خلف یوسف پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے ان مجرم بھائیوں کو کھڑا کیا جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکاری مضمون سے دعا کرائی فرمایا کہ آپ سب یہ دعا مانگئے جس کا مضمون میں آسمان سے لے کر آیا ہوں یا رجاء المومنین لاتقطع رجائنا اے ایمان والوں کی آخری امید! اپنی رحمت سے ہماری امیدوں کو نہ کاٹئے کہ آپ کے بعد ہماری کوئی آخری عدالت اور سپریم کورٹ نہیں ہے۔ یہاں کے بعد مجرم پھر کہیں نہیں جاسکتا۔ یا غیاث المؤمنین اغثنا اے ایمان

والوں کی فریاد کو سننے والے! ہماری فریاد سن لیجئے یا معین المؤمنین اعنا اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد فرما دیجئے یا محب التوابین تب علینا اے توبہ کرنے والوں سے محبت فرمانے والے! ہم پر توجہ فرما دیجئے ہماری توبہ کو قبول فرما لیجئے۔ بس اسی وقت ان کا کام بن گیا اور توبہ قبول ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ ذکر مقبول اسی کا ہے جسے توبہ و استغفار کی توفیق ہو جائے اور جو گناہوں کو چھوڑ دے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے سوا ہم کو کوئی معاف نہیں کر سکتا جو قرآن پاک سے ثابت ہے (مواعظ جلد ۸)

مغفرت و رحمت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً
کہ اپنے رب سے مسلسل مغفرت مانگتے رہو۔

موجودہ حالت میں تم سے کوئی خطا ہو جائے تو ہم سے معافی مانگ لو اور اگر آئندہ بھی ہو جائے تو نا اُمید نہ ہونا ہم سے معافی مانگ لینا اور یہاں رب نازل کیا کہ پالنے کی محبت ہوتی ہے جیسے اماں ابا سے معافی کی بچوں کو جلد اُمید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں رب نازل فرما کر بتا دیا کہ اپنے پالنے والے سے نا اُمید نہ ہونا، میں تمہارا پالنے والا ہوں اور پالنے والا جلد معاف کرتا ہے، لہٰذا مغفرت مانگتے رہو۔ مغفرت مانگنے کا الگ مزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری تکلیفیں دور کرنے کا استغفار میں انتظام فرما دیا کہ معافی مانگ کر تم اپنے پالنے والے سے پھر قریب ہو جاؤ گے، گناہ سے جو دوری ہوئی تھی استغفار کی برکت سے تمہاری دوری حضوری سے بدل جائے گی اور گناہ سے تمہاری روح کو جو پریشانی تھی جب استغفار کرو گے، اللہ سے مغفرت کی بھیک مانگو گے اپنی بخشش مانگو گے تو کیا ہوگا؟ وہ پریشانی سکون سے بدل جائے گی کیونکہ ہر نیکی اللہ تعالیٰ

اے میرے بندو! مجھ سے معافی مانگتے رہو فی الحال بھی اور آئندہ بھی یعنی فی الحال بھی اُمید دلا دی اور مستقبل کی بھی اُمید دلا دی کہ اگر آئندہ بھی تم سے کوئی خطا ہو جائے تو معافی مانگ لینا۔

ایک مقام پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ایک اور خوبی اور ایک اور صفت کا واسطہ دے کر سکھایا کہ اس طرح بھی معافی مانگو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیۡمٌ۔

اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں اور بہت کریم ہیں۔

کریم کے معنی یہ ہیں کہ جو نالائقوں کو بھی اپنی مہربانی سے محروم نہ کرے۔ اس لئے آپ ہم پر رحم فرما دیجئے۔

تُحِبُّ الْعَفْوَ معاف کرنے کے عمل کو آپ بہت محبوب رکھتے ہیں یعنی جب آپ کسی بندہ کو معافی دیتے ہیں تو آپ کو یہ عمل بہت پیارا بہت محبوب ہے۔ سبحان اللہ۔

سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مزاج سے اُمت کو باخبر فرما رہے ہیں کہ تمہارے پالنے والے کا یہ مزاج ہے اور ہمیں سکھا رہے ہیں کہ اللہ میاں سے ایسے مانگو کہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیۡمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ

دوستو! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ کیسا کریم مولیٰ ہم سب کو ملا ہے۔

لہٰذا ہم گنہگار اپنے گناہوں کا اعتراف، اپنے گناہوں پر ندامت واستغفار وتوبہ کی گٹھڑی لے کر خود حاضر ہوئے ہیں کہ فَاعۡفُ عَنِّیۡ ہم گنہگاروں کو معاف فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجئے اور ہمارا بیڑا پار کر دیجئے۔

معاف کرنا آپ کا محبوب عمل ہے تو پھر دیر نہ کیجئے جلدی سے ہم کو معاف کر کے اپنا محبوب عمل کر لیجئے ہم تو آپ سے آپ کا محبوب عمل مانگتے ہیں۔

حضرت سعدی شیرازی رحمہ اللہ کا شعر ہے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر　　قلم عفو بر گناہم کش

میں نہیں کہتا کہ میری عبادت کو آپ قبول فرمالیں بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیجئے۔ میرے گناہوں کو محو فرما دیجئے۔ میرے گناہوں کی فائل غائب فرما دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے بزبان نبوت سارے عالم کو اطلاع کر دی کہ اے گنہگارو! کیوں گھبراتے ہو مجھے معاف کرنا محبوب ہے لیکن گناہ پر تم جری تو نہ ہو، گناہ پر بہادری مت دکھاؤ، کیونکہ گناہ میری ناراضگی اور غضب کا بھی سبب ہے اور گناہ سے تم مجھ سے دور ہو جاؤ گے اور ہم تم کو دور کرنا نہیں چاہتے اس لئے تقویٰ فرض کرتے ہیں۔

جب ماں باپ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد ان سے دور ہو تو میں تو ماں باپ کی رحمت کا خالق ہوں، ساری دنیا کے ماں باپ کو رحمت کی بھیک میں دیتا ہوں، تو میں کیسے پسند کروں گا کہ میرے بندے مجھ سے دور رہیں۔ میری محبت چاہتی ہے کہ میرے بندے مجھ سے قریب رہیں لہٰذا تقویٰ کا حکم، گناہ چھوڑنے کا حکم اس لئے دیتا ہوں کہ تم ہم سے دور نہ رہو، ہم تمہیں اپنے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ تقویٰ کی فرضیت کا راز آج زندگی میں پہلی بار اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ آج آپ نے ایک نئی بات سنی جو میرے دل میں بھی اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔

استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا معافی مانگنا بہت بڑا ذکر ہے جو اپنے مالک کو راضی کرلے وہ اصلی ذاکر ہے۔

اگر توبہ کر کے مالک کو خوش کرلو معافی مانگ لو تو تمہارے قلب کو چین آئے گا کیونکہ ذکر سے دل کے چین کا واسطہ اور رابطہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے سینہ میں دل ہم نے بنایا ہے لہٰذا اس دل کو چین صرف ہماری یاد ہی سے ملے گا اور نافرمانی اور گناہ سے تم بے چین اور پریشان رہو گے۔ بے چینی کا سبب گناہ ہے لہٰذا اس کا علاج یہی ہے کہ استغفار کر کے تم ہم کو راضی کرلو۔ یہ بہت بڑا ذکر ہے اس سے بڑا ذکر کیا ہوگا کہ تم اپنے مالک کو راضی کرلو۔

جب دل تباہ ہوتا ہے تو سارا عالم اندھیرا لگتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لوگے تو ان شاء اللہ اس کی برکت سے دل باغ و بہار ہو جائے گا، چین آ جائے گا، اور جب دل میں چین ہوتا ہے تو سارے عالم میں چین نظر آتا ہے جب دل غمزدہ ہوتا ہے تو سارے عالم میں غم نظر آتا ہے۔ اور جس کا دل گناہوں سے پریشان رہتا ہے وہ اپنی بیوی سے بھی لڑتا ہے، بچوں کی بھی پٹائی کرتا ہے، ہر شخص سے الجھتا ہے کیونکہ اس کا دل معتدل اور نارمل (NORMAL) مثل پاگل ہو جاتا ہے۔ پاگل آدمی ہر ایک کو ستاتا ہے پاگل کا کیا بھروسہ، یاد رکھو جو عقل کا خالق ہے جب اس کو راضی کرو گے تو عقل ٹھیک رہے گی، ورنہ جو جتنا گناہ کرتا ہے عقل خراب ہوتی چلی جاتی ہے، اور عقل کی خرابی سے آدمی پاگل ہوتا ہے، اور پاگل نہ خود چین سے رہتا ہے نہ چین سے رہنے دیتا ہے۔

جب بندہ نے توبہ کی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ سے غلطی ہو گئی معاف کر دیجئے، اس حرام مزہ سے میں سخت نادم و شرمندہ ہو کر معافی چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فوراً معاف فرما دیتے ہیں۔ توبہ کی پہلی شرط یہ ہے۔ (۱)۔ گناہ سے الگ ہو گیا۔

(۲)۔ شرمندہ ہو گیا دل کو دکھ پہنچ گیا کہ آہ میں نے کیوں گناہ کیا، قلب میں ندامت پیدا ہو گئی۔

(۳)۔ آئندہ کیلئے پکا ارادہ کرتا ہے کہ اے اللہ! اب آپکو آئندہ کبھی ناراض نہیں کروں گا اگر چہ دل کہتا ہے کہ تو پھر کریگا، لیکن دل کی بات نہ ماننے کا عزم رکھتا ہے اگر چہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو پھر مبتلا ہو گا۔ شیطان یہ وسوسہ ڈالے تو کہہ دو کہ اگر دوبارہ گناہ کر بیٹھوں گا تو پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگونگا۔ ان کے در کے علاوہ اور کوئی در بھی تو نہیں ہے۔

لہٰذا اگر بار بار گناہ ہوتے ہیں تو بار بار توبہ کرتے رہو۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ پکی توبہ کی توفیق دے دے گا کہ میرا بندہ ہمیشہ رو رو کر مجھ سے معافی مانگتا ہے تو ان کو بھی رحم آ جائے گا کہ لاؤ اب اس ظالم کو گناہ کرنے ہی نہ دو۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت

اور ایسی توفیق دے گا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر مرتے دم تک ایک گناہ بھی نہیں کرو گے لیکن ہمارا کام رونا ہے روتے رہو، روتے رہو، روتے رہو۔ یہاں تک کہ ان کی رحمت کو جوش آ جائے۔ خوب سمجھ لو یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اس میں ناامیدی نہیں، یہاں اُمیدوں کے ہزاروں آفتاب روشن ہیں۔

اللہ پاک ہمیں سچی پکی توبہ کرنیکی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

اہل دنیا اور اہل اللہ کے عیش کا فرق

اہل دنیا کے لیے دنیا عذاب اس لیے ہوگئی کیونکہ دنیا کی محبت ان کے دل میں داخل ہوگئی، ورنہ اہل اللہ کے پاس اگر دنیا آتی بھی ہے تو وہ دنیا کو دل سے باہر رکھتے ہیں ان کے دل میں صرف اللہ ہوتا ہے اور ہر وقت حق تعالیٰ کے قرب خاص، تعلق خاص و معیت خاصہ سے مشرف ہوتا ہے۔ ایسے دل کو اگر پوری دنیا کی سلطنت و بادشاہت بھی مل جائے اور وہ پوری کائنات پر سلطنت و حکمرانی کرے، لیکن کائنات اس کے سامنے بے قدر، محکوم اور مغلوب ہوتی ہے۔

کیونکہ سورج کا ہمنشین ستاروں سے کب مرعوب ہوسکتا ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی ومجالست یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کی توفیق اور ان کی محبت کی لذت و حلاوت نصیب ہوگئی ساری کائنات کی لذتیں اس کے سامنے ہیچ، بے قیمت ہو جاتی ہیں۔ (مواعظ جلد ۳)

جو کچھ ہے سب خدا کا وہم وگماں ہمارا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَ لَہٗ مَا اَعْطٰی یعنی اللہ جو چیز ہم سے لیتا ہے وہ ہماری نہیں اللہ ہی کی ہے اس کا مالک اللہ ہے جو چیز اس نے لے لی وہ اسی نے عطا فرمائی تھی اگر کوئی اپنی امانت واپس لے لے تو آپ اس پر زیادہ غم نہیں

کرتے کیونکہ وہ آپ کی چیز ہی نہیں تھی جس کی تھی اس نے لے لی وہ اس کا مالک ہے۔
ہم کو جو حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ غلطی سے اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ الفاظ نبوت یہ ہیں: اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ جو کچھ اللہ نے تم سے لیا جس کو اللہ نے اپنے پاس بلالیا وہ اللہ ہی کا تھا اسے تم کیوں اپنا سمجھتے ہو اگر آپ کو کوئی شخص اپنی گھڑی دے دے کہ آپ دو مہینے میں اس کو استعمال کر لیجئے پھر دو مہینے کے بعد وہ آپ سے گھڑی مانگے کہ میری گھڑی واپس کر دیجئے تو آپ روئیں گے نہیں آپ یہی کہیں گے کہ ٹھیک ہے صاحب لیجئے یہ آپ کی گھڑی ہے بلکہ آپ کا شکریہ کہ اتنے دن تک آپ نے اپنی گھڑی مجھے دی تھی' تو آپ بھی شکر کریں کہ ہماری والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اتنی زندگی دی ورنہ اس سے پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو اٹھا سکتے تھے بچپن ہی میں آپ کو چھوٹا سا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اٹھا سکتے تھے۔ یہ ان کا احسان ہے کہ آپ لوگ بڑے ہو گئے ماشاءاللہ بال بچے دار ہو گئے تب بلایا' اتنے روز تک آپ کے پاس رکھا۔
لہٰذا شکر ادا کیجئے کہ اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہماری والدہ کو اتنے عرصے ہمیں دیئے رکھا جیسے وہ شخص کہتا ہے جس کو آپ نے گھڑی دی کہ ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ اتنے عرصے تک اپنی گھڑی آپ نے ہمیں دی ہوئی تھی جو کچھ لے لیا وہ بھی اللہ کا وَلَہٗ مَا اَعْطٰی اور جو کچھ عطا فرمایا وہ بھی اللہ ہی کا ہے جو چیزیں دی ہیں ان کا بھی شکر ادا کیجئے ان کا شکر کیا ہے کہ یا اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے میرے والد کا سایہ میرے سر پر عطا فرمایا ہوا ہے اور کتنی نعمتیں دی ہوئی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا ان کا شکر ادا کیجئے کہ اے اللہ آپ کی بے شمار نعمتوں کا بے شمار زبانوں سے شکر ادا کرتا ہوں۔
وَکُلٌ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہلے ہی سے مقدر ہے یہاں تک کہ برتنوں کا وقت بھی مقرر ہے۔
مثلاً آپ مدینہ شریف سے ایک گلاس لائے لیکن اچانک کسی بچہ سے وہ گر گیا

تو سمجھ لیجئے کہ اس کا یہی وقت مقرر تھا۔ حدیث پاک میں ہے کہ برتنوں کی بھی ایک عمر ہوتی ہے اس لیے اپنے بچوں کی بے طرح پٹائی نہ کرو کہ نالائق تو نے مدینہ شریف کا گلاس کیوں توڑ دیا۔ مار پٹائی کر رہے ہیں گھر میں ایک شور مچا ہوا ہے۔ اکثر لوگ اس معاملہ میں بچوں پر زیادتی کر جاتے ہیں' ایسا نہیں چاہیے نرمی سے سمجھا دو کہ بیٹے گلاس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑا کرو لیکن زیادہ پٹائی نہ کرو بلکہ کہو:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اسکی زندگی کا وقت ختم ہو گیا تھا اور اس کا یہی وقت مقرر تھا۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی)

ہر کام کی غرض و غایت کیا ہونی چاہیے؟

آج کل کوئی کہتا ہے کہ میں ایک شاندار اسکول چلا رہا ہوں۔ کوئی کہتا ہے میں نے اسپتال بنا دیا ہے' کوئی کہتا ہے میں نے ایک لاکھ روپے کی مسجد بنوا دی ہے' مجھے نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ سیٹھ لوگ سمجھتے ہیں' مسجد میں چندہ دے دو بیڑا پار ہو گیا' جی نہیں دیکھو کافروں نے کعبہ شریف بنوایا اپنے حلال پیسوں سے' جب حلال پیسہ ختم ہو گیا تو وہیں چھوڑ دیا' ان کو بھی دل میں اتنا خوف تھا کہ حرام سے کعبہ نہ بنائے اللہ کا گھر ہے تھوڑا سا حصہ چھوڑ دیا۔ آج تک اتنا حصہ خالی ہے' یعنی کھلی چھت ہے اور وہاں راستہ بھی ہے جانے کا۔ اور وہ جو حصہ ہے چھت والا اس میں دروازہ لگا ہوا ہے۔ وہ وزیر اعظموں کے لیے کھلتا ہے۔ شاہ فہد ہوں یا کوئی اور بڑے ان کے لیے دروازہ کھلتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب سرمایہ کی کمی نہیں تھی اس وقت بھی اس خالی حصہ کو چھوڑ دیا گیا' بنانا کوئی مشکل نہ تھا۔ آج اس کی علت اور وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ آج کھلے حصہ میں ایک غریب سے غریب مسلمان داخل ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے مگر چھت والا حصہ جو بند ہے وہ تو بڑوں ہی کے لیے ہے جیسے صدر ضیاء الحق وغیرہ جیسے لوگوں کے لیے کھلتا ہے۔ ورنہ کوئی عام انسان نہیں داخل ہو سکتا۔ تو میرے بھائیو! اب

یہ کافر کہہ دے کہ میں نے تو کعبہ بنا دیا تو مجھے جنت ملنی چاہیے اور وہ لوگ حاجیوں کو پانی بھی پلاتے تھے۔ میں اس پر کہتا ہوں کہ جو لوگ "قومی خدمات" کو اہمیت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس یہی میرے لیے کافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اے لوگو! تم یہ سمجھتے ہو کہ حاجیوں کو پانی پلا دینا اور کعبہ شریف بنا دینا ایسا ہوگا کہ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں اٹھایا اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل چیز صرف "قومی خدمت" نہیں ہے بلکہ اللہ کی عبادت اور اس کی رضا ہے۔ اور اللہ کی "رضا" کا مطلب ہے کہ: "جو (دین) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں دیں انہیں مضبوطی سے پکڑ لو اور جن چیزوں سے روک دیں ان سے فوراً رک جاؤ۔" (یا تیں ان کی یاد رہیں گی)

تزکیہ نفس علماء پر بھی فرض ہے

علماء خوش نہ ہوں کہ بس ہم تو بہت بڑے ہو گئے' علماء کیلئے بھی اپنے نفس کو مٹانا فرض ہے۔ مدارس کے علماء کیلئے بھی ضروری ہے اور تبلیغ والوں کیلئے بھی ضروری ہے کہ اخلاص حاصل کرنے کیلئے اہل اللہ کی صحبت میں تزکیہ نفس کرائیں۔ تزکیہ نفس کا شعبہ مقاصد نبوت میں سے ہے۔ تزکیہ نفس پر اعمال کی قبولیت کا مدار ہے۔

ایک تو ہے تبلیغ اور ایک ہے مدرسہ تو تبلیغ اور مدرسہ سے اعمال کا وجود ملتا ہے لیکن اعمال کا قبول ملتا ہے خانقاہوں سے جہاں اخلاص پیدا ہوتا ہے جہاں کبر اور عجب کا آپریشن کرتے ہیں۔ آپ کے شہر میں ایک دل کا ہسپتال ہو اور ہارٹ سپیشلسٹ سب کے سب باہر چلے جائیں تو دل کے مریض کہاں جائیں گے؟ اور ایک بات اور بھی ... کا آپریشن فٹ پاتھوں پر نہیں ہوتا' میدانوں میں نہیں ہوتا' سر پر بستر لے کر

بچاؤ۔ اس لئے دل کا آپریشن تو ہسپتال کے کمروں میں ہوگا۔ اس طرح دل کی اصلاح کا آپریشن تو خانقاہوں کے حجروں ہی میں ہوگا۔ یہ مساجد کے منبروں پر بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہاں غیر طالب بھی ہوتے ہیں جن کو مناسبت نہیں ہے اس لئے ان کے عناد کی نحوست سے تربیت واصلاح کا مضمون بھی مزکی و مصلح کے دل میں نہیں آتا۔

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول　　　از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب و مخلص بیٹھے ہوں اور ایک آدمی ہو جو بغض و نفرت سے بیٹھا ہوا ہے مجبوراً کسی وجہ سے، کسی دنیاوی فائدہ سے یا کسی اور مجبوری سے بیٹھا ہوا ہے تو اگر رسول بھی ہے تو اس کا فیضان رک جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ میں اتنا بڑا چلہ ہوتا ہے اور اتنا مجاہدہ ہوتا ہے اور یہ علماء مدرسوں میں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہوئے بخاری پڑھانے میں لگے ہیں لیکن عوام کی ساری زندگی کا چلہ علماء کے دس برس کے چلہ سے کم ہی رہتا ہے۔ دس برس کا مسلسل چلہ کھینچو دس سال میں عالم ہوتے ہیں تب پتہ چلے گا کہ یہ چلہ کتنا مجاہدہ کا ہے اور اگر حافظ قرآن ہے تو تین سال اور لگالیں اس طرح تیرہ سال تک بیچارے پڑھتے رہتے ہیں مگر صرف ایک کمی ہے اب وہ بھی بتائے دیتا ہوں اپنی برادری کی بھی بات بتاؤں گا اگرچہ وہ بھی ہماری برادری ہے یہ بھی ہماری برادری ہے یعنی اہل تبلیغ، اہل مدارس، اہل خانقاہ سب ہماری ہی برادری ہے۔ حق بات پیش کرنے سے شرماؤں گا نہیں اور نہ ڈروں گا چاہے مولوی بھی ناراض ہوجائیں۔

میں کہتا ہوں کہ عالم کے معنی ہیں جو اللہ کو جانتا ہو اور باعمل ہو اس کے دل میں اللہ کی خشیت ہو اور اس کے نفس کا تزکیہ ہوچکا ہو یعنی اخلاق رزیلہ سے پاک ہوگیا ہو ورنہ علم کا عطر تو تیرہ سال میں حاصل کیا مگر دل کی شیشی صاف نہیں کی۔ اگر آپ کو دس ہزار روپے تولہ والا خالص عود کا عطر لینا ہے تو آپ کس شیشی میں لیتے ہیں؟ جس شیشی میں کتے بلی کا گو لگا ہوا ہو اس میں آپ عطر لیں گے؟ اسی طرح تیرہ سال میں جو قرآن وحدیث کا عطر حاصل کرنے تھا ان پر اپنے قلب کی شیشی کا تزکیہ بھی فرض ہے اگر تزکیہ نہیں ہوتا تو پھر یہ علم روپیوں سے

جاہ سے عزت سے مال سے ذرا ذرا سی بات سے بک جاتا ہے۔ جب تزکیہ نہیں ہوتا تو دل میں درد محبت بھی نہیں ہوتا بیان میں مزہ اور تاثیر نہیں ہوتی لہٰذا علماء کی عظمت کے باوجود بعض میں جو کمی ہے وہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ اگر یہ اپنے قلب کی شیشی کی دھلائی کر لیں اور تزکیہ کرا لیں تو پھر ان کے عطر کی خوشبو اڑے گی کیونکہ ماشاء اللہ ان کے پاس قرآن وحدیث کا عطر تو ہے ہی بس قلب کی شیشی صاف کروانے کی ضرورت ہے۔

جب علماء اہل اللہ ومشائخ سے تعلق کرتے ہیں اور اپنا ہاتھ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں تزکیہ کیلئے دے دیتے ہیں اور وہ مشائخ دیکھتے ہیں کہ اس عالم کے دل میں کچھ بڑائی آ گئی ہے تو اس کو مجاہدہ کراتے ہیں تا کہ ان کے نفس سے تکبر نکل جائے علم کا احساس نکل جائے علم کا نشہ اتر جائے اور عوام کو یہ حقیر نہ سمجھیں۔ چنانچہ ہمارے تمام بزرگان دین اور بڑے بڑے علماء نے بزرگوں کی جوتیاں اٹھائیں اور نفس کا تزکیہ کرایا اسی لئے ان کا سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا ان کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل گئی۔ (مواعظ جلد ۸)

بیوی اور گھر والوں سے حسن سلوک

بعض لوگ بڑے ظالم ہوتے ہیں گھر میں آتے ہی گرجنا برسنا شروع کر دیتے ہیں۔ بیوی پر ان کے جو حقوق ہیں انہیں تو زور زبردستی کے ساتھ وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بیوی کے جو حقوق ان پر عائد کیے گئے ہیں ان سے بالکل بے نیاز ہوتے ہیں۔ خود باہر خوب اچھا اچھا کھاتے ہیں لیکن بیوی اور بچوں کو رُوکھی سوکھی پر ٹرخاتے رہتے ہیں۔ گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ سے پیش نہیں آتے۔ باہر دوستوں کی مجلس میں بڑے شریف اور پیکر اخلاق بنے رہتے ہیں گھر میں داخل ہوتے ہی اپنے اخلاق کا جامہ باہر نکال کر آتے ہیں۔ یہ عمل ٹھیک نہیں ہے۔ اصلاح کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں انسان کے بہتر ہونے کا یہ معیار بیان فرمایا ہے کہ وہ بیوی بچوں اور گھر والوں کے

ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ سے پیش آتا ہو۔ آپ اپنے کو دیکھتے رہیں کہ اس معیار پر کہاں تک پورے اُترتے ہیں۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی تین پسندیدہ چیزیں

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا "اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں محبوب ہیں اُن سے بڑھ کر میری نگاہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱) اَلنَّظْرُ اِلَيْكَ

آپ کی طرف دیکھنا' بھائیو غور کرو' عرض پرداز یارِ غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' تنہائی کا موقعہ ہے' سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کو بیان کر رہے ہیں' کس ادب سے اور جان نثاری کے ساتھ کہ آپ کی طرف دیکھنا مجھے پسند ہے' آپ کے مقابلہ میں دنیا کے سارے مناظر ہیچ ہیں۔

(۲) اَلْجُلُوْسُ بَيْنَ يَدَيْكَ

دوسری چیز جو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے وہ ہے آپ کے سامنے بیٹھنا۔ سبحان اللہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس محبت پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔ مرشد و رہبر کے سامنے بیٹھنا ہی پسند ہے۔

(۳) وَالْاِنْفَاقُ عَلَيْكَ

... یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کرنا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست' اظہارِ محبت و جان نثاری کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ جب تک ایسی محبت نہ ہوگی صحیح طور پر مرشد سے فیض حاصل نہیں کر سکو گے۔ (باتیں ان کی یاد رہیں گی)

حصہ دوم

چند مسنون دعاؤں کی علوم و معارف اور حکمت و بصیرت پر مبنی تفسیر و تشریح

دعا مانگنے کا مسنون طریقہ

دعا مانگنے کا سنت طریقہ بتاتا ہوں کیونکہ جب ہم سنت کے مطابق دعا نہیں مانگیں گے تو دعا کیسے قبول ہوگی؟ سنت کے مطابق دعا مانگنے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ جب دعا مانگنا ہو تو ہاتھ سینے تک ہاتھ اٹھاؤ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَى صَدْرِهٖ علماء حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ عربی عبارت یاد کرلیں، دونوں ہاتھوں کو سینے تک اٹھاؤ اور ان کا رخ نَحْوَ السَّمَاءِ آسمان کی طرف ہو، نمازی کا قبلہ تو کعبہ شریف ہے لیکن علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے لِاَنَّ قِبْلَةَ الدُّعَاءِ السَّمَاءُ آسمان والا ہی تو دے گا لہٰذا ہتھیلی کا رُخ آسمان کی طرف ہو وَبَيْنَهُمَا فُرْجَةٌ قَلِيْلَةٌ اور دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ ہو، ہاتھ بالکل ملے ہوئے نہ ہوں۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دعا کرتے وقت ہاتھوں میں تھوڑا سا فاصلہ ہو جیسے ہاتھوں میں چھوٹا تربوز رکھا ہو، اگر ہاتھوں میں زیادہ فاصلہ ہوگا تو تربوز گر جائے گا یا نہیں؟ تو اتنا فاصلہ اس لیے رکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ ہمارا بندہ ہم سے بڑی چیز مانگ رہا ہے لیکن بڑی چیز مانگتے وقت ہاتھ اتنا بھی زیادہ نہ پھیلاؤ کہ وہ چیز

نیچے ہی گر جائے۔ اس لیے فُرْجَۃٌ کے ساتھ قَلِیلَۃٌ کی قید لگادی اور رُخ آسمان کی طرف ہو منہ کی طرف بھی نہ کرو، بعض لوگ یوں دعا مانگتے ہیں کہ ہتھیلیوں کا رُخ چہرے کی طرف ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے، اور درود شریف پڑھ کر دعا مانگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! دعا سے پہلے درود شریف پڑھ لو تا کہ تمہاری دعا آسمان کے اوپر چلی جائے اگر درود شریف نہیں پڑھو گے تو تمہاری درخواست آسمان کے نیچے رہے گی۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ درود شریف دعا کے اوّل میں بھی پڑھو اور آخر میں بھی پڑھو کیونکہ فَإِنَّ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ مُجَابٌ قَطْعًا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود قطعی قبول ہے کیونکہ رحمت نازل کرنے میں اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں اور جب اللہ تعالیٰ بھی کسی عمل شامل ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنا ہی عمل غیر مقبول کرے گا لہٰذا دعا کے اوّل آخر درود شریف پڑھو۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ درود شریف قطعی قبول ہے اور اللہ تعالیٰ کریم ہیں، ان کی شان سے بعید ہے کہ دعا کے اوّل آخر کو قبول کرلے اور بیچ کی چیز پھینک دے۔

اور جب دعا ختم ہو جائے تو دونوں ہاتھ چہرے پر مل لو، یہ سنت ہے، اس میں اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ گویا دعا قبول ہوگئی اور جو اللہ نے دیا ہم نے سر آنکھوں پر رکھ لیا، یہ ادائے بندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے کہ ہاتھ چہرے پر یوں مل لو کہ گویا اللہ دیکھے کہ میرا بندہ میرے فیصلے پر راضی ہے اور اسے اتنا یقین ہے کہ اس کو سر آنکھوں پر مل رہا ہے، میرے بندے کو دعا کی قبولیت میں ذرا بھی شک نہیں ہے تو جب اس کو اتنا یقین ہے تو دے ہی دو، اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں کہ میرا بندہ ہاتھ اٹھائے ہوئے مانگے ہی جا رہا ہے، اس سے بہت زیادہ قرب ملتا ہے۔ تو یہ دعا کے آداب ہو گئے، دعا مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ بتا دیا۔ اللہ تعالیٰ میرا اور میرے ساتھیوں کا سفر قبول فرمائے، آمین۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِاَۃِ شَهِيْدٍ

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب السنۃ، ص:۳۰)

جو اُس زمانے میں ایک سنت زندہ کردے جبکہ سنتیں ختم ہو رہی ہوں تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، سنت کو زندہ کرنا بہت بڑا اجر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارا کہنا اور آپ کا سننا قبول کرلے۔ اللہ تعالیٰ جب زبان قبول کرے گا تو پورا جسم قبول کرلے گا اور جس کے کان قبول کرے گا پورا جسم قبول کرلے گا چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جو اللہ کی یاد میں روتے ہیں اور ان کے آنسو نکل آتے ہیں تو جہاں جہاں یہ آنسو پہنچیں گے دوزخ کی آگ وہاں نہیں لگے گی، وہاں دوزخ کی آگ حرام ہوجائے گی لہٰذا جب آنسو نکلیں تو ان کو چہرہ پر اچھی طرح مل کر خوب پھیلا لو۔ حکیم الامت مجدد الملت فرماتے ہیں کہ آنسو لگنے سے چہرہ کا اتنا حصہ تو جنت میں چلا گیا لیکن باقی جسم کا کیا ہوگا؟

اس پر حضرت ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ایک ہندو راجہ مرگیا۔ اس کا لڑکا اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو مغل بادشاہ گذرے ہیں دہلی گیا اور کہا کہ حضور میرا باپ مرگیا ہے، آپ مجھ کو لکھ دیجئے کہ باپ کی ریاست مجھ کو مل جائے ورنہ دشمن میری ریاست پر قبضہ کرلے گا۔ اس وقت حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے قلعے کے حوض میں غسل کر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ لڑکا کم عمر ہے اور ریاست مانگ رہا ہے تو فوراً اس کو بازو سے پکڑا اور کہا تجھ کو حوض میں ڈبودوں؟ تو وہ بجائے رونے کے زور سے ہنسا تو عالمگیر بادشاہ نے کہا کہ بھئی تم تو بے وقوف ہو، اس موقع پر تو تم کو رونا چاہیے، ڈرنا چاہیے کہ ہم کو حوض میں نہ ڈبویئے، تم رونے کے موقع پر ہنس رہے ہو، تم ریاست کیسے چلا سکتے ہو؟ ریاست کا انتظام تم کو کیسے دے دوں؟ اس نے کہا حضور! پہلے مجھ سے وجہ پوچھئے کہ میں کیوں ہنسا تھا اس کے بعد اپنا فیصلہ سنایئے۔ تب عالمگیر ذرا چوکنا ہوئے اور پوچھا کہ اچھا بتاؤ تم بے موقع کیوں ہنسے؟ اس نے کہا میں اس لیے ہنسا تھا کہ آپ بادشاہ ہیں، بادشاہوں کا بڑا اقبال اور بڑی عزت اور بڑے اختیارات ہوتے ہیں، اگر آپ کسی کی اتنی سی انگلی پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا اور اس وقت تو آپ میرے دونوں بازو پکڑے ہوئے ہیں تو میں کیسے ڈوب سکتا ہوں لہٰذا جب آپ نے مجھے ڈوبنے سے ڈرایا تو مجھے ہنسی

آگئی کہ بادشاہ کے ہاتھ مجھے پکڑے ہوئے ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں؟

تو حکیم الامت مجدد الملت نے فرمایا کہ ایک ہندو لڑکا ایک مسلمان بادشاہ سے اتنی امید رکھتا ہے تو ہم مسلمان ہو کر اپنے اللہ کی رحمت سے جو سارے بادشاہوں کا بادشاہ ہے جس کے صدقے میں سلطنت ملتی ہے اس سے ہم یہ امید کیوں نہ رکھیں کہ جب وہ اپنی یاد میں نکلنے والے آنسو کی برکت سے رونے والے کا چہرہ جنت میں لے جائے گا تو اس کا پورا جسم بھی جنت میں لے جائے گا۔

آدابِ دُعا کے رموز

اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے بھی آداب ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں یَبْسُطُ یَدَیْہِ اِلٰی صَدْرِہٖ ہاتھوں کو اتنا اُٹھاؤ کہ سینہ کے سامنے آجائیں۔ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب فرماتے ہیں کہ بٹن نمبر ۲ کے سامنے کرلیں تو سینہ کے مقابل ہاتھ آجائیں گے۔ وَبَیْنَهُمَا فُرْجَةٌ قَلِیْلَةٌ اور دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھو اور ہاتھوں کا رُخ تمہاری طرف نہ رہے نَحْوَ السَّمَاءِ ہو یعنی آسمان کی طرف ہو لِاَنَّ السَّمَاءَ قِبْلَةُ الدُّعَاءِ کیونکہ دعا کا قبلہ آسمان ہے۔ ہمارا قبلہ تو کعبہ ہے مگر دعا کا قبلہ آسمان ہے کیونکہ دینے والا آسمان والا۔ آسمان کی طرف ہاتھوں کا رُخ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آسمان سے مانگ رہے ہیں، مراد یہ ہے کہ ہم آسمان والے سے مانگ رہے ہیں، خالقِ آسمان سے مانگ رہے ہیں۔ جس طرح کعبہ کی طرف سجدہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم کعبہ کو سجدہ کررہے ہیں بلکہ کعبہ والے کو سجدہ کرتے ہیں۔ کعبہ تو ایک سمت ہے جو خالقِ کعبہ نے مقرر کی ہے۔

نمازِ جنازہ میں امام کے جنازہ کے سینے کے مقابل کھڑے ہونے کی حکمت

جنازہ کے سامنے امام سینے کے مقابل کیوں کھڑا ہوتا ہے، پاؤں کی طرف

کیوں کھڑا نہیں ہوتا؟ علامہ شامی نے لکھا ہے اس میں یہ راز ہے کہ سینہ کے سامنے کھڑے ہوکر امام بزبانِ حال کہتا ہے کہ اے خدا یہ مسلمان مرا ہے، اس کے سینے میں دل ہے اور دل میں کلمہ ہے اس کے سینے کے سامنے کھڑے ہوکر اے خدا تیری رحمت کو واسطہ دیتا ہوں کہ کلمہ کے صدقہ میں اس کو بخش دے۔

نمازِ جنازہ میں صفِ آخر کی فضیلت کا راز

شامی میں ہے کہ جنازہ کی نماز میں صف آخر کو فضیلت دی گئی ہے اور جنازہ کی نماز میں طاق صفوں کا اور کم سے کم تین صفیں بنانے کا حکم ہے جبکہ عام نمازوں میں یہ حکم نہیں ہے۔ عام نمازوں کی جماعت میں پہلی صف افضل ہے اگر ہزاروں آدمیوں کی ایک ہی صف ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر جنازہ والے صرف سات آدمی ہیں تو ایک امام بن جائے اس کے بعد پہلی صف میں تین، دوسری میں دو اور ایک تیسری صف میں تنہا ایک آدمی کھڑا ہو جائے۔ اگر نماز جنازہ میں صفِ آخر کی فضیلت نہ ہوتی تو سب لوگ صف اوّل کی فضیلت لینے کے لیے آگے بڑھتے اور طاق صفیں بننا مشکل ہو جاتا اور شریعت کے اس حکم کی خلاف ورزی ہو جاتی۔

نماز کی ایک رکعت میں دو سجدوں کا راز

نماز میں رکوع ایک ہے لیکن سجدے دو کیوں ہیں؟ علامہ شامی نے اس کا جواب دیا ہے کہ دو سجدے اس لیے ہیں کہ شیطان کو سجدے کا جب حکم ہوا تو اس نے نہیں کیا تو رَغْمًا لِلشَّیْطَانِ شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور اس کا دل جلانے کے لیے ہم انسانوں پر دو سجدے فرض کر دیئے گئے کہ اے مردود شیطان تو نے ایک سجدہ بھی نہیں کیا لے ہم دو سجدے کرتے ہیں تاکہ تو جل کر خاک ہو جائے۔

فی الدنیا حسنۃ کا ایک تفسیری نکتہ

روح المعانی میں علامہ آلوسی نے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً .. الخ کی تفسیر میں ثناءِ خلق کو حسنۃ فی الدنیا میں شامل فرمایا ہے آدمی خود کو تو اچھا اور تعریف کے قابل نہ سمجھے لیکن اگر مخلوق تعریف کرے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نے میرے عیوب کو چھپا لیا اور نیکیوں کو ظاہر فرما دیا جس کی وجہ سے مخلوق تعریف کر رہی ہے۔ شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ نے حسنۃ فی الدنیا عطا فرمائی ہے۔ اپنی نگاہ میں چھوٹا ہونا مطلوب ہے لیکن دوسروں کی نگاہ میں صغارت اور حقارت مطلوب نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا (کنز العمال، جامع الادعیہ)

اے اللہ! مجھے میری نگاہوں میں چھوٹا اور حقیر کر دیجئے لیکن لوگوں کی نگاہوں میں مجھے بڑا دکھا دیجئے۔ معلوم ہوا کہ دوسروں کی نگاہوں میں حقیر ہونا مطلوب نہیں کیونکہ دوسروں کی نگاہوں میں اگر اس کی عظمت نہیں ہوگی تو کون اس سے دین کی بات سنے گا اور کون اس سے دین سیکھے گا۔ سبحان اللہ! کیا علومِ نبوت ہیں، آپ کے علومِ نبوت خود دلیلِ نبوت ہیں۔

قرآنی آیت کی تفسیر و نکات

اللہ تعالیٰ نے یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ میں قلب نازل نہیں فرمایا صدور نازل فرمایا ہے، صدر ظرف ہے اور قلب اس کا مظروف ہے اس کا نام تَسْمِیَةُ الْحَالِ بِاسْمِ الْمَحَلِّ اور تَسْمِیَةُ الْمَظْرُوْفِ بِاسْمِ الظَّرْفِ ہے، سینہ ظرف ہے، برتن ہے اس میں دل رکھا ہوا ہے یہ مجاز مرسل ہے۔

اسی طرح یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے بعد وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ہے کہ اگر تم حفاظتِ فرج چاہتے ہو تو اپنی آنکھ کو مفروج نہ کرو مسدود رکھو یَغُضُّوْا غض بصر کرو، آنکھ کھلنے نہ پائے وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ تو فروج ہونا اور اس میں شگاف ہونا یہ آنکھوں کی نظر بازی اور کھلنے سے ہوتا ہے لیکن امانت ملتی ہے ان کو جن کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں کیونکہ امانت میں خیانت سے آدمی اپنا دل خوش کرتا ہے اور حسنِ اخلاق کی تعریف ہے مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْحَقِّ کہ اللہ کے قانون کی رعایت رکھتے ہوئے مخلوق کا دل خوش کرے مگر بدنظری کرنے والا بحیثیت مخلوق کے اپنا دل تو خوش کر رہا ہے مگر مالک تعالیٰ شانہٗ کے قوانین کی رعایت نہیں کر رہا ہے کیا مطلب؟ کہ اپنا دل یا کسی مخلوق کا دل خوش کرے تو خود بھی مخلوق ہے اور اس کا دل بھی مخلوق ہے، اب چاہے اپنا دل خوش کرے چاہے کسی معشوق کا دل خوش کرے، یہ حق تعالیٰ کے قانون کی رعایت نہیں کرتا تو حسنِ اخلاق کہاں رہا؟ کیونکہ حسنِ اخلاق نام ہے مُدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْحَقِّ اس لیے اگر حسنِ اخلاق رہے گا تو اللہ کا قانون توڑ کر اپنے دل کو خوش نہیں کرے گا۔ اگر حسن اخلاق حاصل ہے تو اپنا دل توڑ دے گا اللہ

کا قانون نہیں توڑے گا۔

دیکھیے حضرت یوسف علیہ السلام نے زُلیخا کا دل خوش نہیں کیا تھا جبکہ خواتین مصر نے سفارش بھی کی تھی کہ اے یوسف! زُلیخا کا دل خوش کردو۔ اللہ تعالیٰ نے سفارش کرنے والی عورتوں کو بھی برابر کا مجرم ٹھہرایا رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡهِ میں یَدۡعُوۡنَ جمع نازل فرمایا تو یَدۡعُوۡنَ جمع ہے حالانکہ رغبت ظاہر کرنے والی عزیز مصر کی بیوی تھی تو اس پر اِشکال ہوتا ہے کہ جمع کا صیغہ کیوں نازل ہوا جبکہ عورت ایک تھی تو مفرد لاتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصر کی اور عورتوں نے بھی زِنا کی سفارش کی تھی کہ اے یوسف اس کا دل خوش کردو، تو گناہ کی سفارش کرنے والا بھی اتنا ہی درجہ کا مجرم ہوتا ہے جتنا کہ گناہ کرنے والا مجرم ہے، اس لیے جمع کا صیغہ لاکر ان سفارشی عورتوں کو بھی مجرموں میں شامل کردیا۔

اب دوسرا اِشکال یہ ہے کہ یَدۡعُوۡنَ تو مذکر ہے اور یہ عورتیں تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صیغہ تَدۡعُوۡ تَدۡعُوَانِ یَدۡعُوۡنَ ہے تو جمع مذکر غائب جمع مونث غائب دونوں صیغے یَدۡعُوۡنَ ہی آتے ہیں، کہیے میری صرف ونحو آپ لوگوں کو پسند آئی؟ تو صحت عفت پر موقوف ہے اور عفت امانت پر موقوف ہے اور امین وہی ہوتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ جو حرام کاری سے اپنا دل خوش نہ کرے تو گویا اس نے مُدَارَاةُ الْخَلْق نہیں کیا مُرَاعَاةُ الْحَقّ کیا ہے، مولیٰ کے قانون کا احترام کیا اور حسنِ اخلاق کس کے ہوتے ہیں وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ جو اللہ کی تقدیر پر راضی رہے، مقدر پر راضی ہوگا تو قلب مکدر نہ ہوگا اور جب قلب میں کدورت نہیں رہے گی تو یہی حسنِ اخلاق ہیں، جیسی بیوی مل گئی اس پر راضی رہو۔

اللہ تعالیٰ کی غلامی اور محبت

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ کے بازار سے ایک غلام خریدا جو بہت تہجد گذار اور صاحبِ نسبت تھا تو خواجہ حسن بصری نے اس سے پوچھا کہ کیا کھائے گا؟ اس

نے کہا کہ غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا جو مالک کھلا دے وہی اس کا کھانا ہوتا ہے پھر پوچھا کہ کیسا کپڑا پہنے گا؟ اس نے کہا غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا جو مالک پہنا دے وہی اس کا لباس ہے۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا، مالک جس نام سے چاہے اس کو پکارے۔ تو رضا بالقدر بہت ہی فنائیت اور عبدِ کامل ہونے کی علامت ہے، مالک جیسے چاہے رکھے شکایت مت کرو، جیسی بیوی دے اس پر راضی رہو، جو اللہ کی مرضی پر راضی رہے گا وہ کہے گا کہ بس ہماری بیوی ہی ہماری لیلیٰ ہے، دنیا میں اس کے مقابلے میں کوئی لیلیٰ نہیں ہے کیونکہ یہ ہمیں بدستِ مولیٰ ملی ہے، اللہ کے یہاں سے ملی ہے، اس سے بڑھ کر ہماری کوئی لیلیٰ نہیں ہے۔ اس پر میرا فارسی شعر ہے ؎

زوجۂ من بہرِ من لیلائے من   کہ مرا دادہ ست او مولائے من

میری بیوی میرے واسطے لیلیٰ ہے، وجہ کیا ہے؟ کیونکہ یہ میرے مولیٰ نے دی ہے۔ دیکھو! مجنوں لیلیٰ کی گلی کی کتیا کی تعریف کر رہا ہے ؎

ایں طلسمے بستۂ مولیٰ ست من   پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست من

یہ میرے مولیٰ کی بنائی ہوئی کتیا ہے، طلسم ہے ارے اس کی آنکھیں تو جادو ہیں، واہ رے مجنوں واہ! اور واہ رے مولانا رومی واہ! مجنوں ظالم کی تعبیر دیکھو اور پھر مولانا نے اس کو کس انداز میں نقل کیا۔ طلسم معنیٰ جادو یعنی اس کی آنکھیں تو جادو معلوم ہوتی ہیں، میرے مولیٰ نے اس کو بنایا ہے اور یہ میری لیلیٰ کی گلی کی پاسبان ہے ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت ایں در کوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بود

مجنوں نے لیلیٰ کی گلی کے کتے کا پیر چوما، اس کا بوسہ لیا، مخلوق نے کہا ارے پاگل یہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا یہ پیر کبھی کبھی لیلیٰ کی گلی میں جاتا ہے اور مولانا رومی فرماتے ہیں کہ مجنوں نے کہا ؎

آں سگے کوگشت در کویش مقیم   خاکِ پایش بہ ز شیران عظیم

جو کتا میری لیلیٰ کی گلی میں مقیم ہے اس کے پیر کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے اور۔

آں سگے کو باشد اندر کوئے او   من بہ شیراں کے دہم یک موئے او

جو کتا میری لیلیٰ کی گلی میں رہتا ہے میں شیروں کو اس کا ایک بال نہیں دے سکتا یعنی اگر شیر مانگے کہ بھئی لیلیٰ کی گلی کے کتے کا ایک بال دے دو تو میں نہیں دوں گا کیونکہ میرے قلب میں اس بال کی عظمت شیروں سے زیادہ ہے۔ مولانا رومی آگے فرماتے ہیں۔

اے کہ شیراں مر سگانش را غلام   گفتن امکاں نیست خامش والسلام

اے دنیا والو! بہت سے شیر اس کتے کے غلام بنے ہوئے ہیں اور عاشق بنے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں تم لوگ سمجھ نہیں سکتے ہو اب اس سے زیادہ میں آدابِ محبت نہیں سکھا سکتا لہٰذا اب میں خاموش ہو رہا ہوں لیکن سلام بھی کر رہا ہوں کہ میں اپنا راستہ لیتا ہوں تم اپنا راستہ لو۔ اس سے سبق ملا کہ خانقاہ میں شیخ کے کتے اور بلی کا بھی ادب کرو اور گیٹ مین اور باورچی کا بھی ادب کرو اور جو اس کے یہاں مہمان رہتے ہیں ان کا بھی ادب کرو مگر اس پر عمل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عشق و محبت نہ ہو، ورنہ اِس کان سے سنے گا اُس کان سے نکال دے گا پھر جب غصہ چڑھے گا تو اسے نہ لیلیٰ یاد آئے گی نہ اس کے کتے کے آداب یاد آئیں گے، وہ سب کو دسترخوان سے اٹھا کے بھگا دے گا کہ تم اس وقت کھانے پر کیوں بیٹھ گئے؟ اللہ کا راستہ بہت نازک ہے، بہت حساس ہے، بہت عظیم ہے، جس کو اللہ پیار کرے اسی کی عقل میں یہ سب باتیں آتی ہیں۔ مولانا رومی پر اللہ کا خاص فضل تھا انہیں یہ بات سمجھ میں آ گئی اسی لیے فرمایا۔

اے خدا! جوئیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے اللہ! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا اَدَبٌ عشق کا راستہ ابتدا تا انتہا ادب ہے۔

ایک قرآنی دعا اور اس کی شرح

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت:۲۸۶)

وَاعْفُ عَنَّا ہم کو معافی دیجیے یعنی ہمارے گناہوں کے گواہوں اور نشانات کو مٹا دیجیے، وَاغْفِرْ لَنَا اَیْ بِسَتْرِ الْقَبِیْحِ وَاِظْهَارِ الْجَمِیْلِ یعنی ہماری برائیوں کو چھپا لیجیے اور ہماری نیکیاں ظاہر کیجیے، وَارْحَمْنَا ای تَفَضَّلْ عَلَيْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ اور ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازش فرمائیے۔ فن کی جمع فنون اور فنون کی جمع افانین اور عقاب معنیٰ سزا یعنی جو طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہے اس پر آپ طرح طرح کی نعمتیں برسا دیجیے کیونکہ ہم نے معافی مانگ لی، بخشش مانگ لی، اب آپ ہم پر رحم بھی کر دیجیے۔

اس کے علاوہ وَاعْفُ عَنَّا میں ضمیر مستتر ہے، ضمیر کی دو قسمیں ہیں نمبر ۱۔ ضمیر مستتر، نمبر ۲۔ ضمیر بارز، تو معافی مانگنے سے پہلے چونکہ تمہاری آنکھوں میں گناہوں کی وجہ سے موتیا اُترا ہوا تھا تو حالتِ گناہ میں اور حالتِ ظلماتِ معصیت میں ہونے کی وجہ سے تم ہم سے حالتِ استتار میں تھے، گناہوں کے اندھیروں کی وجہ سے محجوب تھے، حجابات میں تھے، تم ہم کو نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے تم کو ضمیر بارز کی اجازت نہیں تھی، ضمیر مستتر کی اجازت تھی وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا سب میں ضمیر مستتر اَنْتَ چھپی ہوئی ہے کہ آپ معاف کر دیجیے مگر اَنْتَ کہنے کی اجازت نہیں ہے لیکن جب ہم نے تم کو معاف کر دیا، جب مغفرت ہوگئی، معافی ہوگئی، تم سے ہم نے

حجابات ہٹالیے اور تم انوار کے عالم میں آگئے تو گناہوں کی وجہ سے جو ضمیر مستتر تھی وہ ختم ہوگئی، لہٰذا اب اَنْتَ مَوْلٰنَا کہو کہ آپ ہی میرے مولیٰ ہیں، جب حجابات ہٹ گئے اور ہم نے اپنے غصے کے پردے ہٹالیے تو اب تم میرے سامنے ہو۔

تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

لہٰذا اب کہو اَنْتَ مَوْلٰنَا اب اَنْتَ کی اجازت ہے، اَنْتَ بتارہا ہے کہ گناہوں کے حجابات ختم ہو چکے ورنہ جب تک وہ سامنے نہ ہوں کوئی اَنْتَ نہیں کہہ سکتا یہی دلیل ہے کہ اب تمہارے سامنے سے گناہوں کے حجابات ہٹ گئے، اب ہم کو اَنْتَ مَوْلٰنَا کہو۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا کی تین تفسیریں ہیں، اَنْتَ سَیِّدُنَا آپ میرے سردار ہیں، آقا ہیں، وَمَالِکُنَا اور آپ ہمارے مالک ہیں، وَمُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا اور ہمارے اُمور کے اور کاموں کے بنانے والے ہیں فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اب ہمیں دشمنوں سے نہ پٹوایئے کہ ہم آپ کے بن چکے ہیں۔ یہ روح المعانی کی تفسیر ہے۔ واہ رے مفسرِ عظیم علامہ آلوسی! یہ صاحبِ نسبت بزرگ تھے، مولانا خالد کردی کے مرید تھے۔ وَاعْفُ عَنَّا... الخ کی یہ تفسیر لکھ لو، آپ کو پکی پکائی کھچڑی مل گئی ورنہ کتابوں میں تلاش کرنے میں بڑی محنت لگتی۔

اللہ والوں پر نزولِ رحمت اور اس کی برکات

اللہ تعالیٰ ایسے برکت والے ہیں کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس کے منہ میں بھی برکت آجاتی ہے، اللہ کا نام لینے والا دم کردے تو بخار اُتر جاتا ہے، جادو اُتر جاتا ہے، اللہ کا نام لینے والوں کے منہ میں اثر آجاتا ہے یہاں تک کہ جس بستی میں اللہ والے ہوتے ہیں اس بستی پر اللہ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک آدمی نے سو قتل کیے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اس بستی میں چلے جاؤ جہاں میرے پیارے اور مقبول بندے رہتے ہیں، اس

جگہ کی مٹی کو میں نے عزت دی ہے، ان پر ہم رحمت برساتے ہیں تو ان کی زمین پر جو پہنچ جاتا ہے اس پر بھی میری رحمت برس جاتی ہے۔

محدثِ عظیم شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے ذکر سے اور ان کے تذکرے سے رحمت نازل ہوتی ہے تو جہاں خود اللہ والے ہوں گے وہاں کتنی رحمت نازل ہوگی، جب اللہ والوں کے اور بزرگانِ دین کے اور اولیاء کے تذکروں سے رحمت برستی ہے تو جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں کتنی رحمت برسے گی اور حکیم الامت مجدد الملت تو اس سے بڑھ کر ایک عظیم بات فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا تذکرہ بھی نہ ہو صرف خیال آجائے، کوئی ذکر نہیں ہے، زبان حرکت میں نہیں ہے لیکن کسی اللہ والے کا دھیان اور خیال آجائے تو بھی دل میں اللہ کا نور پیدا ہوتا ہے۔ یہ شان ہے بِیَدِہِ الْمُلْکُ کی کہ ساری سلطنت کی شان اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہتے ہیں بادشاہت دیتے ہیں، تخت دینا اور تختہ دینا دونوں اللہ کی شان ہے، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ تعالیٰ کو ہر شئے پر قدرتِ کاملہ حاصل ہے۔

موت کی فکر زندگی کو زندگی بنا دیتی ہے

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اللہ جس نے تم کو موت دی اور زندگی دی۔ اس آیت کی تفسیر میں میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے زندگی ملتی ہے تب موت آتی ہے یا پہلے موت آتی ہے تب زندگی ملتی ہے؟ تو خَلَقَ الْمَوْتَ میں اللہ نے موت کو پہلے کیوں بیان کیا؟ وَالْحَيٰوةَ زندگی کو بعد میں بیان کیا حالانکہ پہلے زندگی ملتی ہے بعد میں موت ملتی ہے تو پھر خود ہی جواب فرمایا کہ جو زندگی اپنے ڈیپارچر اور اپنے رخصت ہونے کو اور اپنے اللہ کے پاس جانے کو اور وطن کی یاد کو قائم رکھتی ہے کہ ہمیں اللہ کے پاس جانا ہے اس کی زندگی حقیقت میں زندگی ہوتی ہے اس لیے اللہ نے موت کو پہلے بیان کیا کہ اپنے

پردیسی ہونے کا ہر وقت یقین رکھنا اور اس طرح زندہ رہنا کہ اپنے پردیسی اور مسافر ہونے کا ہر وقت خیال رہے جیسے کوئی پلیٹ فارم پر ڈیپارچر کا ہر وقت انتظار کرتا ہے، یہ نہیں کہ فرسٹ کلاس کے ویٹنگ روم میں مرنڈا پی رہا ہے اور ہنس رہا ہے اور گھڑی بھی نہیں دیکھتا اتنے میں ریل آئی اور چلی بھی گئی تو جو زندگی ہر وقت اپنی موت کو اور سفرِ آخرت کو اور وطن کو یاد رکھے گی وہی زندگی تعمیرِ وطن کرے گی، آخرت بنائے گی، آخرت کی مزیدار زندگی کا انتظار کرے گی اور جو موت کو بھول جائے گا وہ اپنے کو دنیا کا نیشنل سمجھ کر خوب بلڈنگ اور رین جمع کرے گا، بڑے بڑے صوفے لگائے گا اور شاندار موبائل رکھے گا اور مرسڈیز پر سیر کرے گا، اس کے بعد ایک دن ایک ریل آئے گی اس کا نام ہے موت کی ریل، پیدائش کی ریل سے انسان دنیا میں آتا ہے موت کی ریل سے چلا جاتا ہے، ہم لوگ ان ہی دو ریل کے درمیان ہیں، پیدائش کی ریل سے آئے اور موت کی ریل سے چلے جائیں گے۔

لہٰذا پھر اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لو اور پنی زندگی کو امریکا اور آسٹریلیا اور جرمن اور جاپان اور برطانیہ سے مت پوچھو، اپنی زندگی کا مقصد اللہ سے پوچھو جس نے تم کو پیدا کیا ہے جبکہ تم انگریزوں سے اور سائنسدانوں سے زندگی کا مقصد پوچھتے ہو۔ اللہ فرماتے ہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ تم دنیا میں اچھے عمل کرو اور اچھے عمل کر کے مجھ کو راضی کرو اور اپنا اصلی وطن بنا کر ہمیشہ کے لیے جنت میں آجاؤ، جنت سے تمہارا ایگزٹ اور خروج کبھی نہیں ہوگا اور وہاں نہ موت آئے گی نہ کبھی نیند آئے گی، موت تو درکنار موت کا بھائی یعنی نیند بھی نہیں آئے گی۔

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ

حدیث میں آتا ہے کہ نیند موت کا بھائی ہے، آدمی سوتا ہے تو کسی کو کچھ ہوش نہیں رہتا کہ میں بادشاہ ہوں یا فقیر، تو جنت میں نیند بھی نہیں آئے گی، ہر وقت مزے ہی

مزے ہوں گے، غم کا تصور بھی نہیں ہوگا کہ غم بھی کوئی چیز ہے، نفس بھی نہ رہے گا، روزہ نماز کی پابندی اور شریعت کے سب احکام ختم ہوجائیں گے، عیش ہی عیش موج ہی موج ہوگی، خوب کھاؤ پیو خوش رہو، صحابہ سے ملو، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرو، اللہ تعالیٰ کا دیدار کرو، کوئی محنت مجاہدہ نہیں۔ بس ساٹھ ستر سال روزہ نماز کرلو، ان کا حکم مان لو ہمیشہ کے لیے جنت ملے گی، وہاں کوئی روزہ، کوئی نماز، کوئی شریعت نہیں، بالکل آزادی اور آرام سے رہو، بس ستر اسی سال کی زندگی میں روزہ نماز کرلو لیکن اگر تم نے اسی سال عبادت کی تو ہم تم کو اسی سال جنت میں نہیں رکھیں گے ہمیشہ جنت میں رکھیں گے، ضابطے اور قانون سے تو تم لوگ اسی سال ہی جنت میں رہ سکتے ہو لیکن ہمارا کرم، ہماری رحمت، ہماری مہربانی سے تم کو جنت سے کبھی خروج اور ایگزٹ نہیں ہوگا، کروڑہا

الاقوامی ڈونگی اینڈ منگی ہو یا تمہارے دماغ اور کھوپڑی میں عقل ہے کہ تم کو پردیسی بنا کر بھیجا اب تم وطن کی تعمیر کرتے ہو یا پردیس میں رہ کر وطن کو بھول جاتے ہو، ہم تمہارا امتحان لیں گے کہ تم عقلمند ہو یا بے وقوفی کرتے ہو، تم دنیا میں مسافر بن کر گئے اور اپنے کو وہیں کا نیشنل سمجھ لیا، جب ہم واپس بلائیں گے تب پتہ چلے گا کہ تمہارا گھر کدھر گیا، مرسڈیز کدھر گئی، پاڑسموسے کدھر گئے، سب دھرا رہ جائے گا، قبر میں سوائے کفن کے کچھ نہیں جائے گا۔

2۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے، جن کے سینۂ مبارک پر قرآنِ پاک نازل ہوا، فرماتے ہیں کہ تاکہ اللہ تم کو آزمائیں کہ کون حرام باتوں سے، اللہ کے غضب سے اور اللہ کے غصے سے بچتا ہے لیکن واہ رے میرے اللہ! ایک ذرا سا آنسو کا قطرہ نکالو اور ذرا سا رونا شروع کرو سب خطا معاف ہو جاتی ہے، اللہ کا غضب رحمت سے بدل جاتا ہے، بجائے اس کے کہ سزا ہو عطا ہونے لگتی ہے، صاحبِ سزا صاحبِ عطا ہو جاتا ہے جیسے ماں کی چھاتی میں دودھ نہیں ہوتا خون بھرا ہوتا ہے لیکن چھوٹا بچہ جب روتا ہے تو بچے کے رونے سے ماں کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اس کی چھاتی کا خون دودھ میں بدل جاتا ہے، گناہوں کی وجہ سے جس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے اگر اشکبار آنکھوں سے رو رو کر اللہ سے معافی مانگ لو تو اللہ کا غضب جو ہے وہ رحمت سے بدل جاتا ہے۔

3۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَسْرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ تاکہ خدا تم کو دنیا میں آزمائے کہ تم ہماری فرمانبرداری کی طرف جلدی سے آتے ہو یا نہیں۔

آیت میں لفظِ عزیز کی غفور پر تقدیم کی وجہ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اور فرمایا کہ میں صاحبِ قدرت ہوں اور مغفرت کرنے والا ہوں۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے تھے کہ ہم نے عزیز کو غفور سے پہلے کیوں نازل کیا؟ یہ اللہ کا کلام ہے، اس میں ہر لفظ

کی تقدیم و تاخیر میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں، تو عزیز کے معنیٰ ہیں زبردست طاقت والا، جس کی طاقت کو کوئی روک نہ سکتا ہو، جس کے ارادۂ طاقت میں کوئی خلل انداز نہ ہو سکتا ہو، ساری کائنات مل کر چاہے کہ یہ کام نہ ہو لیکن اللہ چاہے تو وہ کام ہو جائے گا۔ تو عزیز کی تعریف ہے اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یَعْجِزُ شَیْءٌ فِی اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ اللہ ہر شئے پر قادر ہے اور جب اپنی قدرت کا استعمال کرے تو اس کی قدرت کے استعمال میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔

اگر محمد علی باکسر کسی کو ایک گھونسہ مارنے کا ارادہ کرے اور لیبنیشیا کے دس جوان اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اسے مارنے کی قدرت تو ہے لیکن اب استعمالِ قدرت نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جب استعمال ہوتا ہے تو پوری کائنات مل کر، سارے فرشتے مل کر، جبرئیل علیہ اسلام بھی اللہ کی قدرت کو ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کی طاقت روٹی سے نہیں ہے، کہیں آپ سمجھیں کہ وہ دس ہزار روٹی کھاتے ہوں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قوتِ جبریل از مطبخ نہ بود قوتش از فیضِ خلّاقِ ودود

جبرئیل کی طاقت کچن کے چکن سے نہیں ہے اللہ کے حکم سے ہے تو جو فرشتے اللہ کے حکم سے طاقت پاتے ہیں وہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی طاقت کیا دِکھا سکتے ہیں۔ تو عزیز اس لیے پہلے نازل فرمایا کہ خدا زبردست طاقت والا ہے لہٰذا غفور کی قدر کرلو، طاقت عظیم رکھتے ہوئے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں، ہماری معافی کی قدر کرلو۔

دوستو! یہ بتاؤ آپ کے تین سو ساٹھ کلو میٹر کے جنگل میں اگر لومڑی اور بندر آپ کو معاف کردیں تو آپ کو زیادہ خوشی ہوگی یا شیر معاف کردے کہ جائیے معاف کر دیا، مجھے رحم آگیا، کیونکہ شیر کی طاقت زیادہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی طاقت کو ظاہر فرمایا کہ میں زبردست طاقت والا ہوں، تم رات خیریت سے سوؤ صبح تم پر کینسر، بلڈ کینسر، گردے بے کار کردوں جو بلا چاہوں تم پر نازل کردوں پھر معلوم ہوگا، چاہوں

تو ایکسیڈنٹ کرا کر تمہاری کھوپڑی کا مغز سڑکوں پر بکھیر دوں لیکن اتنی طاقت کے باوجود جب میں معاف کررہا ہوں تو اب میری مغفرت کی قدر کرو۔

یہ ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ کا راز کہ طاقت کو پہلے ظاہر کیا تاکہ اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی صفت مغفرت کی قدر و منزلت معلوم ہو، اپنی قوتِ مغفرت اور بخشش دینے کی صفت کی قدر کرانے کے لیے اللہ نے طاقت والے نام عزیز کو پہلے نازل فرمایا کہ زبردست طاقت والا اللہ تم کو معاف کررہا ہے اس لیے اس کی معافی کو معمولی مت سمجھو۔

آیت حَسْبِیَ اللّٰہُ...... الخ کا عاشقانہ ترجمہ وتشریح

حَسْبِیَ اللّٰہُ کا ترجمہ ہے کہ صرف اللہ ہی مجھے کافی ہے۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ اصل میں تھا اَللّٰہُ حَسْبِیْ کیونکہ مبتدا مقدم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں خبر کو مقدم فرمایا۔ کیوں؟ تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ جس کا حق تاخیر کا تھا اُس کو مقدم کرنے سے معنیٰ حصر کے پیدا ہوجاتے ہیں لہٰذا حَسْبِیَ اللّٰہُ کا ترجمہ ہوگا کہ صرف اللہ مجھے کافی ہے۔ اگر کوئی صرف نہ لگائے تو ترجمہ غلط ہوجائے گا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا لغوی ترجمہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن اس کا عاشقانہ ترجمہ کرتا ہوں کہ ان کے سوا ہمارا کون ہے عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ یہاں بھی عَلَیْهِ کو مقدم فرما کر تَقْدِیْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِیْرُ ہے جس سے حصر کے معنیٰ پیدا ہوگئے کہ میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا اور اللہ میاں یہ کیوں سکھا رہے ہیں کہ مجھ پر بھروسہ کرو؟ آگے اس کی وجہ بیان فرمارہے ہیں وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تاکہ کافروں کو پتہ چل جائے کہ مسلمانوں کا اللہ پر بھروسہ بے سبب نہیں ہے۔

ہماری آہ وفغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں ہمارے زخم سیاق وسباق رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ اس کی وجہ بیان کرو تاکہ دنیائے کفر کو معلوم ہوجائے کہ مسلمان اللہ پر کیوں بھروسہ کرتے ہیں وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کہو کہ چونکہ اللہ تعالیٰ عرشِ عظیم کا رب ہے، جتنے فیصلے ہوتے ہیں بیماری، تندرستی، امیری، غریبی،

ذلت، عزت، موت وحیات جو کچھ بھی زمین پر فیصلے آتے ہیں عرشِ عظیم سے آتے ہیں کہ وہ مجاریٔ قضا ہے یعنی فیصلے جاری ہونے کی جگہ ہے۔ مجریٰ کے معنیٰ ہیں جاری ہونے کی جگہ، مجریٰ کی جمع مجاری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ پورے عالم میں جو فیصلہ آتا ہے وہ وہاں سے آتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ تم سارے عالم میں اعلان کردو کہ جہاں سے فیصلے آتے ہیں ہم نے وہاں سے اپنا رابطہ اور کنکشن کرلیا ہے۔

لہٰذا جب ربِّ عرشِ عظیم پر ہم بھروسہ کریں گے تو چونکہ فیصلے وہیں سے ہوتے ہیں، اس لئے پھر ہمارے حق میں فیصلے ہوں گے، کیونکہ سارے عالم کی پرورش کے احکام بھی وہیں سے نازل ہوتے ہیں، لیکن خود عرشِ اعظم بھی اپنی تربیت میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اس لیے خالقِ عرشِ عظیم اور مالکِ عرشِ عظیم نہیں فرمایا، رب فرمایا کہ عرشِ اعظم بھی میری تربیت کا محتاج ہے، ہماری شانِ ربوبیت سے وہ خارج نہیں ہے اور عرشِ اعظم جنت کی چھت ہے اس لیے اللہ کی عظمت کے وزن سے عرشِ اعظم سے ایک آواز آتی ہے وہ آواز اہلِ جنت سنیں گے اور جو لوگ اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کو جنت سے پہلے ہی میدانِ محشر میں عرشِ اعظم کا سایہ مل جائے گا، کیونکہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعلان فرمائیں گے اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ۔ الْمُتَحَابُّوْنَ میں الف لام معنیٰ میں اَلَّذِیْنَ کے ہے۔ عربی گرامر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اسم فاعل کا الف لام معنیٰ میں اسم موصول کے ہوتا ہے تو اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ کے معنیٰ ہوئے کہ اَیْنَ الَّذِیْنَ یَتَحَابُّوْنَ فِیَّ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، ان کی زبان ایک نہیں تھی، علاقے ایک نہیں تھے، قومیت ایک نہیں تھی، خاندان ایک نہیں تھا، لیکن صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے وہ لوگ میرے عرش کے سائے میں آجائیں۔ تو معلوم ہوا کہ اہلِ جنت کو جنت میں عرشِ اعظم کا جو سایہ ملے گا وہ سایہ اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنے والوں کو وہ سایہ میدانِ محشر ہی میں مل جائے گا اور ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ تو جہاں

حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ کیسی عجیب و غریب بات اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوئی کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سورج سوا نیزے پر ہوگا اور کھوپڑیاں پک جائیں گی، حساب دینے والے پسینے پسینے ہوجائیں گے، لیکن اللہ سے محبت کرنے والوں کو اللہ سایۂ عرش عطا فرمائیں گے، یہاں حساب نہیں ہوگا۔ یہی دلیل ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کا ترجمہ وتشریح ہوگئی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ زَوَالِ نِعۡمَتِکَ

کی عجیب وغریب شرح

حدیثِ پاک کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ زَوَالِ نِعۡمَتِكَ وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقۡمَتِكَ وَجَمِیۡعِ سَخَطِكَ (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اکثر اہل الجنۃ الفقراء، ج:۲، ص:۳۵۲)

اس حدیثِ پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوّلاً زوالِ نعمت سے پناہ مانگی ہے کہ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں نعمت کے زائل ہوجانے سے اور زوالِ نعمت کیا ہے؟ مثلاً رات کو خیریت سے سوئے، صبح اُٹھے تو معلوم ہوا کہ آنکھوں سے نظر نہیں

کردیا اور آنکھوں کی نعمت تقویٰ زائل ہوگئی یا کانوں سے گانا سننے لگے اور کانوں کا تقویٰ زائل ہوگیا یا غصہ چڑھ گیا تو ماں باپ سے لڑنے لگے یا بے کس سمجھ کر بیوی کو پیٹنے لگے تو زوالِ نعمت کے معنی یہ بھی ہیں کہ اخلاقی طور پر ہمارا اعتدال اور استقامت ختم ہوجائے اور کوئی رذیلہ غالب ہوجائے لہٰذا اخلاقی زوال ہو یا ایمانی زوال ہو یا کیفیت احسانیہ کا زوال ہو سب اس میں شامل ہے۔

عیب کی نسبت اللہ کی طرف کرنا سخت بے ادبی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زوالِ نعمت فرمایا، ازالہ نعمت نہیں فرمایا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِزَالَۃِ نِعْمَتِکَ کیونکہ اِزالہ یعنی نعمت سے محرومی کی نسبت اللہ کی طرف ہوجاتی۔ عیب سے اللہ پاک کی تنزیہہ اور عظمتِ الٰہیہ کی رعایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کا لفظ استعمال فرمایا کہ ہماری نالائقیوں کی وجہ سے ہم سے نعمتیں زائل ہوتی ہیں، اے اللہ! آپ زائل نہیں فرماتے۔ اس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے جیسے قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ جب میں مریض ہوتا ہوں تو اللہ شفا دیتا ہے حالانکہ جو شفا دیتا ہے وہی تو بیماری بھی دیتا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب دیکھئے کہ بیماری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔

اسی طرح کشتی کو عیب دار کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا لیکن حضرت خضر علیہ السلام کا ادب دیکھئے کہ فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے عیب دار کردوں لیکن یہ نہیں کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں کشتی توڑ دوں حالانکہ خدا ہی کا حکم تھا لیکن توڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی، اپنی طرف کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہاں کا مالک ظالم تھا وہ غریبوں کی کشتی چھین لیتا تھا، عیب دار کشتی اس کے ظلم سے بچ گئی ورنہ وہ ظالم چھین لیتا۔

دوسرا حکم ایک لڑکے کے بارے میں ہوا کہ اس کو قتل کردو چونکہ علم الٰہی میں یہ لڑکا سرکش تھا جو آگے چل کر اپنے والدین کو ستاتا، اس لیے اس کو قتل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا لیکن چونکہ قتل بظاہر اچھی چیز نہیں تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی نسبت بھی اپنی طرف کی فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا، فَاَرَدْنَا فرمایا فَاَرَادَ اللّٰہُ نہیں فرمایا۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک نے یہ ادب سکھایا کہ جو فعل حقیقۃً اگرچہ عیب نہیں لیکن صورۃً عیب ہے اس کی نسبت بھی اللہ کی طرف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات عیب سے پاک ہے، اس لیے صورتِ عیب کی نسبت بھی ان کی طرف کرنا خلافِ ادب ہے۔ لیکن جب دیوار سیدھی کرنے کا تیسرا حکم آیا کہ یہ بچے یتیم ہیں یہاں ان کا خزانہ دفن ہے لہٰذا دیوار سیدھی کردو ورنہ خاندان والے ان بچوں کا خزانہ چھین لیں گے کیونکہ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ان کا باپ نیک تھا۔ مفسرین لکھتے ہیں كَانَ اَبًا السَّابِعَ وَفِیْ رِوَايَةٍ كَانَ اَبًا الْعَاشِرَ وہ ساتواں باپ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دسواں باپ تھا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ کیسا کریم مالک ہے کہ جوان کا بن جائے تو اس کی سات پشت تک بلکہ دس پشت تک وہ کریم مالک رحمت نازل کرتا ہے پھر ہمیں اولاد کی کیا فکر۔ بس ہم ان کے بن جائیں ہماری دس پشت تک وہ رحمت نازل فرمائیں گے۔ چونکہ یہ کام ظاہراً بھی اچھا تھا اس لیے حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب نے ارادہ کیا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ تو دیکھیے قرآن پاک نے یہ ادب سکھایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حق میں کیا ڈر، بے دھڑک کہہ دو، استاد ہو، ماں باپ ہو لیکن قرآن پاک نے سکھایا کہ حق پیش کرو مگر ادب کے ساتھ پیش کرو۔ حق کا پوڈر ادب کے کیپسول میں پیش کرو۔ قرآن پاک سے بڑھ کر کون ہمیں ادب کی تعلیم دے سکتا ہے۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ اے اللہ! ہم پناہ چاہتے ہیں کہ عافیت مصیبت سے تبدیل ہو جائے۔ زوالِ نعمت اور تحولِ عافیت میں ملا

علی قاری نے یہ فرق لکھا ہے کہ نعمت کا زوال یہ ہے کہ وہ نعمت جاتی رہے مثلاً مال جاتا رہا تو یہ نعمت کا زوال ہے، لیکن اگر مال بھی جاتا رہا اور کوئی دوسری بلا و مصیبت بھی لگ گئی تو یہ تحولِ عافیت ہے کہ عافیت کسی مصیبت میں منتقل ہوگئی مثلاً ایک ہزار رین لیے ہوئے بس میں جارہے ہیں اور کسی جیب کترے نے جیب کاٹ لی تو یہ زوالِ نعمت ہے اور تحولِ عافیت یہ ہے کہ ایک ہزار بھی چھین لیا اور پٹائی بھی کی جیسے بنگلہ دیش میں سنا کہ وہاں جہاز پر رات کو ڈاکو ڈاکہ مارتے ہیں، مال بھی چھین لیتے ہیں اور پٹائی بھی کرتے ہیں تو میں نے ایک عالم سے پوچھا کہ جب مال چھین لیتے ہیں تو مارتے کیوں ہیں تو اس عالم نے کہا کہ بغیر پٹائی کے کوئی پیسہ نہیں دیتا، جب مار پڑتی ہے تو بے چارے جلدی جلدی نکال کر ظالموں کو دے دیتے ہیں۔

یہ تحولِ عافیت ہے کہ نعمت بھی زائل ہوگئی اور تکلیف میں بھی مبتلا ہوگئے اس کے بعد ہے فُجَاءَةِ نِقْمَتِکَ اچانک مصیبت کے پکڑ لینے سے بھی پناہ مانگی جارہی ہے کہ رات کو آرام سے سوئے اور صبح کو معلوم ہوا کہ گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا اور جَمِیْعِ سَخَطِکَ اور اے اللہ! آپ کی ہر قسم کی ناراضگی سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بہت سی اقسام و انواع ہیں لہٰذا ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو سکھا رہے ہیں۔ بڑی ناراضگی ہو، چھوٹی ناراضگی ہو، بڑا گناہ ہو، چھوٹا گناہ ہو سب سے پناہ مانگی جارہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مختلف انواع نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جَمِیْعِ سَخَطِکَ نہ فرماتے۔

اب سوال یہ ہے کہ زَوَالِ نِعْمَتِكَ اور تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ اور فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ کا جَمِيْعِ سَخَطِكَ سے کیا ربط ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ جملہ آفات و بلیات کا نزول اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب نافرمانی ہے۔ زوالِ نعمت، تحولِ عافیت اور فجائتِ نقمت تو صرف تین بلائیں ہیں لیکن بلائیں تو اور بھی بہت ہیں لہٰذا جَمِيْعِ سَخَطِكَ فرما کر آپ نے تمام بلاؤں کے سبب سے پناہ مانگی اور

ہر قسم کی ناراضگی سے پناہ مانگ کر تمام بلاؤں سے نجات کی اُمت کو راہ دِکھا دی۔
مذکورہ تین بلائیں تو خاص تھیں لیکن جَمِیْعِ سَخَطِکَ میں تمام بلاؤں سے پناہ آ گئی۔ اس کو بلاغت میں تَعْمِیْم بَعْدَ التَّخْصِیْص کہتے ہیں یعنی اے اللہ! آپ کی ناراضگی کی تمام قسموں سے، چھوٹی ہوں یا بڑی ہم پناہ چاہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر ناراضگی کے بعد مختلف بلائیں نازل ہوئی ہیں، کہیں تیز آندھی آئی، کہیں پتھر برسائے گئے، کہیں زمین میں دھنسا دیا گیا۔

جس نوع اور جس درجہ کی ناراضگی تھی اُسی درجہ کا عذاب وغضب نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے معنیٰ تفسیر روح المعانی میں یہ لکھے ہیں اِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ وَاِنْزَالُ الْعُقُوْبَةِ بِهِمْ کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں سے انتقام کا ارادہ فرمالیں اور ان پر سزا و عقوبت نازل کر دیں پس جس درجہ کا غضب ہوگا اسی درجہ کا انزالِ عقوبات وظہورِ آفات وبلیات ہوگا جیسے قومِ لوط پر جو عذاب نازل ہوا ایسا عذاب کسی قوم پر نہیں آیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس خبیث فعل کو اس سے پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ اس زمین کو فرشتہ آسمان تک اٹھا کر لے گیا اور وہاں سے اُلٹ دی گئی جس کے بعد ہلاکت یقینی تھی لیکن اس کے ساتھ پتھروں کی بارش بھی کی گئی جو انتہائی غضب کی علامت تھی العیاذ باللہ۔ لہٰذا جس درجہ کی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے اسی نوع کا عذاب نازل ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جَمِیْعِ سَخَطِکَ سے پناہ مانگ کر اُمت کو ہر نوع عذاب سے اور جملہ بلیات سے تحفظ عطا فرمایا اور جب ہر نوع عذاب سے تحفظ ہوگا تو زوالِ نعمت، تحولِ عافیت اور فُجاءۃِ نقمت سے تحفظ بھی یقینی ہے۔

حدیث

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ الۡعَفۡوَ . . . الخ کی تشریح

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں تین نعمتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُکَ الۡعَفۡوَ وَ الۡعَافِیَۃَ وَ الۡمُعَافَاۃَ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ (المعجم الکبیر للطبرانی)

اے اللہ! ہم کو معافی دیجئے اور عافیت دیجئے اور دنیا و آخرت میں معافات دیجئے تو میں آج کے سبق میں ان تین نعمتوں کی شرح کروں گا۔ عفو کی، عافیت کی اور معافات کی۔

(۱)...... عفو کی تشریح

عفو کے معنیٰ ہیں کہ ہمارے گناہ کو نہ صرف بخش دیجئے بلکہ ان کے نشانات بھی مٹا دیجئے جیسے ایک شخص نے غلط لکھا اور اس کو کاٹ دیا تو دیکھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی ہے تو اے اللہ! ہمارے نامۂ اعمال سے ہمارے گناہوں کو صرف کاٹئے ہی نہیں بالکل مٹا دیجئے، (Nothing) کر دیجئے، کراسنگ میں تو نظر آجائے گا کہ کبھی اس نے کوئی گناہ کیا تھا، یہ دیکھو اللہ نے اسے کراس کر دیا، نہیں کراسنگ کے بجائے نتھنگ کر دیجئے، اس کا نشان بھی مٹا دیجئے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے عفو کے معنیٰ محو لکھا ہے، محو معنیٰ مٹانے کے ہیں کہ ہمارے گناہ کو کراس کرنے کے بجائے مٹا دیجئے جس کی تفسیر اللہ پاک کی یہ آیت کرتی ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو توبہ کی برکت سے ہم اس کی برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیتے ہیں، برائی کا وجود بھی نہیں ہوتا، سب گناہ ختم کر کے وہاں نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ وہ آیت یہ ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (سورۃ الفرقان، آیت:۷۰)

ہم اس کی تمام برائیوں کو مٹا کر کے نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں سے تین طریقے سے تبدیل کرتا ہے یعنی تبدیلی کے تین طریقے ہوتے ہیں۔ نمبر ا۔ ایک شخص فلمی گانے گاتا ہے، اب حج کر آیا، توبہ کر آیا تو نامہ اعمال میں جہاں اس کا گانا لکھا تھا وہ مٹا کر اللہ نے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ لکھ دیا، جن آنکھوں سے عورتوں کو دیکھ رہا تھا اس گناہ کو معافی اور توبہ کی برکت سے کاٹ کر وہاں کسی اللہ والے کو دیکھنے کے عمل کو لکھ دیا یا کعبہ شریف دیکھنے کا عمل یا اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کا ثواب لکھ دیا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی برائیوں کو مٹا کر اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو لکھ دیتے ہیں، برائیوں کی ریل صاف کر کے اس پر نیکیوں کی ریل چڑھا دیتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کے تقاضوں کی شدت کو نیکیوں کے تقاضے کی شدت سے بدل دیتے ہیں یعنی ملکۂ تقاضائے معصیت کو ملکۂ تقاضائے حسنہ سے تبدیل کر دیتے ہیں، ملکۂ تقاضائے سیئہ کو ملکۂ تقاضائے حسنہ سے بدل دیتے ہیں یعنی جس شدت سے ہر وقت گناہوں کے لیے پاگل ہوتا تھا، ہر وقت دل چاہتا تھا کہ گناہ کرو، عورتوں کو دیکھو، حسینوں کو دیکھو، نظر لڑاؤ اب اُس کو اللہ تعالیٰ اسی شدت سے نیکیوں کا ملکہ عطا کرتے ہیں۔ یہاں ملکہ کے معنیٰ ہیں عادت کا رُسوخ جیسے کہتے ہیں کہ شعر کہنے میں ان کو بڑا ملکہ ہے تو یہاں ملکہ سے رُسوخِ خصلت، رُسوخِ عادت مراد ہے۔ اب اگر ملکہ کی شرح نہ کرو تو لوگ کہیں گے کہ بھئی یہاں تو ملکہ ایلزبتھ کا تذکرہ ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ ملکۂ تقاضائے معصیت کو ملکۂ تقاضائے حسنات سے بدل دیتے ہیں یعنی جس کے دل میں ہر وقت گناہ کا تقاضا ہے اس کو ہر وقت نیکیوں کا تقاضا ہونے لگے گا۔ جیسے بعض لوگ گھر سے باہر اسی نیت سے نکلتے ہیں کہ

اُس مارکیٹ چلو جہاں مرد عورت مل کر چلتے ہیں اور خوب رش ہوتا ہے، اس بہانے ہم کچھ حرام مزے لے لیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس بندے کے تمام صغائر کو مٹا دو اور وہاں ہماری طرف سے حسنات لکھ دو، پہلے بندے کی اپنی کمائی تھی، اس نے جو کمایا تھا اس کے مکسوبات تھے اور یہاں میرے موہوبات ہوں گے لہٰذا اس کی برائیوں کو کاٹ کر وہاں نیکیاں لکھ دو تو اوّل میں اور ثانی میں کیا فرق ہوا؟ اوّل میں اسی کی کمائی تھی، اسی کے مکسوبات تھے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے موہوبات اور بخشش ہوگی، اس کی کمائی نہیں ہوگی، اللہ کی طرف سے فرشتے برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیں گے۔ جب وہ دیکھے گا کہ گناہ پر ہم کو انعام مل رہا ہے تو کہے گا کہ اللہ میاں یہ تو میرے چھوٹے گناہ ہیں مَالِیْ لَاۤ اَرٰی ذُنُوْبًا کَبِیْرًا کیا ہوگیا مجھ کو کہ میں اپنے بڑے بڑے گناہ اس میں نہیں پا رہا، ذرا اس کی جرأت کو دیکھئے! یہ بات بیان کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی، کیا کریم مالک ہے۔ آہ! اللہ کی کیا رحمت ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پوری دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک اللہ کی رحمت کا ایک حصہ نازل ہوا ہے جس کی وجہ سے ہم لوگ اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں، استاد شاگرد سے، شیخ مرید سے اور ماں باپ اپنے بچے سے محبت کرتے ہیں، یہ سب اس ایک حصہ مادّۂ رحمت کا اثر ہے، ننانوے حصے اللہ نے ابھی بچائے ہوئے ہیں، قیامت کے دن اس کو ظاہر فرمائیں گے، تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کو تم سمجھتے تھے کہ وہ جہنم میں جائے گا وہ سب جنت میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک حصہ رحمت میں تو یہ حال ہے کہ اس کی وجہ سے ہم کسی کی تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتے۔ جب بنگلہ دیش میں سیلاب آیا تو کتنے لوگ بے چین ہوگئے، دعائیں مانگ رہے ہیں، پیسہ بھیج رہے ہیں تو ننانوے حصۂ رحمت کو اللہ نے محفوظ رکھا ہے جس کا ظہور قیامت کے دن فرمائیں گے تو قطب العالم مولانا گنگوہی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت میں ایسے ایسے لوگ بخشے جائیں گے جن کو ہم سمجھتے تھے کہ یہ جہنم میں جائے گا۔ اس لیے کسی کے بارے میں ناامید نہ ہو۔

عفو کی تفسیر ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی صرف معافی نہیں دیں گے بلکہ گناہوں کے نشانات تک مٹا دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَى اللّٰهُ الْحَفَظَةَ ذُنُوْبَهُ وَاَنْسٰى ذٰلِكَ جَوَارِحَهُ وَمَعَالِمَهُ مِنَ الْاَرْضِ... الخ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، ج: ۵، ص: ۹)

جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھی اس کے گناہ بھلا دیتا ہے تاکہ معافی ملنے کے بعد فرشتے یہ نہ کہیں کہ یہ ایسا ہے ویسا ہے، چناں ہے چنیں ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو بھی تمام گناہ بھلا دیں گے، جن اعضاء سے گناہ کیا تھا اور وہ اعضاء قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیتے، اُن اعضاء سے بھی توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بھلا دیں گے اور زمین پر جہاں جہاں اس نے گناہ کیا تھا تو زمین پر ان کے نشانات کو بھی مٹا دیں گے تو یہ ہے عفو کہ ایسی معافی دے دیجئے کہ نشانات اور گواہی اور کہیں بھی کسی قسم کا وجود ہی نہ رہے۔

(۲)......عافیت کی تشریح

اور عافیت کے دو معنی ہیں، نمبر ایک کہ ہمارا دین کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو، دین مفتون نہ ہو، فتنہ نہ پیدا ہو، کیا مطلب کہ ہم سر سے پیر تک آپ کے رہیں اور سر سے پیر تک ہمارے اعضاء کسی نافرمانی میں مبتلا نہ ہوں، اگر مخلوق ناراض بھی ہو تو فکر نہ کرو۔ بعض لوگوں کو شیطان یوں دھوکہ دیتا ہے کہ اگر اس حسین لڑکے سے بات نہ کرو گے تو وہ کہے گا کہ یہ کیسے بد اخلاق لوگ ہیں یا ائیر ہوسٹس جہاز میں اپنا گال بالکل منہ کے قریب کر کے انگریزی، اردو یا عربی میں پوچھتی ہے کہ حضور کیا چاہیے؟ اور وہ باتیں بناتا ہے کہ چائے لے آئیے، کافی لائیے۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر

ہم ان سے بات نہ کریں تو ان کو بہت غصہ آتا ہے، میں نے کہا کہ ان کو غصہ آتا ہے مگر اللہ کو تو پیار آئے گا، ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس کے غصے سے بچنا ہے، ائیر ہوسٹسوں کے غصے سے بچنا ہے یا اللہ میاں کے غصے سے بچنا ہے، لوگ جو کچھ چاہے کہہ لیں، ہم سب کچھ سہنے کے لیے تیار ہیں مگر اپنے اللہ کو ناراض کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ہمارے ایک دوست تھے احمد رشید، بڑے جری تھے اور انگریزی شاندار تھی، علی گڑھ کے پڑھے ہوئے تھے، جرمنی میں ایک ریل میں بیٹھے، ایک کم عمر جرمن لڑکی ان کے بالکل قریب آکر بیٹھ گئی، وہ بڑی عمدہ شیروانی پہنے اور لکھنؤ والی شاندار ٹوپی لگائے ہوئے تھے، تھے تو بڈھے مگر اس لڑکی کو اچھے لگے تو اس لڑکی نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، انگریزی دونوں کی بڑی اچھی تھی، اس نے انگریزی میں کہا کہ یہ آپ کا اسلام ہے، اتنی بڑی ڈاڑھی رکھ کر آپ نے میرا دل توڑ دیا، ہم نے تو محبت سے ہاتھ بڑھایا تھا، آپ نے اس کو نفرت سے کھینچ لیا تو احمد رشید نے مجھے بتایا کہ میں نے اس جرمنی لڑکی کو جواب دیا کہ دیکھو اگر میرا ہاتھ اور تیرا ہاتھ مل جائے گا تو مجھے کرنٹ لگ جائے گا، میرا ایمان جل کر خاک ہو جائے گا اور اگر کرنٹ زیادہ تیز ہو گیا تو میں تجھ سے لپٹ جاؤں گا اور لپٹنے کے بعد اور کیا ہوتا ہے اس کو تو خود سوچ لے بس وہ ڈر گئی اور کھسک گئی اور کہا ویری گڈ! اور اس نے کہا یو آر پادری یعنی تیری پادبھی ری کنڈیشن ہو چکی ہے یعنی اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل گئے۔ دیکھو انہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ یہ لڑکی کیا کہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمت و توفیق دے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہئے ۔۔۔ پیشِ نظر تو مرضی جانا نہ چاہئے
پھر اس نظر سے جانچ کر تو کر یہ فیصلہ ۔۔۔ کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہئے

ہماری زندگی مالک پر وقف ہے، فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ پر جو مرتا ہے وہ خود ان کو

سنبھالتا ہے، جو اللہ پر فدا ہوتا ہے اس کی آبرو کو اللہ تعالیٰ سنبھالتا ہے۔

تو عافیت کا پہلا ترجمہ ہے کہ دین میں فتنہ نہ ہو یعنی سر سے، پیر سے کسی عضو سے ہم گناہ میں مبتلا نہ رہیں، اگر خطا ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار سے اللہ کو راضی کر لیں، دیر نہ کریں تاکہ توبہ و استغفار کی برکت سے ہمارے گناہ کراس نہ ہوں بلکہ مٹ کر ختم ہی ہو جائیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دی جائیں فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ کا انعام مل جائے۔ لیکن یہ نعمت تین شرطوں سے ملے گی اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا یعنی ایمان بھی ہو، توبہ بھی ہو اور نیک عمل بھی کرتا رہے، یہ نہیں کہ شراب پیتا ہے اور روزانہ کہتا ہے اللہ توبہ! اللہ توبہ! لہٰذا عملِ صالح بھی کرو اور گناہوں سے بھی بچو، تین شرطوں سے مقامِ تبدیل سیئات کی نعمت ملے گی۔ اب اگر کوئی کہے کہ بغیر ایمان کے تو توبہ قبول ہی نہیں ہوتی، کافر کی کفر کی حالت میں توبہ قبول ہوگی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَنْ تَابَ کو اٰمَنَ پر مقدم کیوں فرمایا؟ تو میں نے فوراً تفسیر دیکھی۔ جب مجھے کھٹک ہوتی ہے تو میں اپنی عقل سے نہیں کام لیتا لہٰذا میں نے فوراً روح المعانی دیکھی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہاں اِلَّا مَنْ تَابَ سے مراد تَابَ عَنِ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ ہے کیونکہ حالت کفر اور شرک سے توبہ کر لو پھر ایمان قبول ہوگا۔

تو عافیت کے دوسرے معنیٰ یہ ہیں۔ اَلسَّلَامَۃُ فِی الْبَدَنِ مِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ وَ الْمِحْنَۃِ کہ جسم سخت بیماری میں مبتلا نہ ہو، جیسے گردے خراب ہو جائیں، فالج ہو جائے، ایکسیڈنٹ میں ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں، کینسر وغیرہ ہو جائے تو یہ سخت بیماریاں ہیں ان سے بدن سلامت رہے اور نزلہ زکام حرارت وغیرہ یہ سخت بیماریاں نہیں ہیں اور وَ الْمِحْنَۃِ سے مراد ہے کہ ہر وقت سخت محنت میں مبتلا ہیں یا روزی مصیبت سے مل رہی ہے۔

ہمارے ایک دوست جو میرے خلیفہ بھی تھے مجذوب تھے، مغرب سے عشاء تک وہ ذکر میں روتے تھے، حکیم بھی تھے، کسی کے سویٹر کے اوپر سے انجکشن

لگا دیا، کسی کی پتلون کے اوپر سے لگا دیا، اگر کوئی کہتا کہ انجکشن لگانے سے پہلے اسپرٹ نہیں لگایا، جراثیم چلے جائیں گے تو کہتے کہ ہم نے جراثیم کے خالق سے رابطہ کیا ہوا ہے، کوئی جراثیم نہیں آئیں گے۔ بڑے صفات کے آدمی تھے۔ ٹیکسلا میں رہتے تھے، دور دور سے مریض آتے تھے، بڑے بڑے ڈاکٹر ان کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکے جبکہ وہ پرانے کائی لگے ہوئے لوٹے کے پانی سے سرنج صاف کرتے تھے تو ان سے کسی نے کہا کہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا، سارا معاشرہ خراب ہے، تم اکیلے کیسے دین پھیلاؤ گے، انہوں نے کہا کہ اگر اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا خود تو پھوٹ سکتا ہے، ہم اللہ پر فدا ہو جائیں، ہمارا کام بن گیا، ہم نہیں جانتے سوسائٹی بدلے یا نہیں، ہم سوسائٹی کے ذمہ دار نہیں ہیں، کوشش تو کرتے ہیں لیکن اگر سوسائٹی نہیں مانتی تو کم سے کم ہمیں تو جنت مل جائے گی، ہم سے تو اللہ راضی ہو جائے گا۔ کیسی پیاری بات کی۔

تو میں حکیم صاحب کا قصہ سنا رہا تھا کہ وہ جب ہندوستان سے آئے تو وہاں ان کا دوا خانہ تھا، یہاں روزی نہیں ملی تو برف بیچنا شروع کیا تو کیونکہ پنڈی میں سڑک اونچی نیچی ہے لہٰذا سائیکل پر پیچھے برف کی دو من کی سل رکھی ہے اور وہ بے چارے پتلے دبلے تھے تو اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ میاں آپ نے مجھے گدھا تو نہیں پیدا کیا جو گدھے والا کام لے رہے ہیں اور میں بوجھ اٹھا رہا ہوں، آپ نے انسان پیدا کیا ہے تو آپ مجھ پر رحم کر دیجئے، میری روزی کو آسان کر دیجئے یعنی مشقت کی روزی سے نجات دیجئے پھر اس کے بعد اللہ نے ان کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے مگر دعا کیسی کی کہ اللہ میاں آپ نے مجھے گدھا تو نہیں بنایا اور کام لے رہے ہیں آپ گدھے والا، یہ مجذوبوں کی بڑ ہے، سب ایسا نہ کہیں، مجذوب بچوں کی طرح ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی بات پر ناراض نہیں ہوتے۔

(۳)......معافات کی تشریح

اور معافات کے معنیٰ ہیں: اَنْ یُّعَافِیَکَ اللّٰہُ مِنَ النَّاسِ اللہ تمہیں مخلوق کے شر سے بچائے، وَیُعَافِیَهُمْ مِنْكَ اور مخلوق کو تیرے شر سے بچائے، جو مخلوق کے شر سے بچ جائے اور مخلوق اس کے شر سے بچ جائے اس کو معافات حاصل ہے، کیا مطلب کہ نہ تم ستاؤ نہ ستائے جاؤ، نہ ظالم بنو نہ مظلوم۔ اس حدیث کی یہ شرح ملا علی قاریؒ کی ہے۔

بس آج کا یہ سبق ہے۔ کل برطانیہ سے ہمارے کچھ مہمان آرہے ہیں، مولانا ایوب سورتی سابق محدث ترکیشور، اور مولانا آصف توکل آگئے۔ اچھا بھئی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، اے اللہ ہمارے اس سفر کو قبول فرما، صحت وعافیت کے ساتھ، سلامتی ایمان وسلامتی اعضاء کے ساتھ زندگی نصیب فرما اور سلامتی ایمان وسلامتی اعضاء کے ساتھ دنیا سے ہم سب کو اٹھایئے، ہمارے گھر والوں کے لیے بھی یہ دعا قبول فرمایئے اور ساری امت مسلمہ کے لیے بھی اس کو قبول فرمایئے اور ہم سب کو ہر گناہ سے بچنے کی ہمت اور توفیق نصیب فرما۔ اللہ پاک ایسا ایمان، ایسا یقین، ایسا احسان نصیب فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کر کے حرام لذت کو اپنے اندر نہ لائیں، ہمارے اس کمینے پن کو شرافت سے تبدیل فرمادے، آمین۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

کی عالمانہ وعارفانہ تشریح

روزانہ سات مرتبہ صبح شام لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لو تو اس کے پڑھنے والے کا تذکرہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں کرتے ہیں عِنْدَ الْمَلٰئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِنْدَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی روحوں کو بھی حاضر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ بندہ جو زمین پر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ رہا ہے اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَ اسْتَسْلَمَ یعنی عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَتَرَکَ الْعِنَادَ میرا بندہ میرا فرمانبردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی وَاسْتَسْلَمَ اَیْ فَوَّضَ عَبْدِیْ اُمُوْرَ الْکَائِنَاتِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ بِاَسْرِھَا یعنی اس بندے نے اپنی دنیا اور آخرت میرے سپرد کر دی تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب روزانہ صبح شام اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اے فرشتو! سن لو میرا بندہ میرا فرماں بردار ہو گیا عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَتَرَکَ الْعِنَادَ اور نافرمانی چھوڑ دی تو جب اللہ تعالیٰ یہ خوشخبری سنائیں گے فرشتوں کو تو اللہ تعالیٰ کو اپنی خوشخبری اور عزت کی لاج نہیں آئے گی کہ یہ نالائق کا نالائق ہی رہا، فرشتے کہیں گے کہ اللہ میاں آپ تو روزانہ تعریف کر رہے ہیں اور وہ تو ویسے کا ویسا ہی ہے، تو اس اعتقاد سے پڑھو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کلمے کی برکت سے اللہ ویسا بنا بھی دے گا۔

یہ وہ کلمہ ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مجلس میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لیا۔ آپ نے فرمایا هَلْ اَنْتَ تَدْرِیْ مَا تَفْسِیْرُهَا اے عبداللہ ابن

مسعود! کیا تجھے پتہ ہے کہ اس کلمے کا کیا ترجمہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بتایئے ہمیں تو معلوم نہیں، بتایئے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے قابل صحابی تھے اور عربی لغت کے ماہر تھے مگر ترجمہ نہیں کر سکے کیونکہ سرکاری خزانے سے جو الفاظ عطا ہوتے ہیں ان کو سرکار ہی ترجمہ کراتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ لاحول کے معنیٰ ہیں لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِعِصْمَۃِ اللّٰہِ ہم کو نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی مگر جب اللہ ہماری حفاظت فرمالے۔

وَلَا قُوَّۃَ اور نہیں ہے قوت، حالانکہ بظاہر قوت تو ہے کیونکہ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، چل رہے ہیں قوت نہیں ہے تو بیوی کے ساتھ کیوں صحبت کرتے ہو؟ کیوں کھانا کھاتے ہو؟ کیوں دفتر جاتے ہو؟ کیوں امامت کرتے ہو؟ لیکن یہاں قوت کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہ اجمال تفصیل طلب ہے، اس اجمال کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی کہ وَلَا قُوَّۃَ کا مطلب ہے لَا طَاقَۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ نہیں ہے طاقت ہمیں اللہ کی عبادت کی اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ یعنی اللہ کی مدد کے بغیر ہم اس کی عبادت اور نیکیاں نہیں کر سکتے، نہ گناہ سے بچ سکتے ہیں، نہ نیکیاں کر سکتے ہیں۔

میرے شیخ و مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عاجزی اور ہماری کمزوری کا احساس دلایا ہے کہ تم ہمیں زور سے نہیں پا سکتے ہو، زاری سے پاؤ گے۔ انسان کمزور ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ہم رجسٹرڈ کمزور ہیں، ہماری کمزوری کی رجسٹریشن ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ہر انسان کو ضعیف اور کمزور پیدا کیا ہے۔ اس لیے اگر بچہ کمزور ہے تو ابا سے مدد مانگے، بندہ کمزور ہو تو ربا سے مدد مانگے اور فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ کا یہ کلمہ جنت کا خزانہ ہے کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلمے کی شرح لکھی ہے کہ جنت ملے گی دو کام سے، نیک کام کرنے سے اور برائی سے بچنے سے تو اس کلمے میں دونوں توفیق موجود ہیں۔ اس لیے جنت کا خزانہ ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں بلایا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا مُرْ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّتَکَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حکم دے دیجئے اَنْ یَغْرِسَ بِغَرَاسِ الْجَنَّۃِ جنت کے درختوں کی تعداد بڑھائے، آپ کی امت جتنا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھے گی اتنے ہی درخت جنت میں تیار ہو جائیں گے۔

آج کا یہ وظیفہ کتنا اہم ہے کہ گناہ سے بچنے کی اسٹیم اور طاقت انرجی حاصل ہو تا کہ آپ بندر جی نہ ہوں۔ بندر جو ہوتا ہے وہ ہر چیز کی نقل کرتا ہے، اسے کچھ نہیں معلوم کہ یہ غلط کام ہے یا اچھا کام ہے، اس کو بس نقل کی عادت ہے۔

تو آج کا وظیفہ ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سات سات مرتبہ فجر اور مغرب کے بعد پڑھیے۔ یہ سارے وظیفے جو صبح وشام کے ہیں یہ بھی اللہ کی مہربانی ہے کیونکہ دوپہر کو انسان بہت مشغول ہوتا ہے اور اکثر لوگ تو قیلولہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حدیث میں فجر بعد یا مغرب بعد کی صراحت نہیں آئی تو وظیفہ عصر کے بعد پڑھ لیں تو اس کا راز یہ ہے کہ فرشتوں کی ڈیوٹی مغرب کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور صبح تک رہتی ہے اور فجر کے بعد رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہو جاتی ہے، وہ چلے جاتے ہیں اور اللہ کو رپورٹ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کے بندوں کو آپ کی عبادت میں چھوڑا ہے۔ اگر سفر کرنا ہے تو صبح سورج نکلنے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں اور شام کو عصر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن عموماً بزرگوں کا تعامل یہی دیکھا ہے کہ وہ فجر کے بعد اور مغرب کے بعد وظیفے پڑھتے ہیں، تعامل صالحین بھی کوئی چیز ہے، جب شریعت ساکت ہو تو صالحین کا عمل ناطق ہوتا ہے، جس چیز سے شریعت خاموش ہو اور ہم کو وضاحت نہ ملے تو اُمت کے بزرگانِ دین کا عمل ہمارے لیے ناطق ہوتا ہے لہٰذا آپ لوگ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سات مرتبہ صبح وشام پڑھ لیں، فجر بعد اور مغرب بعد۔ لیکن یہ وظیفے مغرب کی سنتوں کے بعد پڑھو، مغرب کے فرض کے فوراً بعد سنتیں

پڑھ لو، فقہاء نے منع کیا ہے کہ مغرب کے فرض کے بعد سنت میں دیر مت کرو، وظیفے مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھو گے تو سنت میں دیر ہو جائے گی اور سنت فرض کو مکمل کرتی ہے تاکہ جو کوتاہی وغیرہ ہو گئی ہو، دل اِدھر اُدھر ہو گیا ہو اس کمی کو پورا کر دے، سنت مکمِّل ہے اور فرض مکمَّل ہے، تو مکمِّل اور مکمَّل کو دور مت رکھو۔ اس لیے وظیفہ سنتوں کے بعد مکمل کر لو۔ اگر کسی کو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا عربی ترجمہ یاد نہ ہو تو اردو میں کہہ دو کہ نہیں ہے طاقت ہمارے اندر گناہ سے بچنے کی مگر اللہ کی مدد سے اور نہیں ہے طاقت نیک عمل کی مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔

اللہ سب زبانوں کا خالق ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ کیا خالق اپنی مخلوق کو نہیں جانتا؟ جس چیز کو اللہ نے پیدا کیا اس کو نہیں جانے گا؟ وہ ہماری زبان کا خالق ہے لہٰذا اردو بھی جانتا ہے، پنجابی بھی جانتا ہے، افریقن بھی جانتا ہے غرض کوئی زبان ایسی نہیں جو اللہ نہ جانتا ہو کیونکہ جب مخلوق کا خالق ہے تو مخلوق کے السنہ سے اختلاف کا بھی خالق ہے اور ماں باپ چونکہ خالق نہیں ہیں اس لیے ماں نہیں جانتی کہ میرے بچے کی ناک کی فٹنگ کب ہو رہی ہے، آپ ماں سے پوچھیں کہ تیرے بچے کے کان بن گئے یا نہیں؟ وہ کہے گی کہ ہمیں کیا معلوم کہ اندر کیا بن رہا ہے؟ خالق جانتا ہے، پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ میں نے اس عورت کے پیٹ میں بچے کا کان بنا دیا، اب ناک بنا دی، اب کھوپڑی بن گئی، اب پسلیاں لگ گئیں، اب پھیپھڑا، جگر اور دل بن گیا۔ ماں کا نہ جاننا ہی دلیل کہ ماں خالق نہیں ہے، خالق اللہ تعالیٰ ہے، ماں کا پیٹ تو اللہ تعالیٰ کی فیکٹری ہے۔

ماں کے پیٹ سے پیغمبر بھی پیدا ہوتے ہیں، اولیاء اللہ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے بیویوں کو ستانا منع ہے کہ یہ اللہ کی فیکٹریاں ہیں، ان کی پٹائی مت کرو، جہاں تک ہو سکے برداشت کرو، نرمی، شفقت اور پیار محبت سے رہو اور ان کا دل حساس اور نازک بھی ہوتا ہے، ذرا سا بھی تیز بول دیجئے آپ کہ یہ کیوں نہیں کیا، یہ کہہ کر آپ تو چلے گئے اور وہ روتی رہتی ہے۔ یہ میرا خاص تجربہ ہے حالانکہ ڈنڈا بھی نہیں مارا آپ نے، الو اور بے وقوف بھی نہیں کہا،

صرف اتنا ہی کہا کہ ہم نے کہا تھا کہ تکیہ کا غلاف دھو لینا تم کیوں بھول گئیں، اب وہ تو ڈانٹ کر فیکٹری چلا گیا مگر وہ روتی رہتی ہے، ان کی طبیعت نازک ہے، ان کو اللہ نے لیلیٰ بنایا ہے، ان کے ساتھ مجنوں والا پارٹ ادا کرو۔ خوب سمجھ لو کہ مولوی زیادہ پٹائی کرتا ہے، اس لیے مولویوں سے کہتا ہوں کہ غصہ ضبط کرو کیونکہ سب ان کے ہاتھ پیر چومتے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ بیوی بھی ہاتھ پیر چومے، بیوی کیوں چومے؟ جبکہ اسی کے اوپر رات کو اچھلتے کودتے ہو، اسی لیے کوئی عورت اپنے شوہر سے مرید نہیں ہوتی، وہ کہتی ہے کہ ہمیں دوسرے سے مرید کرادو لیکن پیغمبر اس سے مستثنیٰ ہیں، ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

دو مزاحیہ واقعات

ایک صاحب کی بڑھیا انہیں بہت ستاتی تھی اور بہت لڑتی تھی۔ جب بیوی کا انتقال ہو گیا تو اسی روز سرخ آندھی آئی، تیز ہوا چلی، آسمان لال ہو گیا تب اس بڈھے نے چشمہ لگا کر اوپر دیکھا اور کہا کہ اچھا اب پہنچی ہے، تو وہاں بھی آندھی اور طوفان مچا رہی ہے۔

اور ایک بڈھے نے کہا کہ اللہ میاں مجھ کو کوئی کرامت دے دو تا کہ میری بڑھیا مجھے عزت سے رکھے، مجھ سے لڑے نہیں تو اللہ نے فرمایا کہ اچھا تجھ کو کرامت دے دی، چارپائی پر بیٹھ جا، جب یہ چارپائی پر بیٹھ گیا تو اللہ نے چارپائی کو حکم دیا کہ اُڑ، چارپائی اڑنے لگی۔ نیچے اس کی بڑھیا گیارہ نمبر کا چشمہ لگائے ہوئے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی، جب وہ واپس آیا تو کہا کہ تم نے دیکھا ایک ولی اللہ آسمان پر اُڑ رہا تھا، اس نے کہا کہ ہاں آج میں نے دیکھ لیا، پھر اس کو طعنے دینے لگی کہ ایسے ہوتے ہیں ولی اللہ، آسمانوں پر اُڑتے ہیں، ایک تو ہے کہ مٹی کے ڈھیلے کی طرح زمین پر دھرا رہتا ہے، بڈھا خوش ہو گیا کہ چلو میرا کام بن گیا اس نے کہا کہ ارے بڑھیا وہ میں ہی تو تھا، اللہ نے مجھے یہ کرامت دی تھی، تب بڑھیا بولی اچھا تو وہ تم تھے جبھی اتنے ٹیڑھے ٹیڑھے اُڑ رہے تھے۔ دیکھا آپ نے! وہاں بھی اس نے نو آبجکشن (No objection)

نہیں دیا، اعتراض لگادیا۔ اب اس بیچارے کی ساری محنت بیکار گئی۔

اس لیے عورتوں سے زیادہ اکرام مت چاہو، بس یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک کھیتی دے دی، اولاد پیدا ہو تو ان کو عالم حافظ بناؤ لیکن بیویوں سے محبت سے پیش آؤ اور اپنا تجربہ بتاتا ہوں کہ جو انہیں محبت سے رکھتے ہیں ان کی لڑائی بھی کم ہوتی ہے۔

ایک نوجوان میرے پاس آئے، انہوں نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں گا، مجھ سے ہر وقت لڑتی رہتی ہے، میں نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا میں دفتر میں سروس کرتا ہوں، میں نے کہا کہ جب سروس پر جانے لگو تو اس سے خوب پیار محبت سے باتیں کرو اور کہو کہ مجبوراً دفتر جاتا ہوں ورنہ دل چاہتا ہے کہ تمہارے ہی پاس دن رات رہوں، دفتر میں بھی ہر وقت تمہارا خیال رہتا ہے، اور ایک ٹافی کھٹ میٹھی، میٹھی چیز ان کو پسند نہیں ہوتیں، یہ حکیم ہی بتائے گا آپ کو، تو کھٹ میٹھی ٹافی اس کے منہ میں ڈال دو اور پھر سلام کر کے چلے جاؤ۔ ایک ہفتہ یہ عمل کر کے وہ آئے اور کہا کہ اب تو میری بیوی میرے پیر دباتی ہے، سر میں تیل لگاتی ہے، کپڑے دھوتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے جس چیز کی بھوک تھی کہ تم مجھے پیار کرو اس کی کمی دور ہوگئی۔ بیوی کا یہ مزاج لیلیٰ اللہ ہی کا بنایا ہوا ہے لہٰذا ان کو بہت زیادہ پیار اور شفقت سے رکھو، مگر بچوں کے سامنے پیار مت کرو۔ اس لیے کہ بچے بے وقوف، نادان ہوتے ہیں، ویسے بھی یہ بات حیا کے خلاف ہے۔ ایک صاحب نے اپنی بیوی کو گلے سے لگالیا، ان کا بچہ دیکھ رہا تھا، اس نے محلے میں شور مچا دیا کہ ابا میری اماں کو مار رہا ہے۔ اس لیے ہر چیز حکیمانہ انداز سے پیش کرنا چاہیے، بعضے حکیمانہ انداز سے پیش نہیں کرتے۔

جیسے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اللہ کے لیے ایک روپیہ خرچ کرو گے تو دس روپیہ ملے گا، ایک پر دس کا وعدہ ہے فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا لیکن یہ آیت آخرت کے لیے ہے کہ اگر ایک روپیہ اللہ کے راستے میں دو تو دس روپیہ وہاں ملے گا۔ وہاں ایک بے وقوف کنجوس بیٹھا تھا اس نے سمجھا کہ دنیا ہی میں ملے گا۔ اس کے پاس سونے کی

دس اشرفیاں تھیں، ایک تولہ سونا کی ایک اشرفی ہوتی ہے۔ اس نے کچھ اشرفیاں طالب علموں میں اور کچھ غریبوں میں تقسیم کر دیں کہ یہ تو بہت اچھا موقع ہے، دس اشرفی سے سو ہو جائیں گی۔ اب اس نے ایک دن انتظار کیا کہ سو تو ہوئی نہیں، دس بھی گئیں۔ اب اس کے دل میں وسوسے شروع ہو گئے، دوسرے دن انتظار کیا لیکن سو نہیں ملیں پھر تیسرے دن بھی کچھ نہیں ملا، تین دن کے بعد وہ سمجھ گیا کہ مولوی مجھے دھوکہ دے گیا۔ اب مارے غم کے دس اشرفی کی جدائی میں اس کنجوس آدمی کو دست لگ گئے۔

جب انسان کو زیادہ غم ہوتا ہے تو معدے کا نظام بھی خراب ہو جاتا ہے۔ اس لیے حکماء نے لکھا ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو کوئی غم کی بات مت کرو، نہ خود کرو نہ کسی کو کرنے دو، اگر کوئی افسوس ناک واقعہ ہو چکا ہے تو کھانے کے وقت مت بیان کرو، انتظار کرو، کھانے سے ایک گھنٹہ پہلے یا ایک گھنٹہ بعد تک خوشی کی بات کرو تو کھانا اچھا ہضم ہوگا، نظام ہضم ٹھیک رہے گا چنانچہ جب ضیاء الحق مرحوم کا ہوائی جہاز کریش ہوا تھا تو شاہ ابرار الحق صاحب میرے مرشد کھانا کھا رہے تھے، میں نے حضرت کو کوئی خبر نہیں دی، جب وہ کھا چکے ذرا ہنسے بولے پھر میں نے بتایا۔ تو بزرگوں نے سکھایا ہے کہ کھانے کے وقت غم کی بات مت کرو۔

تو اس کو جو غم پہنچا تو موشن شروع ہو گئے۔ پہلے زمانے میں بعض دیہاتوں میں لیٹرین نہیں ہوتے تھے کیونکہ اس کے لیے بھنگی رکھنا پڑتا تھا اور اسے پیسہ دینا پڑتا تو وہ لوگ کھیتوں میں جاتے تھے، اب اسے بھی بار بار کھیتوں میں جانا پڑا۔ دیہاتیوں کی عادت ہے کہ وہ فراغت کے وقت زمین کریدتے رہتے ہیں، تو وہ پتھر سے زمین کرید رہا تھا کہ سو برس پہلے کسی نے وہاں سو اشرفی جمع کی تھیں، وہ مر گیا اور اس کے بارے میں کسی کو بتانا بھول گیا، بارش کی وجہ سے وہ زمین بھی پھٹ گئی تھی، اب جو اس نے کھودا تو کچھ پیلا پیلا نظر آیا، مزید کھودا تو پوری سو اشرفی نکلی، تب اس نے سوچا کہ مولوی صاحب جو کہہ رہے تھے وہ بات سچ نکلی، بس اس نے فوراً کہا اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ

وَرُسُلِہٖ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب کو یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ ایک کے دس تو ملیں گے مگر مروڑے بھی غضب کے آئیں گے، پیٹ میں درد بھی بہت ہوگا اور دست بھی آئیں گے، اس نے یہ کیوں نہیں بتایا؟ تو اس نے مارے خوشی کے استنجا بھی نہیں کیا اور دوڑا ہوا اس مولوی کے گاؤں گیا اور کہا مولوی صاحب! ایک بات سنو، جب آپ اس کو بیان کیا کرو کہ ایک کے دس ملتے ہیں تو ایک جملہ اور بڑھا دیا کرو کہ مروڑے بھی غضب کے آتے ہیں یعنی موشن بھی غضب کے آئیں گے، درد بھی بہت ہوگا، اگر یہ آپ پہلے ہی بتا دیتے تو میں مایوس کیوں ہوتا؟ میرے قلب میں تو بڑے بڑے وسوسے آگئے تھے۔

اصل تصوف وہی ہے جو قرآنِ پاک سے اور حدیث پاک سے مقتبس اور مستند ہو تو اس نیت سے اس کلمہ کو پڑھو کہ ہم نیک ہو جائیں، ہر گناہ سے بچنے کی اللہ توفیق دے دے اور ہمارا ذکر فرشتوں میں ہو۔ یہ سب باتیں حدیث شریف کی ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں شک وشبہ کرنے سے خوفِ کفر ہے، البتہ وسوسہ معاف ہے۔

وساوس کا علاج مدلل بالحدیث

تو آج کا ایک وظیفہ تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا ہو گیا، دوسرا یہ کہ جب وسوسہ آئے چاہے گناہ کا ہو یا زِنا کا، خبیث سے خبیث وسوسہ آجائے، سڑکوں پر جا رہے ہیں بے پردہ لڑکیاں آ رہی ہیں، وسوسہ آیا کہ ان کو دیکھ لو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ایک جملہ پڑھ لو، یہ شیاطین کی کھوپڑیوں پر ڈی ڈی ٹی کا کام کرے گا اور سارے وسوسے ختم ہو جائیں گے، وہ جملہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللہِ وَرُسُلِہٖ (مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

رُسُل رسول کی جمع ہے، کیا مطلب؟ کہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے وہ اثر رکھا ہے کہ اس اثر کا سرورِ عالم صلی اللہ

علیہ وسلم خود زبانِ نبوت سے اعلان فرما رہے ہیں۔ جامع صغیر کی روایت ہے کہ میرا جو امتی اس کو پڑھے گا اس کا وسوسہ دور ہو جائے گا یعنی شیطان بھاگ جائے گا۔

میں نے ایک مرتبہ اسے بیان کیا تو لوگوں نے بتایا کہ صاحب عجیب و غریب وظیفہ ہے، جب بھی لڑکیاں نظر آتی ہیں ہم فوراً اس کو پڑھ لیتے ہیں اور پھر ہمارے قلب میں وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ اللہ کی عظمت دل میں آجاتی ہے، رسولوں کی عظمت آجاتی ہے کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ یہ کام کمینوں کا ہے، تم تو کمینے نہیں ہو، تم تو شریف آدمی ہو، سید زادے ہو ڈاڑھی رکھے ہوئے ہو، سر پر گول ٹوپی ہے، اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہو، اتنے شریف ہو کر کہاں دیکھتے ہو، اس تصور سے شرم آتی ہے۔

شیطان کا ایک گروہ ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے، لوگ ایک ایک گھنٹہ تک وضو کرتے ہیں، ان کو اطمینان ہی نہیں ہوتا، یہ مرض ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وسوسوں پر عمل مت کرو، وضو کا وسوسہ ڈالنے والے شیطان کا نام ولھان ہے۔

اور شیطان کا ایک گروہ ہے جو نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ نہیں پڑھا، وتر کی نماز میں شبہ ہو رہا ہے کہ ہم نے دعائے قنوت پڑھی کہ نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ رکوع میں جاتے جاتے اگر خیال آجائے کہ ہم نے دعائے قنوت نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کر لو لیکن اگر سجدے میں خیال آئے کہ ہم نے دعا نہیں پڑھی تو اس شبہ کا کوئی اعتبار نہیں، اس شبہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ جب رکوع میں جائے اور اُس وقت خیال آجائے کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی تو چونکہ رکوع قیام کے بعد پہلا رکن ہے اس لیے اس شبہ پر عمل کر لو اور سجدۂ سہو کر لو لیکن اگر سجدے میں یا التحیات میں خیال آیا تو فکر نہ کرو سمجھ لو کہ ہم نے دعائے قنوت پڑھ لی ہے۔ تو آج دو سبق ملے

1- لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا وظیفہ ملا اور 2۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کا۔

اب دعا کریں کہ اللہ سلامتیِ ایمان اور سلامتیِ اعضاء کے ساتھ حیات نصیب فرمائے اور سلامتیِ ایمان اور سلامتیِ اعضاء کے ساتھ دنیا سے اٹھائے، روح کو آسانی

کے ساتھ قبض فرمائے اور مرتے دم تک ہم کو کسی کا محتاج نہ فرمائے، کینسر وفالج وغیرہ تمام خطرناک بیماریوں سے حفاظت فرمائے، گردوں کی بیماریوں سے حفاظت فرمائے اور تمام خطرناک سئی الاسقام سے حفاظت فرمائے۔ اے اللہ! ہم کو ایسا ایمان اور ایسا یقین اور ایسا خوف اور ایسی شرم وحیا عطا فرمادے کہ ہم ایک لحہ بھی آپ کو ناراض کر کے حرام خوشیوں، لعنتی خوشیوں سے اپنی بے غیرتی اور کمینے پن و بے وفائی کا ثبوت پیش نہ کریں۔ اے اللہ اپنی رحمت سے ہمیں اپنی خوشیوں پر چلنا نصیب فرما تا کہ ہماری بے وفائی اور نالائقیوں سے آپ کی ناراضگی ہم پر مسلط نہ ہو۔ اے خدا! آپ کا ناراض ہونا ہمارے لیے جہنم سے بھی بدتر ہے اور آپ کا خوش ہونا جنت سے بھی اعلیٰ ہے۔ اپنی رحمت سے ہماری دنیا بھی بنادے اور آخرت بھی بنادے اور اے اللہ ہم سب کو نصیبِ اولیاء نصیب فرمادے، آمین۔

حدیث احسان اور اس کی شرح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صحابہ کرام حاضر تھے کہ اچانک ایک صاحب جن کی نہایت کالی ڈاڑھی تھی بہت عمدہ سفید لباس میں آئے۔ انہیں دیکھ کر ہم سوچنے لگے کہ یہ مدینہ کا آدمی ہوتا تو ہم پہچان جاتے کیونکہ اس زمانے میں مدینے کی آبادی بہت تھوڑی تھی اور اگر یہ باہر سے آتا تو اس کے کپڑے پر گردوغبار ہوتا کیونکہ اس وقت سڑکیں پکی نہیں ہوتی تھی، جو مسافر ہوتا تھا گردوغبار سے اٹا ہوتا تھا، تو ہم سوچ رہے تھے کہ یا اللہ یہ نیا آدمی کون ہے؟ اتنے میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لانا پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ

کہ ہر وقت یہ خیال ہو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے، ایسے عبادت کرو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

تو میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک واسطے سے بخاری شریف میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے فرمایا کہ اس کی شرح یہ ہے کہ احسان جب نصیب ہوتا ہے کہ دل میں ہر وقت یہ خیال رہے کہ مجھے میرا اللہ دیکھ رہا ہے تو اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے، اس کا اسلام بھی خوبصورت ہو جاتا ہے اور وہ نماز بھی اچھی پڑھتا ہے۔ آپ بتائیے! نماز کس کی پیاری ہوگی؟ جس کو یہ خیال ہو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، جو مزدور دیکھتا ہے کہ میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے تو وہ اچھی طرح مزدوری کرتا ہے اور جب مالک چلا جاتا ہے تو سگریٹ پیتا ہے، ٹھیک سے کام بھی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کے جو بندے ہر وقت دیکھتے ہیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو ان کا سجدہ کیسا ہوتا ہے؟ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے دو سو سلطنت سے زیادہ لطف آتا ہے۔

لیکِ ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا خوشتر آید از دو صد دولت ترا

اللہ کے سامنے ایک سجدہ کا مزہ دو سو سلطنت سے افضل ہے، اللہ اللہ ہے، وہ بہت بڑا مالک ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب اللہ والوں کی صحبت سے احسانی کیفیت عطا ہو جائے گی تو ہر وقت محسوس ہوگا کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے پھر اس کا سجدہ، اس کی نماز، اس کا روزہ، اس کی زکوٰۃ، اس کا حج ہر عبادت مزیدار ہو جائے گی۔ احسانی کیفیت کتابوں سے نہیں ملتی، یہ صرف اللہ والوں کے سینوں سے ملتی ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اے اہلِ علم! علومِ ظاہرہ تو مدرسوں سے حاصل کرو، ''نورِ علمِ باطن از سینۂ دُرویشاں باید جست'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کہاں سے پاؤ گے؟ یہ فقیروں کے سینوں سے حاصل ہوگا۔

تو جب وہ صاحب جن کی ڈاڑھی بالکل کالی اور لباس بالکل سفید تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! تم

جانتے ہو یہ کون صاحب تھے؟ عرض کیا کہ اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ آپ بتاؤ! صحابہ کی قسمت کیسی تھی کہ اپنی آنکھوں سے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں، یہ معمولی قسمت کی بات ہے؟ بتائیے! صحابہ کا ایمان کیسا ہوگا؟ لیکن جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں تھے، اصلی شکل میں ہوتے تو صحابہ انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھنے پر ایک واقعہ یاد آ گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خصائصِ کبریٰ جلد نمبر ا میں لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سال بڑے تھے ایک دن درخواست کی کہ اے میرے بھتیجے! آپ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں، میں آپ کا چچا ہوں مجھے بھی جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دکھا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے چچا! آپ جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے، انہیں اصلی شکل میں صرف پیغمبر دیکھ سکتے ہیں کیونکہ ان ہی کی روحانیت اتنی قوی ہوتی ہے، تو حضرت حمزہ کہنے لگے کہ اب جان رہے یا نہ رہے آپ ہم کو دکھا دیجیے۔

دکھا جلوہ وہی غارت گرِ جانِ حزیں جلوہ
تیرے جلوؤں کے آگے جان کو ہم کیا سمجھتے ہیں

اب ظاہر بات ہے چچا کی فرمائش تھی، آپ نے وعدہ فرما لیا۔ ایک دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ دیکھو جبرئیل علیہ السلام آ رہے ہیں، اب حضرت حمزہ نے دیکھا کہ ان کا پیر سبز زمرد کے رنگ کا تھا اور قد و قامت اتنی زیادہ تھی کہ پیر حطیم پر تھا اور سر آسمان پر تھا، بس بے ہوش ہو گئے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوب دیکھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حسن ادب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا اور تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو آپ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ایک دن صحابہ نے پوچھا کہ اے عباس آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں؟ عمر میں کون بڑا ہے؟ اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب سن لیں، کتنا باادب جواب دیا، فرمایا کہ بڑے تو وہ ہیں البتہ اتنی سی بات ہے کہ میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔محدثین لکھتے ہیں هٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِهٖ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کتنے باادب تھے، ورنہ یہ کہہ سکتے تھے کہ هُوَ اَكْبَرُ نُبُوَّةً وَ دَرَجَةً وَ اَنَا اَكْبَرُ سِنًّا لیکن انہوں نے اپنے لیے بڑائی کا نام نہیں آنے دیا۔

اللہ والوں کی قدر و قیمت

آہ! جو دنیا سے گیا اگر اللہ کو نہ پایا تو واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خسارے میں گیا۔میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ جب دنیا سے ہم رخصت ہوں گے تو کیا لے کر جائیں گے؟ ہمارے ساتھ بلڈنگ جائے گی؟ کرنسیاں جائیں گی؟ بیوی بچے جائیں گے؟ کاروبار جائے گا؟ ارے! گھڑیاں تک اتار لی جائیں گی، کپڑے بھی اتار لیے جائیں گے، خالی کفن لے جاؤ گے۔میری آہ کو غور سے سنو کہ جب مولیٰ کے پاس جاؤ تو مولیٰ کو لے کے جاؤ، اللہ والے بن جاؤ پھر آپ آخرت کے مالدار ہوں گے، یہاں کوئی نہیں رہے گا، نہ ہم رہیں گے نہ آپ رہیں گے پھر قیامت میں دیکھنا کہ اولیاء اللہ کی کیا قیمت ہوتی ہے۔بتاؤ یہ جسم مٹی ہے یا نہیں؟ اس مٹی نے جو روزہ، نماز، اللہ اللہ کرلیا، اللہ والوں سے اللہ کی محبت سیکھ لی تو خدا اس مٹی کے ساتھ ہو گیا۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پانچ شیشیاں لو، ایک

شیشی میں پیشاب رکھ دو جسے لوگ حکیموں کو دکھاتے ہیں اسے قارورہ کہتے ہیں، دوسری شیشی میں عرقِ گلاب بھر دو، تیسری شیشی میں سونا بھر دو، چوتھی شیشی میں مشک بھر دو اور پانچویں شیشی میں دس کروڑ کا موتی رکھ دو تو شیشیوں کی قیمت تو برابر ہے، ظرف تو برابر ہے مگر جو ظروف ہے، اندر جو مال ہے اس کی وجہ سے دام میں فرق ہوگا، عرق گلاب والی شیشی کی قیمت دس روپے ہوگی، جس شیشی میں سونا ہے وہ دس ہزار کا ہوگا، جس میں مشک ہے وہ ایک لاکھ کا ہوگا اور جس میں دس کروڑ کا موتی ہے وہ شیشی پلس دس کروڑ ہوگی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ پانچ روپے کی شیشی ہے لہٰذا تم پانچ روپے لے لو اور ہمیں یہ شیشی دے دو تو وہ کہے گا کہ مجھے بے وقوف مت بناؤ، یہ شیشی تو پانچ روپے کی ہے مگر اس کے اندر تو دیکھو کہ دس کروڑ کا موتی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کا جسم مت دیکھو، ان کی مٹی کے اندر دیکھو کہ اس کے اندر کیا چیز ہے، تو اپنی مٹی کو اللہ پر فدا کر دو، اللہ کو جوانی دے دو۔

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

جس اللہ نے آپ کو جوانی دی اسی اللہ پر جوانی کو فدا کر دو تو پھر تمہاری جوانی غیر فانی ہو جائے گی، جو مٹی اللہ پر مر مٹی ہو بتایئے اس مٹی کی قیمت کیا ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ کی تشریح

آج ایک بہت پیاری دعا سکھا رہا ہوں۔ مان لو کہ کسی کی قسمت میں اللہ نے لکھا ہے کہ اس کا خاتمہ خراب کرنا ہے اور اس کو جہنم میں ڈالنا ہے تو یہ جو دعا سکھا رہا ہوں اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کو تبدیل فرما کر اس بندے کو دوزخی سے کاٹ کر جنتی لکھ دیں گے، اس کا نام ہے سوءِ قضاء سے پناہ اور یہ دعا حدیث شریف کی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ (صحیح البخاری، کتاب القدر، باب من تعوذ باللہ، ج:۲، ص:۹۷۹)

اے اللہ! ہم سخت تکلیف سے اور مشقت سے پناہ چاہتے ہیں۔ جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دو تفسیر ہے، دو شرح ہے، حدیث کی شرح میں تفسیر کے لفظ کا استعمال بھی ثابت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے لیے فرمایا تھا کہ مَاتَفْسِیْرُھَا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تفسیر کا لفظ فرمایا تو جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دو شرح ہے۔

۱۔ قِلَّةُ الْمَالِ وَکَثْرَةُ الْعِیَالِ مال کم ہے اور بچے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں، ایک درجن لڑکے ہوگئے اور مال ہے نہیں تو اس سے پناہ آئی ہے کہ یا اللہ ہم کو اس سے پناہ نصیب فرما کہ اولاد زیادہ ہو اور مال نہ ہو۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جہاں اولاد کی نعمت کا ذکر فرمایا تو پہلے مال کا ذکر فرمایا کہ مال دیں گے اور اولاد دیں گے تو مال کو پہلے فرمایا تا کہ میرا بندہ

گھبرا نہ جائے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ بہت بخشنے والا ہے یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وہ تمہارا مال اور اولاد بڑھادے گا۔ دیکھو! اللہ نے مال پہلے فرمایا اولاد کو بعد میں فرمایا، اگر پہلے اولاد فرماتے کہ یُمْدِدْکُمْ بَنِیْنَ تو بندہ گھبرا جاتا کہ اللہ میاں اولاد دے رہے ہیں تو مال کہاں سے لاؤں گا بچوں کو کھلانے کے لئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ فرمایا کہ ہم معافی مانگنے والوں کو مال بھی دیں گے اور اولاد بھی دیں گے وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا اور باغات بھی دیں گے اور نہریں بھی دیں گے۔

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ اگر میں استغفار کروں تو کیا میری شادی ہوجائے گی؟ تو اس بزرگ نے کہا کہ ہاں ہوجائے گی، کہا کہ قرآنِ پاک میں تو نہیں لکھا ہے کہ تم کو بیوی بھی ملے گی، ان بزرگ نے فرمایا یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ اللہ تیرا مال بڑھائے گا اور تجھے اولاد دے گا، جب اولاد کا وعدہ ہو گیا تو بیوی دے گا کہ نہیں دے گا، اگر بیوی نہیں ہوگی تو کیا تیرے پیٹ سے اولاد ہوگی۔ دیکھو اللہ والوں کی عقل کیسی ہوتی ہے، یہ زبردست سمجھ کی بات ہے کہ اسی آیت کے اندر بیوی دینا بھی ثابت ہے۔ جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا جو ایک اور شادی کرنا چاہ رہا ہو وہ اس مضمون کو یاد کرلے۔

دوشادیاں کرنے کی شرط

ایک سے زیادہ شادی کی اجازت تو ہے لیکن عدل شرط ہے، یہ نہیں کہ جو کم عمر والی ہے ہر وقت اسی سے چپٹے رہو اور جو بڑھیا ہے اس بے چاری کا خیال نہ کرو تو یہ جائز نہیں ہے، دوسری شادی کرنا بشرطِ عدل و انصاف جائز ہے۔ اس زمانے میں ایمان اتنا کمزور ہے کہ بہت کم لوگ اس شرط میں پاس ہوسکتے ہیں اِلّا کوئی بہت بڑا اللہ والا ہو۔ مولانا ایوب صاحب نے دو شادیاں کی ہیں، یہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب کے خلیفہ ہیں، اللہ والے ہیں، یہ ضرور عدل کرتے ہوں گے۔ میں نے ان

کے لیے لندن میں ایک شعر کہا تھا جس میں ان کی دو وائف کا تذکرہ آ گیا۔

وہ ففٹی ٹو ہے لیکن طاقتِ ٹو وائف رکھتا ہے اگر چہ شیخ ہے ظالم مگر ٹو وائف رکھتا ہے

انگلش شعر ہو گیا کہ نہیں؟ انگلش میں شعر کہنا آسان نہیں ہے مگر دیکھو کیسا وزن مل رہا ہے۔ بہر حال ایک سے زائد بیویوں سے انصاف کرنا بہت مشکل ہے مگر اللہ والے مستثنیٰ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعزاز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال کی عمر کے تھے کہ ان کی اماں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دس سال کا خویدم آپ کو دے رہی ہوں خویدم چھوٹے سے خادم کو کہتے ہیں۔ حضرت انس کی اماں نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خُوَیْدِمُکَ، اُدْعُ اللّٰہَ لَہٗ میرے بچے کو آپ دعا دے دیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار دعائیں دیں:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ مَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَاَطِلْ عُمْرَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ (مرقاۃ المفاتیح)

یہاں بھی مال کو مقدم فرمایا کیونکہ حدیث مقتبس ہوتی ہے قرآنِ پاک سے، اللہ کا نبی اللہ کے کلام سے مضمون لیتا ہے لہٰذا آپ نے ویسے ہی فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ مَالِہٖ اے اللہ! اس بچے کے مال میں برکت دے۔ اب دس سال کے بچے کو کہا جائے کہ اے اللہ اس کو خوب اولاد دے تو وہ سوچے گا کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ مَالِہٖ وَوَلَدِہٖ اے اللہ! اس بچے کے مال میں برکت دے اور اس کی اولاد میں برکت دے وَاَطِلْ عُمْرَہٗ اس کی عمر بڑھا دے وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

دیکھو! کیسی دعا ہے؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ایسی لگی کہ میرے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ مدینے والے جب کھجور لگاتے تھے تو پورے سال میں ایک فصل ہوتی

تھی اور وہی پودا میں لگاتا تھا تو دو فصل ہوتی تھی۔ ان کے ساتھ یہ عجیب معاملہ تھا، مدینے کے اور لوگ جو درخت لگاتے تھے اگر یہ اسی کو اکھاڑ کے لگا دیتے تھے تو بھی دو فصلیں آنے لگتی تھیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا۔ اور اولاد اتنی ہوئی کہ فرماتے ہیں دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِی مِائَةً اِلَّا اثْنَیْنِ میں نے اپنی دو کم سو یعنی نائن ٹی ایٹ اولاد کو جو میری پیٹھ سے تھی خود دفن کیا یعنی ان کی اتنی زیادہ عمر ہوئی کہ اٹھانوے اولاد کو خود دفن کیا اور فرمایا کہ میں اتنا زندہ رہا کہ جیتے جیتے تھک گیا۔

چنانچہ یہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں، ان کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی کی تینوں دعائیں قبول ہوگئیں تو میں اَرْجُو الرَّابِعَةَ چوتھی دعا وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ کی امید رکھتا ہوں کہ اللہ میرے گناہ کو بھی معاف فرمادے گا۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ یہ دعا یاد کرلو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ (صحیح البخاری، کتاب القدر، باب من تعوذ باللہ، ج: ۲، ص: ۹۷۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ محدثین نے جَهْدِ الْبَلَاءِ کی دو شرح کی ہیں، ایک شرح میں نے بتادی کہ قِلَّةُ الْمَالِ وَ كَثْرَةُ الْعِيَالِ مال کم ہے اور بچے دھڑا دھڑ ہورہے ہیں۔

دوسری تشریح

اور دوسری شرح ہے کہ ایسی مصیبت جس میں آدمی موت کی تمنا کرنے لگے کہ اے اللہ! مجھے موت دے دے اب تکلیف برداشت نہیں ہورہی۔

ایک شخص کو دمہ کی بیماری تھی، سانس اندر نہیں جارہی تھی تو وہ کہہ رہا تھا یا اللہ موت دے دے، کسی ڈاکٹر کو بلاؤ تاکہ وہ موت کا انجکشن لگادے، میری سانس اندر

نہیں جا رہی ہے، مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تو ایسی بلا سے اللہ بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ کی شرح ہوگئی۔ یہ شرح بڑی کتابوں کے حوالے سے پیش کر رہا ہوں اور عربی عبارت بھی پیش کر رہا ہوں تا کہ ہر مولوی کو معلوم ہو جائے کہ اختر جو پیش کر رہا ہے یہ سب اس کو یاد ہے۔

دعا کے دوسرے جملہ کی تشریح

وَدَرْکِ الشَّقَاءِ اور اے اللہ بدنصیبی کے پکڑ لینے سے بچا۔ بیٹھا ہے کہ اچانک معلوم ہوا کینسر ہوگیا۔ کراچی میں ایک نوجوان لڑکا اچانک مر گیا، ڈاکٹروں نے اس کا پیٹ پھاڑ کر دیکھا کہ اس کے گردے کی جو رگ تھی جس سے گردے لٹکے ہوئے تھے اس میں کینسر ہوگیا تھا وہ رگ ٹوٹ گئی اور گردے گر گئے اور وہ مر گیا۔ اب کسی کو خبر ہے کہ اس وقت ہمارے اندر کیا ہو رہا ہے؟ تو وَدَرْکِ الشَّقَاءِ اے اللہ! بد نصیبی کے پکڑنے سے پناہ دے دیجیے تو ان شاء اللہ اس کی برکت سے آپ کی قسمت خراب نہیں ہوگی، کینسر سے، ہارٹ اٹیک اور گردے خراب ہونے جیسی بیماریوں سے اللہ پناہ میں رکھیں گے۔ میں نے ری یونین میں ایک مریض دیکھا کہ اس کا سارا خون نکالا گیا اور پھر الگ سے فلٹر ہو کر وہ خون دوبارہ چڑھایا گیا اور مریض سوکھتا چلا گیا آخر میں پھر موت ہی آجاتی ہے۔

دعا کے تیسرے جملہ کی تشریح

اور تیسرا مضمون ہے وَسُوْءِ الْقَضَاءِ اور اے اللہ ہر برے فیصلے سے ہم کو بچا۔ ... اللہ کی طرف نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ کا کوئی فیصلہ برا نہیں ہوتا،

فیصلہ ہو وہ ہمارے لیے مفید بنا دے کیونکہ آپ کی طرف سوء کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ بحیثیت فیصلہ کرنے کے آپ کے سب فیصلے اچھے ہوتے ہیں لیکن جس کے حق میں فیصلہ ہو رہا ہے اس کے لیے بھی اس فیصلہ کو مفید بنا دے۔

بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا فیصلہ کوئی بدل سکتا ہے؟ اللہ کا فیصلہ تو کوئی نہیں بدل سکتا، تقدیر میں جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اس کا جواب محدثین یہ دیتے ہیں کہ اللہ کا فیصلہ مخلوق تو نہیں بدل سکتی لیکن اللہ خود اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے، بدبختی کے فیصلے کو کاٹ کر مفید فیصلہ کر دے، کون ہے اللہ سے پوچھنے والا؟ دیکھو یہ کتنا بڑا علم ہے، یہ معمولی علم نہیں ہے۔ اس لیے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے خدا! آپ کی قضا آپ پر حاکم نہیں ہے آپ کی محکوم ہے، آپ جب چاہیں اپنے فیصلے کو بدل سکتے ہیں لیکن مخلوق نہیں بدل سکتی، پوری مخلوق مل کر کسی کی قسمت کو بدل دے یہ ناممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کو جہنمی لکھا ہوا ہے اس کو کاٹ کر جنتی لکھ سکتا ہے، یہاں یہی مطلب ہے کہ اے اللہ! اگر میرا کوئی عمل آپ کے علم میں ایسا ہے کہ میں کسی گناہ کی وجہ سے نہ بخشا جاؤں اور آپ نے مجھ کو دوزخی لکھ دیا ہے تو اے اللہ! آپ اپنا فیصلہ بدلنے پر قادر ہیں، میرے سوء قضا کے فیصلہ کو اپنی قدرت سے حسنِ قضاء کے فیصلہ سے بدل دیجیے، سلامتی ایمان اور سلامتی اعضاء کے ساتھ حیات نصیب فرمائیے اور سلامتی ایمان اور سلامتی اعضاء کے ساتھ دنیا سے اٹھا لیجیے اور جان کو آسانی سے نکال لیے اور اپنے جلوؤں اور تجلیات کا مشاہدہ کرا کے ہم سب کو شاداں اور فرحاں اور غزل خواں بلائیے، آمین۔

دیکھو! کیسی پیاری دعا ہے؟ شاداں و فرحاں و غزل خواں یعنی شعر گنگناتے ہوئے مست چلے جا رہے ہیں ایسی موت آئے۔ کیا کہیں کہ یہ مضامین معمولی نعمت نہیں ہے، اختر پر اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔

توسوء القضاء کی شرح ہوگئی۔ یہ حکیم الامت کا مضمون ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں قضاء معنیٰ میں مقضی کے ہے یعنی ہمارے حق میں آپ کے جو فیصلے ہیں اگر وہ مضر ہیں، نقصان دہ ہیں تو ان کو تبدیل کر دیجیے ورنہ آپ کا ہر فیصلہ حکیمانہ ہے۔

دیکھو! قرآن شریف میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا (سورۃ الانعام، آیت: ۱۱۲)

ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنایا تو اس سے کافر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں تو اللہ میاں نے نبی کا دشمن بنایا ہے لہٰذا ہمارا کیا قصور ہے؟

ہم تو نبی کو حکم الٰہی سے ستا رہے ہیں لہٰذا ہم بھی جنت میں جائیں گے تو اس کا جواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ جعل تشریعی نہیں ہے تکوینی ہے یعنی اگر تم ایمان نہ لائے تو جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

بتاؤ کیسا مضمون ہے یہ! ورنہ اس آیت کا سمجھنا مشکل ہوجائے گا انسان اور اس کے دشمن تو مولوی کو بھی گھبرانا نہیں چاہیے اگر اس کے دشمن ہوں، مولوی نبی کا وارث اور نائب ہے، جب اصل کے لیے دشمن ہیں تو تمہارے بھی دشمن ہوں گے، ایسا کوئی ولی اللہ نہیں ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ آپ کسی سے پوچھیں کہ تمہارا کوئی دشمن ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی دشمن ضرور ہوگا، کوئی نہ کوئی حاسد ہوگا جو اس سے دل میں جل رہا ہوگا کہ اللہ اس کو مال داری سے غریب کردے، اس کو ایسا کردے ویسا کردے، چنیں کردے چناں کر دے۔ اس کی دلیل ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا اللہ پاک فرماتے ہیں اے انسانو! بابا آدم کی پیٹھ سے اترو، جنت سے دنیا میں جاؤ۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں ھبوط کیوں؟ فرمایا نزول کیوں

نہیں فرمایا؟ تو فرمایا کہ نزول میں واپسی کا مفہوم نہیں ہے، ھبوط کے معنیٰ یہ ہیں کہ جاؤ دنیا میں مگر پھر اچھے عمل کر کے جنت میں واپس بھی آنا ہے یعنی آخرت کی طرف پھر تمہارا لوٹنا ہوگا، پردیس میں جاؤ پھر وطن واپس آؤ۔ آگے فرمایا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تمہارا بعض بعض کا دشمن رہے گا۔ اس لیے دشمنوں کے بارے میں فکر ہی نہ کرو، صبح شام تینوں قل پڑھ لو اور بے فکر رہو پھر دشمن سے حفاظت اللہ کے ذمہ ہے، دشمن جلتا رہتا ہے آدمی کو اللہ عزت دیتا رہتا ہے۔

دعا کے آخری جملہ کی تشریح

حدیث کی اس دعا کے آخر میں ہے وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ اور دشمن کے ہنسنے سے پناہ نصیب فرما یعنی کوئی ایسی بلا نہ آئے کہ دشمن ہنسے کہ مولانا بہت کہتے تھے کہ یہ کرو یہ نہ کرو اب دیکھو مولانا خود چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ بتایئے! دشمن ہنسے گا یا نہیں اور جاہل تو بہت ہنستا ہے کہ دیکھو مولانا ہم کو شراب پینے سے اور زنا کرنے سے منع کرتے تھے اب دیکھو مولانا خود چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ اے خدا! دشمن کے ہنسنے سے ہم سب کو بچا۔

اسم مبارک شکور کی تشریح

اَلشَّکُوْرُ کی تعریف کیا ہے اَلَّذِیْ یُعْطِیْ الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ جو تھوڑے سے عمل پر زیادہ مزدوری دے دے۔ یہ بات سمجھانے کے لیے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے ایک مسلمان کی قبر پر ایک مٹھی بھر کے مٹی ڈالی، وہی قبول ہوگئی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بھئی تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا حَاسَبَنِیْ رَبِّیْ اللہ نے تو حساب لیا مگر میرے ترازو میں ایک چھوٹی سی تھیلی گری فَوَقَعَتْ فِیْهَا صُرَّۃٌ بس میرا عمل بڑھ گیا اور میں بخش دیا گیا، اللہ نے فرمایا یہ وہی مٹی ہے جس کو تو نے ایک مسلمان کی قبر پر ڈالا تھا، میں نے اسے قبول کرلیا۔ تو چھوٹے عمل کو بھی حقیر مت سمجھو کہ یہ معمولی ہے، جو نیک عمل ہوجائے سمجھو کہ شاید یہی میری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

انسانی اور ایمانی حیات

جب دھوپ نکلتی ہے تو انگریز ساحلِ سمندر پر سر سے پیر تک ننگا ہو کر ریت پر لیٹ جاتا ہے، سارے اعضاء کو سینکتا ہے اس کو سن باتھ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ سائنسداں ہیں اس لیے جانتے ہیں کہ سورج کی شعاعوں میں فائدہ ہے، اگر سورج نہ ہو تو غلہ نہیں پیدا ہوگا، آپ دیکھئے جہاں درخت کا سایہ ہوتا ہے اور سورج کی روشنی نہیں ملتی وہاں غلہ پیدا نہیں ہوتا تو سورج کی شعاعوں سے آپ مفت میں سن باتھ پا رہے ہیں، سِکائی ہو رہی ہے، ان شعاعوں کو اپنے لیے مفید سمجھو کہ حیات آ رہی ہے۔

حیات کی دو قسمیں ہیں، اس سورج سے کافروں کو بھی حیات اور سن باتھ ملتا ہے، وہ سن باتھی ہوتے ہیں اور جب مسلمان اپنے پیر کے پاس بیٹھتے ہیں تو چونکہ اللہ والوں کا دل سورج ہوتا ہے لہٰذا مریدوں کے دل پر اس کی روشنی اثر کرتی ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو ایمانی حیات اور نسبت اور اللہ سے تعلق کی ایک نئی زندگی ملتی ہے جیسے پہاڑوں میں لعل اس آفتابِ ظاہرہ سے بنتے ہیں، اللہ شعاعوں کو حکم دیتا ہے کہ اے سورج کی شعاعو! پہاڑ کے فلاں پتھر کو لعل بنادو، سارے پتھر پانچ روپے کی ایک گدھا گاڑی بھر کے بکتے ہیں مگر ایک پتھر جو لعل بن جاتا ہے پانچ کروڑ کا ہو جاتا ہے تو جو لوگ اللہ والوں کے پاس بیٹھتے ہیں ان کے دل کا سورج مریدوں کے دل پر اثر کرتا ہے۔

آہ! یہ میرے شیخ کی تقریر ہے کہ پیر کے دل کے ہدایت کے سورج کی شعاعیں مریدوں کے دل پر اثر کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ دل پورا لعل ہو جاتا ہے لیکن جیسے دنیاوی لعل ایک منٹ میں نہیں بنتا، کئی سال لگ جاتے ہیں ایسے ہی شیخ کے پاس رہ پڑو، ایک دن خود معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں، پھر جانِ جاں، پھر جانِ جاناں کردیا

اور روز مت دیکھو کہ آج میں نے کیا پایا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بچہ روزانہ بڑھتا ہے لیکن اگر روزانہ فیتا لگا کر ناپو گے تو مایوس ہو جاؤ گے، چھ مہینے کے بعد ناپو تب معلوم ہوگا کہ اتنا بڑھ گیا، ہر روز کی ترقی محسوس نہیں ہوتی۔ ایسے ہی کچھ دن شیخ کے پاس رہو ان شاء اللہ ایک دن پتا چل جائے گا کہ کیا مل گیا۔

فنائیت حسن کے دو اثر انگیز فیچر

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دو مرض کا مجھے اسپیشلسٹ بنایا ہے، ایک تو رومانٹک کا کہ مریض کو حسینوں سے کتنا ہی عشق بازی کا مرض ہو چند دن میرے ساتھ

رہے تو میں اس کو گراؤنڈ فلور کا گو اور موت دکھاؤں گا کہ کہاں اور کس پر مر رہے ہو۔ میں نے اس کا ایک فیچر بنایا ہے کہ ایک شخص نے ایک بہت حسین اور خوبرو لڑکی ایک لاکھ ڈالر دے کر لی اور روزانہ دس بجے رات کو اس کو گود میں لے کر چما لیتا تھا۔ ایک ڈاکٹر نے اس لڑکی سے کہا کہ میں تم کو پانچ لاکھ ڈالر دوں گا تم اس کو چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ تو پیسے کی لالچ میں اس نے اپنے عاشق کو زہر دے دیا۔

زہر کھلوا دیا حسینوں نے　　　　مار ڈالا تماش بینوں نے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے آدمی ہیں، شاہ خوارزم کے نواسے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، فرماتے ہیں۔

زُلفِ جعد و مشکبار و عقل بر　　　　آخرِ او دُمِ زشت پیرِ خر

جوانی میں حسینوں کو خوب انڈا کھلایا، مرنڈا پلایا، جب اس کی کالی گھنگریالی زُلف دیکھی تو پاگل ہوگئے، عقل اُڑ گئی اور کچھ مدت گذرنے کے بعد جب حسن ختم ہوگیا، شکل بگڑ گئی اور وہ بوڑھی ہوگئی اور نانی اماں بن کے آئی اور گیارہ لڑکے بھی ساتھ لائی، سب نواسے نانی اماں نانی اماں کہہ رہے ہیں اور وہ بتیسی باہر نکال کر ٹوتھ پیسٹ لگا رہی ہے، گال پچکے ہوئے ہیں، بال سب سفید ہوگئے اور وہ بھی بڈھے گدھے کی جھڑی ہوئی دم جیسے۔ مولانا رومی نے پیر خر سے تشبیہ دی ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ مولانا رومی نے جوان گدھے سے کیوں تشبیہ نہیں دی بڈھے گدھے سے کیوں تشبیہ دی؟ میں نے کہا۔

جوانی جس کسی کی ہو بھلی معلوم ہوتی ہے

گدھا بھی معشوق ہو جاتا ہے، جب گدھا جوان ہو جاتا ہے تو وہ بھی اچھا لگتا ہے، جب بڑھاپا آگیا تو شکل بندر کی طرح ہوگئی، اسے دیکھتے ہی وہاں سے بھاگے۔ میں نے پاکستان میں ایک شعر بنایا ہے کہ جب لڑکا کم عمر ہوتا ہے تو کتنا حسین معلوم ہوتا ہے لیکن بعد میں لکڑی کی طرح ہو جاتا ہے، اس کو میں نے خشب یعنی لکڑی سے

تشبیہ دی ہے، جب تک کم عمر ہوتا ہے ملائم ہوتا ہے، سب آقائے حسن کہتے ہیں مگر زوالِ حسن کے بعد گدھے کی طرح بھاگتے ہیں۔ اب وہ شعر سنو۔

جب ملائم خاں خشب خاں ہوگئے　　سارے عاشق پھر کھسک خاں ہوگئے

پٹھان لوگ اس شعر سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ واہ بڑا زبردست شعر ہے، پورے شعر میں خان ہی خان ہے۔

اب دوسرا فیچر سنو! پوری دنیا سے پچاس حسینوں کا انتخاب کیا گیا، ان کو ایک احاطے میں بند کردیا گیا جس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی، اور وہاں ان کے لیے بریانی اور پلاؤ کا انتظام کیا گیا لیکن لیٹرین نہیں بنایا گیا بلکہ دس فٹ کا ایک گڑھا بنادیا اور کہا کہ جن کو ہگنا ہو وہ یہیں ہگیں، ان کے لیے لیٹرین کا انتظام نہیں ہے، اب سارے حسین اس گڑھے میں ہگ رہے ہیں، ایک دن میں پچیس کلو گو جمع ہوگیا، یومیہ پچیس کلو کے حساب سے سوچو کہ دس دن کے بعد گو کا کتنا اسٹاک ہوجائے گا، اب اتنی بدبو ہے کہ سارے حسین اپنی ہی بدبو سے بے ہوش ہوگئے، پھر حکومت نے ڈاکٹر بھیجے کہ یہ کیوں بے ہوش ہوگئے؟

ہم نے تو دنیا بھر سے ان حسینوں کو جمع کیا تھا، تو معلوم ہوا کہ جو ڈاکٹر گئے تھے وہ بھی بے ہوش ہوگئے، اتنی بدبو تھی کہ سب اپنی ہی ایکسپورٹنگ سے بے ہوش ہوگئے تھے۔

آہ! سب عاشقِ مجاز بے وقوف ہیں، کون سا ایسا معشوق ہے جو کبھی بڈھا نہیں ہوگا، لڑکا بھی بڈھا ہونے والا ہے اور لڑکی بھی بڈھی ہونے والی ہے، اگر مرنا ہے تو مولیٰ پر مرو یا کسی اللہ والے پر مرو تو اللہ والے بن جاؤ گے اور قیامت کے دن اعلان ہوگا اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ اے لوگو! جو دنیا میں اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے تھے سب [illegible] لیے کہتا ہوں کہ اللہ

ندامت کے آنسوؤں کے قیمتی ہونے کی وجہ

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ندامت کے آنسوؤں کو اتنی قیمت کیوں دیتا ہے؟ یہ مثال میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سنائی کہ جب کوئی بادشاہ کسی دوسرے ملک سے کوئی چیز منگاتا ہے تو اس کی زیادہ قدر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ملک عظمت و جبروت میں آنسو نہیں ہیں، وہاں رونے والا کوئی نہیں ہے، فرشتوں کو رونا نہیں آتا کیونکہ ان کے پاس ندامت نہیں ہے، آنسو جب گرتے ہیں جب ندامت ہو اور ندامت جب ہو کہ جب معصیت ہو اور فرشتوں کو اللہ نے معصوم بنایا ہے لہٰذا ایک مخلوق ایسی پیدا کی جو رونا جانتی ہو، جن سے معصیت ہوتی ہو، جن کی اشکباری سے آسمان ہل جاتا ہے اور جن کی آہ وزاری سے فرشتے کانپنے لگتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

چوں بگریم خلقہا گریاں شود　　　چوں بنالم چرخہا نالاں شود

جب جلال الدین رومی روتا ہے تو ایک مخلوق میرے ساتھ روتی ہے اور جب جلال الدین آہ و نالہ کرتا ہے تو آسمان بھی میرے نالے میں شریک ہوتا ہے۔ تو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نادمین اور گنہگار بندوں کے آنسوؤں کو عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت میں عالمِ ناسوت سے درآمد کرتے ہیں اس لیے ان کی بہت قدر فرماتے ہیں۔

دین میں مایوسی تو ہے ہی نہیں، اگر کبھی خطا ہو جائے تو اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب سے معافی مانگو، اگر اللہ کو معاف نہ کرنا ہوتا تو یہ آیت کیوں نازل فرماتے؟ جب ابا اپنے بچوں سے کہے کہ نالائقو ادھر آؤ اور اپنے ابا سے معافی مانگو، اس سے معلوم ہوا کہ ابا معاف کرنا چاہتا ہے جبھی تو بلا کر معافی منگوا رہا ہے لہٰذا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب سے معافی مانگو اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا وہ بہت معافی دینے والا ہے۔

اللهم انك عفو
کی تشریح

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ اے میری امت کے لوگو! اللہ سے یوں کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات)

اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، کرم کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو محبوب رکھتے ہیں پس جلدی سے مجھے معاف کر دیجئے۔

عَفُوٌّ کی شرح

یہاں عَفُوٌّ اسمِ مبالغہ ہے، اِنَّکَ عَفُوٌّ کی شرح میں ملا علی قاری محدث عظیم نے لکھا ہے اَیْ اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، کَثِیْرُ الْعَفْوِ تو آپ ہیں لیکن بعض وقت کَثِیْرُ الْعَفْوِ کو بھی بار بار معاف کرنے سے تکلیف ہو سکتی ہے کہ میں نے اتنی مرتبہ معاف کیا مگر یہ پھر بھی باز نہیں آتا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سکھایا کہ تم اللہ سے تُحِبُّ الْعَفْوَ بھی کہو کیوں؟ میں اللہ کا مزاج سمجھتا ہوں، اللہ کا مجھ سے بڑھ کر مزاج شناس کائنات میں نہ کوئی تھا، نہ ہے، نہ آئندہ ہوگا کہ آپ کَثِیْرُ الْعَفْوِ ہی نہیں ہیں، صرف بہت زیادہ معاف کرنے والے ہی نہیں ہیں بلکہ معاف کرنے کو محبوب بھی رکھتے ہیں۔

کَرِیْمٌ کی شرح

کَرِیْمٌ کے معنیٰ ہیں کہ جو نالائق ہیں، گناہ کرتے کرتے نہایت ہی زیادہ بے

غیرت ہو چکے ہیں اور قانونی طور پر وہ معافی کے اہل نہیں رہے لیکن آپ نالائقوں کو بھی معاف کرنے پر قادر ہیں۔ اَلْکَرِیْمُ ھُوَ الَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ کہ ہمارا حق نہیں بنتا مگر آپ اپنی رحمت اور مہربانی سے ہم کو محروم نہیں فرمائیے۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہو رہا تھا تو وہ یہی نام یعنی یا کریم یا کریم لیتے لیتے دنیا سے چلے گئے۔

تو کریم کی چار تعریفوں کا استحضار رکھئے۔

نمبر ۱: اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ جو نالائقوں کو بھی معاف کردے۔

نمبر ۲: اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَ لَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ جو اتنی مہربانی کرے، اتنی عطا کرے کہ اس کے ختم ہونے کا اس کو اندیشہ بھی نہ ہو، جو غیر محدود خزانہ رکھتا ہو۔

نمبر ۳: اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَۃٍ وَّ لَا سُوَالٍ جو بن مانگے دیتا ہے، بغیر سوال کے بھی مہربانی کرتا ہے، کیا ہم لوگوں نے عالمِ ارواح میں اللہ میاں کو درخواست پیش کی تھی کہ ہم کو مسلمان گھرانے میں پیدا کریں؟ کیا یہ مالک کا کرم نہیں ہے کہ ہم کو مسلمان پیدا کیا؟ اگر یہودی یا ہندو کے یہاں پیدا ہوتے تو رام نرائن ہوتے، مسٹر چندر پرکاش یا سیتا رام ہوتے۔

4۔ اور کَرِیْمٌ کی چوتھی تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ جو ہماری تمناؤں سے زیادہ دیتا ہے، مانگی تھی ایک بوتل شہد، دے دی ڈھائی من کی مشک۔

جب کوئی حج عمرہ کرنے جاتا ہے تو میں یہ سکھاتا ہوں کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ ضرور پڑھنا کیونکہ بادشاہوں کے یہاں جب لوگ جاتے ہیں تو بادشاہ کی پسند ناپسند کا علم اس کے قریب والوں سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کیا چیز پسند ہے وہ ہمیں ترمذی شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئی کہ جب کعبہ شریف جاؤ، حج کرنے یا عمرہ کرنے تو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ زیادہ پڑھو یہ اللہ کے دربار کی حاضری کے لیے بندوں کی طرف سے عجیب و غریب، عظیم الشان تحفہ ہے۔

علم کی دو قسمیں شیخ اور مربی سے اضافۂ علوم کی فکر مت کرو اضافۂ کیفیتِ احسانیہ لو کہ جو درد اس کے دل میں ہے وہ درد ہمارے اندر آجائے چاہے ایک مضمون کو وہ پچاس دفعہ بیان کرے مگر ہر دفعہ اس کی کیفیتِ احسانیہ الگ ہوگی تو شیطان بے وقوف بناتا ہے کہ یہ مضمون تو میں بہت سن چکا ہوں لہٰذا اضافۂ علم کا وسوسہ بھی نہ لاؤ بس یہی سوچو کہ مرے مربی کے قلب کا دردِ دل اور کیفیت احسانیہ میرے قلب میں منتقل ہوجائے۔

علوم کی کمیات تو آپ کو مدرسوں سے ملتی ہیں، اللہ والوں اور ان کے غلاموں سے کمیاتِ علمیہ نہیں کیفیاتِ احسانیہ ملتی ہیں، مدرسہ ہمیں علمِ منزل دیتا ہے اور اہل اللہ ہم کو بلوغِ منزل دیتے ہیں، مدرسہ ہمیں عالمِ منزل بناتا ہے خانقاہیں اور اللہ والے ہمیں بالغ منزل بناتے ہیں کیونکہ ہدایت کے دو مفہوم ہیں اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق اور اِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ، تو مدرسہ ہمیں اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق کرتا ہے اور اللہ والے ہمیں اِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ کرتے ہیں یعنی منزل تک پہنچاتے ہیں۔

تُحِبُّ الْعَفْوَ کی شرح

آگے عجیب وغریب جملہ ہے تُحِبُّ الْعَفْوَ بس یہ تحفہ ہے، بادشاہوں کے ہاں جاتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ بادشاہ کو کیا پسند ہے؟ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بڑھ کر ہم اللہ کے قابلِ محبوب تحفہ کہاں سے لاتے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر احسان فرمایا کہ مزاجِ الوہیت کی صحیح صحیح شناسی اور معرفت حاصل کر کے امت کو بتادیا کہ تم اللہ کو یہ تحفہ دیا کرو، اللہ کے لائق تمہارے پاس کچھ نہیں ہے بس یہ کہو کہ تُحِبُّ الْعَفْوَ آپ کا محبوب تحفہ یہ ہے کہ جب آپ کسی بندے کو معافی دیتے ہیں تو معافی دینے کا عمل آپ کو بہت محبوب ہے، جب معاف کرنا آپ کا محبوب مشغلہ ہے، محبوب شکار ہے، محبوب عمل ہے تو پھر محبوب عمل میں آپ دیر نہ کیجئے۔

فَاعْفُ عَنِّیْ میں فائے تعقیبیہ ہے یعنی بس جلدی سے معاف کر دیجئے کیونکہ شکار کا

شوقین سامنے آنے پر اس کو شکار کرنے میں تاخیر نہیں کرتا تو اے خدا آپ بھی تاخیر نہ فرمائیے اور جلدی سے ہمیں معاف کر کے آپ اپنا محبوب عمل فرمالیں تاکہ ہمارا بیڑہ پار ہوجائے۔

یہ بتاؤ کہ کوئی شخص ہرن کا شکاری ہو، جنگل میں جارہا ہو کہ اچانک ہرن نظر آجائے تو اسے خوشی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو جب کعبہ شریف جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے یہی کہو کہ آپ کو اپنے محبوب عمل یعنی معافی دینے کے لیے شکار کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم خود ہی اپنے گناہوں کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوگئے ہیں، آپ اپنی رحمت سے ہم کو معاف کردیجئے۔ یہ دعا اپنے ملکوں میں بھی کرسکتے ہیں کہ اے اللہ یہاں بھی اپنا محبوب عمل جاری فرمادیجیے۔

تُحِبُّ الْعَفْوَ کی شرح میں ملا علی قاری محدث عظیم فرماتے ہیں اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰی عِبَادِكَ آپ اپنے بندوں پر اپنی ظہور معافی کی صفت کو محبوب رکھتے ہیں فَاعْفُ عَنِّیْ تو اس صفت کے ظہور میں آپ بالکل تاخیر نہ فرمائیے، اپنے کرم سے جلدی سے معافی دے دیجئے کہ آپ کا محبوب عمل ہوجائے اور ہمارا کام ہوجائے۔ اس دعا کو یاد کرلو، حج ہو، عمرہ ہو، جنگل ہو، میدان ہو، اپنا گھر ہو اس کو ضرور مانگو، ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

ثمرۂ استغفار اور مقامِ اشکِ ندامت

بعض وقت بعض بندوں سے گناہ صادر ہوا لیکن ان پر اتنی ندامت طاری ہوئی کہ وہ استغفار و توبہ اور آہ و زاری سے بہت بڑے ولی اللہ ہوگئے۔ بعض وقت میں اللہ پاک کا کرم شر کو سبب خیر بنا دیتا ہے۔ اگر ہم اپنی خطاؤں کے بعد معافی مانگ لیں تو ملا علی قاری محدث عظیم شرح مشکوٰۃ میں یہ حدیثِ پاک لکھتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار، ج:۵، ص:۱۷۱)

جو اللہ سے رو کے معافی مانگ لے وہ اولیاء اللہ اور متقیوں کی صف میں داخل ہوجاتا ہے، استغفار ایک نعمت ہے جو بگڑی بنادیتی ہے، آہ وزاری، اشکباری اور استغفار ہماری بگڑی بنادیتا ہے، شیطان تو ہم سے گناہ کرا کر ہمارے حالوں کو بگاڑ دیتا ہے، ہمارے جمالِ تقویٰ کو منتشر کردیتا ہے، جس طرح بادِ صبا آکر کسی محبوب کی زُلف کو بکھیر دے لیکن اللہ تعالیٰ توفیقِ توبہ واستغفار دے کر اس کو پہلے سے بھی اونچے مقام پر پہنچادیتے ہیں۔ اس لیے اس موقع پر اس شعر کی فٹنگ معمولی بات نہیں ہے ۔

چلی نہ شوخی کچھ بادِ صبا کی　　　بگڑنے میں بھی زُلف اس کی بنا کی

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تہجد قضا ہوگئی، اور یہ قضا کیسے ہوئی کہ شیطان نے جا کر ان کا پیر دبایا آرام پہنچایا کہ نیند آجائے، فجر پڑھنے کے بعد جب سورج نکلا تو انہوں نے قضا ادا کی اور بہت روئے وہ صحابی تہجد کی قضا پر اتنا زیادہ روئے کہ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی اشکباری اور آہ وزاری سے اور اونچا مقام ان کو نصیب ہوا۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ

مقامِ آہ وزاری

اب ان صحابی کا قصہ سنئے جن سے شیطان نے تہجد کی نماز قضا کرادی تھی۔ جب
شیطان نے دیکھا کہ میں نے ان کی تہجد کی نماز چھڑادی اور یہ اُس کے غم میں اتنا

پر پہنچ گئے ہیں تو میں نے آج سوچا کہ آپ زیادہ اونچے نہ جائیں تھوڑا نیچے رہیں۔

شیطان کا ایک وار

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ بعض وقت شیطان بڑی نیکی سے چھڑا کر چھوٹی نیکی میں لگا دیتا ہے جیسے کوئی اللہ والا آیا ہے یا بزرگ آیا ہے یا شیخ آیا ہے اب وہ اپنی الگ عبادت اور نفلوں میں لگا رہتا ہے کہ تم یہیں آہ وزاری کرو، اب وہ مسجد میں الگ کہیں کونے میں تلاوت کر رہے ہیں اور وہاں بیان ہو رہا ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دین کے ایک مسئلہ کے سیکھ لینے کا ثواب سو رکعات کے برابر ہے اور ایک مضمون سیکھ لینے کا ثواب ایک ہزار رکعات کے برابر ہے۔

صحبت اہل اللہ محافظ ایمان ہے

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت ؒ سے عرض کیا کہ شاعر نے کہا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تو کیا واقعی اللہ والوں کے پاس بیٹھنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے؟ حکیم الامت نے فرمایا کہ آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ اللہ والوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا سو سال کی عبادت سے بہتر ہے، یہ شاعر نے کم بیان کیا ہے۔

بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی تھی مگر کثرتِ عبادت سے دائرۂ مردودیت سے نہیں بچ سکا، دائرۂ اسلام سے اس کا خروج ہو گیا لیکن جو اللہ والوں کے صحبت یافتہ ہوتے ہیں تو خطائیں تو ان سے ہو سکتی ہیں مگر دائرۂ اسلام سے ان کا خروج نہیں ہو سکتا، ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔

صحبت اہل اللہ پر نعمت حسنِ خاتمہ کی دلیل

حضرت نے اس کی اور کوئی دلیل نہیں لکھی بس یہی شیطان والی مثال فرمائی مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف کی حدیث میں اس کی دلیل عطا فرمادی:

مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ (صحیح البخاری، کتاب الایمان)

کہ جو شخص کسی اللہ والے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے گا اس کو حلاوتِ ایمانی ملے گی، یہ صغریٰ ہوگیا اب کبریٰ سنئے۔ حلاوتِ ایمانی کی شرح میں ملا علی قاری محدثِ عظیم فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا

جس کے قلب میں ایک دفعہ حلاوتِ ایمانی آجائے تو پھر اللہ اپنے اس شاہی عطیہ کو غیرت کی وجہ سے واپس نہیں لیتا، بادشاہوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ جب عطیہ دے دیا تو واپس نہیں لیتے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

فِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ

اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے، تو جو کسی اللہ والے سے اللہ کے لیے محبت کرے گا اللہ اس کو حلاوتِ ایمانی دے گا اور حلاوتِ ایمانی کبھی واپس نہیں لے گا پس اس کے اندر دلیل ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

بزرگوں کی صحبت سے عقل میں روشنی آتی ہے

اسی طرح جو حسینوں سے نظر بچائے گا کالی ہو یا گوری ہو، نمکین ہو یا نمکینہ ہو، چمکین ہو یا چمکینہ ہو، دمکین ہو یا دمکینہ ہو اور حسین ہو یا حسینہ ہو لیکن میں بنگلہ دیش میں یہ جملہ نہیں کہتا کیونکہ وہاں کی وزیر اعظم کا نام حسینہ ہے، وہاں میں احتیاط کرتا ہوں۔ ملا کو تم کیا سمجھتے ہو، ملا ایسا بے وقوف نہیں ہوتا جتنا آپ لوگ سمجھتے ہو لہٰذا میں وہاں احتیاط

کرتا ہوں، پتا چلا کہ سی آئی ڈی دوڑی دوڑی گئی کہ یہ آپ کا نام لیتا ہے، ان کے لیے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ پاکستان سے ایک ملا آیا ہے اور اس نے آپ کا نام لیا ہے۔

اسی طرح پاکستان میں کوئی چیز بے مثل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لَا مِثْلَ لَہٗ اس کی مثال نہیں، یہ بے مثل ہے، وہاں بے نظیر نہیں کہتے کیونکہ بے نظیر وہاں کی وزیر اعظم کا نام ہے، یہ مالک کا کرم ہے، بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے سے اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمادیتے ہیں۔ میرے شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے فرمایا تھا کہ میں ہندوستان میں کافر کے لفظ کے بجائے غیر مسلم کہتا ہوں۔ بزرگوں کی صحبت سے عقل میں روشنی اور ادب اور سمجھ آتی ہے۔

حقیقی محبت صرف اللہ کیلئے ہے

بعض نمک پرست اور حسن پرست اور شکل پرست لوگ جب معشوق کی شکل بگڑ جاتی ہے تب بھاگتے ہیں، یہ اللہ کے دوستوں کی علامت نہیں ہے، یہ تو ہندو بھی کرتا ہے، یہودی بھی کرتا ہے، عیسائی بھی کرتا ہے، مجوسی بھی کرتا ہے، کسی حسین کا حسن بگڑ جائے تو ساری دنیا کے کافر بھی اس سے بھاگ جاتے ہیں کیونکہ وہ طبیعت کے غلام ہوتے ہیں، طبیعت کے تقاضے سے عشق بازی کی اور جب حسن نہ رہا شکل بگڑ گئی تو بھاگ لیے۔

ادھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ ملا سائنس نہیں جانتا، ابھی دیکھو میرے شعر میں کیسی کیسی سائنٹفک چیزیں آرہی ہیں۔

حسینوں کا جغرافیہ میں بدلا کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے زُحل، مُشتری اور مرّیخ لے کر

جب شکل بگڑ جاتی ہے پھر کیوں اشکباری، اختر شماری اور بے قراری نہیں ہوتی، معشوق کی شکل بھی نہیں دیکھتے، گدھے کی طرح بھاگ جاتے ہیں۔ غدار، نالائق، خبیث الطبع۔ اگر محبت کی حقیقت ہوتی تو مرتے دم تک اس کا ساتھ دیتا معلوم ہوا یہ مطلب

پرست، شہوت پرست، نفس پرست ہے جب حسن ہوتا ہے تو مرغا، مرنڈا اور تمام چیزیں لیے آگے پیچھے پھرتا ہے اور جب شکل بگڑ جاتی ہے تو پھر کیوں نہیں اسے مرنڈا پلاتا پھر اس کو دیکھ کر کیوں بھاگتا ہے؟ یہ انسانیت ہے؟ کتے اور سور سے بدتر ہے یہ خبیث۔

واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا میں جتنے عاشقِ مجاز ہیں یہ سب غدار اور بے وفا ہیں، انسانیت کا خون کرنے والے ہیں، آبروئے انسانیت کو قبر میں دفن کرتے ہیں، کوئی عاشقِ مجاز میرے پاس آئے تو میں اس سے پوچھوں گا کہ جب شکل بگڑی تو تم کیوں بھاگے؟ تم نے اس سے آنکھ بھی نہیں ملائی، منہ اُدھر کر کے پوچھتے ہو کہ کیا حال ہے، آپ کے بال بچے ٹھیک ہیں؟ ارے ظالم کیوں اس خبیث حرکت میں مبتلا ہوئے تھے؟

اگر دنیا میں محبت کوئی چیز ہے تو صرف اللہ کی ہے اور اللہ والوں کی ہے اور بیوی بچوں کی ہے اور جو چیزیں حلال ہیں۔ اللہ جہاں ہوگا وہیں سچائی ہوگی، اللہ کے لیے بیوی سے پیار کرو، بیوی کی پٹائی مت کرو، ان کی خطاؤں کو معاف کرو، یہ بھی اللہ کی وفاداری میں داخل ہے، اللہ والی محبت میں کتنی تیزی ہوتی ہے، کتنا مزہ آتا ہے، یہ اللہ والی محبت تو اتنی عظیم چیز ہے کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میری جنت کی نعمتوں کو مت دیکھو، پہلے میرے عاشقوں سے ملو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کیونکہ یہ بندے حاملِ خالقِ جنت ہیں، جنت نعمت ہے اور یہ حاملِ منعم ہیں، ان کے قلب میں میری ذات ہے اور دنیا میں بھی جہاں کوئی اللہ والا پاؤ اس سے محبت کرو، جنت محبت ہمیں عرش کا سایہ دلائے گی۔

محبت الٰہیہ سایۂ عرش دلائے گی

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو دو آدمی اللہ کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کریں گے ان کو عرش کا سایہ ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہوگا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے، تو اللہ والی محبت سے عرش کا سایہ ملے گا اور جس کو عرش کا سایہ ملے گا وہ بے حساب بخشا جائے گا۔

اس کی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عجیب وغریب عطا فرمائی ہے کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا۔ بتاؤ کیسی دلیل ہے یہ؟ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے سایۂ عرش میں بلائیں گے تو وہاں حساب نہیں ہوگا بے حساب جنت میں جاؤ گے کیونکہ قیامت ... سے یہ بات ثابت

اب میں حکیم الامتؒ کا ایک جملہ نقل کرتا ہوں فرمایا کہ آہ جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہے گا تو اللہ کا شکر ہے کہ اختر پر تین سال مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی، سترہ سال شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی اور اب شیخ ومرشد مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کی نظر پڑ رہی ہے۔ حضرت جب کراچی آتے ہیں پھر میں گھر میں نہیں رہتا، جہاں جہاں حضرت جاتے ہیں میں حضرت کے ساتھ رہتا ہوں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ بھئی شیخ کے ساتھ کہاں تک جاؤ گے؟ میں نے کہا کہ کراچی سے خیبر تک، جب میرا شیخ باڈر کراس کرے گا تو مجبوری ہے۔

تو اہل اللہ سے محبت کرنا جنتی ذوق ہے، جنتی ہونے کی علامت ہے۔ اللہ فرمائیں گے کہ جنت میں جا تو رہے ہو لیکن فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پہلے میرے عاشقوں سے ملو، حامل نسبتِ الٰہیہ، حاملِ تجلیاتِ الٰہیہ، حامل خالق جنت جو بیٹھے ہیں پہلے ان سے ملو، حوریں اور جنت مخلوق ہے اور وہ خالق کو دل میں لیے بیٹھے ہیں لہٰذا جنت کو بعد میں دیکھنا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جنت مکان ہے اور اہل اللہ اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ تو جب افضل اور فاضل دو چیزیں ہوں تو پہلے افضل کو لیں گے لہٰذا افضل کی ملاقات پہلے ہے۔

بہت مجبور کرتی ہے مری آہ وفغاں مجھ کو

آپ سب لوگ دعا کرو کہ اللہ میری جان میں ایک کروڑ جانیں عطا فرمادے، میں خاموش رہتا ہوں مگر میرے دل پر کیا گذر جاتی ہے میں ہی جانتا ہوں، میں ضعف کی وجہ سے مجبوراً خاموش ہوتا ہوں ورنہ میرا درد مجھے خاموش نہیں رہنے دیتا۔ حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل میں دعوت الی اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بہو نے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جان جب میرے بچہ پیدا ہو تو جگا دینا تو ساس نے کہا کہ جب بچہ پیدا ہوگا تو تجھے جگانا نہیں پڑے گا بلکہ تو ایسا چلائے گی کہ سارے محلے کو

جگائے گی تو فرمایا کہ جسے اللہ کی محبت کا درد عطا ہوتا ہے وہ خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں اس
[illegible] کہ کچھ دیر آرام کرلوں ورنہ طبیعت زیادہ خراب ہوجائے گی۔

اللھم انی اعوذبك

کی شرح عجیب

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ(صحیح البخاری، کتاب القدر، باب من تعوذ باللہ، ج:۲، ص:۹۷۹)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں سخت ابتلاء سے اور بدبختی کے پکڑ لینے سے اور سوئے قضاء سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے۔

جَهْدِ الْبَلَاءِ کی پہلی شرح

محدثین نے جَهْدِ الْبَلَاءِ کی دو تفسیریں کی ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عظیم الشان محدث ہیں فرماتے ہیں کہ جہدِ بلا کی دو شرح ہیں، ایک ہے قِلَّةُ الْمَالِ وَ كَثْرَةُ الْعِيَالِ مال کم ہے اور اولاد زیادہ ہے، کسی کے ایک درجن بچے ہیں مگر ان کے لیے دودھ وغیرہ اور تمام ضروریات کا انتظام نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے جہاں اولاد کا ذکر فرمایا ہے وہاں پہلے مال کو بیان فرمایا ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (سورۃ النوح، آیت:۱۰)

تم اپنے رب سے معافی مانگ لو، وہ بہت بڑا غفار ہے اور خطاؤں کو معاف کرنے کے بعد وہ انعامات بھی دیتا ہے، دنیا کے حکمراں اگر معاف کرتے ہیں تو

صرف سزا سے نجات دے دیتے ہیں لیکن اللہ پاک جس کو معاف فرماتے ہیں اس کو انعامات سے بھی نوازتے ہیں اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اپنے رب سے معافی مانگو اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا وہ بہت بخشنے والا ہے اور بخشنے کے بعد تم کو کچھ انعامات بھی دے گا:

يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ تمہارے مال اور اولاد میں برکت دے گا، تو اولاد سے پہلے مال کا وعدہ اسی لیے ہے کہ انسان گھبرائے نہیں:

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (سورۃ النوح، آیت:۱۱)

اور تمہیں باغات بھی دے گا اور نہریں بھی دے گا تو معلوم ہوا کہ اگر انسان کے پاس باغ بھی ہوں اور آب پاشی کے لیے نہریں بھی ہوں تو یہ نعمت ہیں اور دنیا کی نعمتیں تو فانی ہیں مگر آخرت میں ان شاء اللہ بہت کچھ ملے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کیلئے چار مقبول دعائیں

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو دس سال کے کم عمر صحابی تھے ان کی والدہ کی درخواست پر اسی اسلوب پر دعا دی جس اسلوبِ بیان پر کلام اللہ نازل ہوا ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ مَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَاَطِلْ عُمْرَهٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَهٗ

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، ج:۱، ص:۱۳۹)

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتِّبَاعًا لِرَبِّهٖ مال کو پہلے بیان فرمایا۔ یہ چار دعائیں اتنی جامع ہیں کہ ان میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی اور اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے مال میں اتنی برکت ہوئی کہ کھجور کا جو درخت میں لگاتا تھا اس میں دو فصل آتی تھیں اور میرے علاوہ تمام صحابہ کی ایک فصل ہوتی تھی تو بعض صحابہ نے سوچا یہ برکتی آدمی ہیں تو اپنے لگائے ہوئے درخت کے بارے میں ان سے کہا کہ تم اکھاڑ کر دوبارہ لگادو تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے جب ان کے لگائے ہوئے درخت اُکھاڑ کر دوبارہ لگائے تو ان میں بھی دوبار فصل آنے لگی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں اولاد اتنی ہوئی کہ فرمایا: میں نے دو کم سو اولاد اپنے ہاتھوں سے دفن کیں دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِأَۃً اِلَّا اثْنَیْنِ یعنی اٹھانوے، یہ عربی کی بلاغت ہے ورنہ یہ فرماتے کہ فَاِنِّیْ دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ ثَمَانِیَۃً وَّتِسْعُوْنَ ہم نے اٹھانوے اولاد دفن کیں لیکن طرزِ بیان یہ ہے دَفَنْتُ مِنْ صُلْبِیْ مِأَۃً اِلَّا اثْنَیْنِ ، ہر زبان کے بولنے کا الگ طریقہ ہوتا ہے۔

اور عمر کی برکت کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ فرماتے ہیں کہ بَقِیْتُ حَتّٰی سَئِمْتُ الْحَیَاۃَ ۔ سَئِمَ یَسْئَمُ کے معنیٰ تھکنے کے آتے ہیں جیسے فرشتوں کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں لَایَسْئَمُوْنَ یہ تھکتے نہیں ہیں، رات دن یہ سبحان اللہ پڑھتے رہتے ہیں، نہ ان کو سونے کی ضرورت ہے، نہ آرام کی، عجیب مخلوق ہیں یہ۔ اسی لیے فرشتوں کے لیے نیند نہیں ہے کیونکہ نیند تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے ہے اور ان کو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ تو حضرت انس نے فرمایا کہ میں اتنا زندہ رہا کہ زندگی سے تھک گیا اٰخِرُ مَنْ مَاتَ مِنَ الصَّحَابَۃِ بِالْبَصْرَۃِ حضرت انس کے انتقال کے بعد بصرہ صحابہ سے خالی ہوگیا اور چوتھی دعا وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ کے بارے میں فرمایا کہ جب تین دعائیں قبول ہوگئیں تو اَرْجُو الرَّابِعَۃَ چوتھی دعا کی قبولیت کی بھی امید ہے۔

جَھْدِ الْبَلَاءِ کی دوسری شرح

جَھْدِ الْبَلَاءِ کی ایک شرح ہوگئی یعنی مال کی کمی اور اولاد کی زیادتی اور دوسری شرح ہے کہ ایسی مصیبت جس میں موت کی تمنا ہو کہ اے اللہ! مجھے موت دے دے اب تکلیف برداشت نہیں ہو رہی۔ میں نے ایک مریض کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے موت کا انجکشن لگا دو، اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، اللہ ایسی مصیبت اور

دَرْلِ الشَّقَاءِ کی شرح

وَدَرْلِ الشَّقَاءِ اور ہم بدنصیبی کے پکڑ لینے سے پناہ چاہتے ہیں، شقاوت کے بھی دو معنی ہیں بدنصیبی تو ہے ہی اور شقاوت کا دوسرا معنیٰ ہے محرومی اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، ج:۲، ص:۹۴۸)

جو لوگ اللہ والوں کے پاس بیٹھتے ہیں وہ محروم نہیں ہوتے۔ اس لیے جب کوئی اللہ والا یا اللہ والوں کا خادم آجائے تو اپنی تنہائیوں کی عبادتوں کو چھوڑ کر ان کے پاس بیٹھو یہاں تک کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب شیخ آجائے تو نوافل اور معمولات ملتوی کردو، شیخ کے پاس بیٹھو، یہ نہیں کہ شیخ تو مجلس کررہا ہے اور تم اکیلے اپنا وظیفہ پڑھ رہے ہو، شیخ کا قرب اور شیخ کی مجلس کے وقت میں نوافل اشراق سب ملتوی کردو۔

مولانا رومی نے اس کی مثال دی کہ سبزی منڈی میں سیب خریدنے کے لیے

پورے عالم میں کوئی راستہ نہیں ہے، آپ ساری دنیا میں بھاگے بھاگے پھرو شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً مگر شقاوت پھر بھی پکڑ لے گی لہٰذا لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ اہل اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ تو آپ کی شقاوت پر لَا داخل ہو جائے گا اور اس لَا میں آپ کو حالاً و استقبالاً حفاظت کی ضمانت ہے کیونکہ لَا یَشْقٰی مضارع کا لفظ ہے۔ یعنی آپ کی مستقبل کی بدنصیبی سے بھی اس میں حفاظت اور ضمانت ہے۔ شقاوت سے فی الحال بھی محفوظ اور آئندہ بھی محفوظ رہو گے، ان شاء اللہ بدنصیبی نہیں آئے گی۔ جو اللہ والوں کے ساتھ رہتے ہیں وہ مستقبل میں بھی بدنصیب نہیں ہو سکتے، مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں لہٰذا اللہ والوں کے دوست خوش نصیبی کے ساتھ جیتے ہیں اور خوش نصیبی کے ساتھ مرتے ہیں۔

اس کی شرح علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں ان الفاظ سے فرمائی ہے اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے انہی کے ساتھ مندرج ہوتے ہیں، اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ ان ہی میں لکھ لیتا ہے، فِیْ جَمِیْعِ مَایَتَفَضَّلُ اللّٰہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ اور وہ تمام مہربانیاں جو اللہ والوں پر برتی ہیں اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی دے دیتا ہے کیونکہ یہاں مفعول لہٗ آرہا ہے، مفعول لہٗ فعل کا سبب بیان کرتا ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا میں نے پٹائی کی اس کی ادب سکھانے کے لیے تو تَادِیْبًا منصوب کیوں ہے؟ کیونکہ مفعول لہٗ ہے اور اگر آپ نے مَشْدُوْدًا کہہ دیا کہ باندھ کر رسی سے مارا تو مَشْدُوْدًا اس کا حال ہے اور فِی الْمَسْجِدِ کہہ دیا تو مکان بھی آگیا اور یہ مفعول فیہ ہوگیا۔ جَمِیْعِ مَایَتَفَضَّلُ اللّٰہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ اس میں اپنے پیاروں کا اکرام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔

شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو

ہمارے بزرگوں اور اکابر کا تعامل چلا آرہا ہے کہ شیخ سے بیعت ہونا اور ان کے

مشورے سے راستہ طے کرنا ہے، خالی علم سے نہیں، اپنے شیخ سے پوچھ پوچھ کے کام کرنا ہے تو مشائخ کا یہ تعامل شاہراہِ اولیاء ہے، جو سپر ہائی وے کو چھوڑ کر کسی چھوٹی گلی میں گھس گئے ان پر ڈاکہ پڑ گیا، چونکہ سپر ہائی وے پر بہت سی موٹریں چل رہی ہیں تو ڈاکو بھی ڈرتا ہے کہ کسی موٹر میں کوئی صاحب اسلحہ ہوسکتا ہے۔ تو شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو، اسی پر چلو۔

آج جو کچھ اختر سے کام ہو رہا ہے یہ سب میرے شیخ کی دعاؤں کا اثر ہے، میں اپنے مریدوں اور احباب پر اس کو ظاہر بھی کرتا ہوں کہ یہ سب ہمارے حضرت والا کی دعاؤں کا صدقہ ہے، اس میں کبر سے تحفظ ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں ہے کہ اشرف علی کچھ نہیں ہے، سب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے، اس میں نفس کی نفی ہو جاتی ہے، اپنا کمال مت ظاہر کرو۔

لیکن یہ بات یاد رکھو کہ نری صحبت کافی نہیں کیونکہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ... الخ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا حال بیان کیا ہے کہ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ، مضارع سے بیان فرمایا ہے جس میں حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے یعنی حال میں بھی اور مستقبل میں بھی صرف میں ہی اُن کے دل کی مراد ہوں اور یہ میرے مرید ہیں۔ تو بتاؤ گناہ غیر اللہ ہیں یا نہیں؟ لہٰذا اگر یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہو تو گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ بھی کرو۔

یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ کیلئے ارادۂ خونِ تمنا بھی ضروری ہے

اگر گناہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں کرو گے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے۔ اللہ نے قیامت تک کے لیے صحابہ کی شان بتا دی یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی مجھے ہر وقت اپنا مراد بناؤ، ارادہ کرو کہ میرا اللہ مجھ سے خوش رہے اور ایک لمحہ بھی ناراض نہ ہو، یُرِیْدُوْنَ کا فاعل مُرِیْدُوْنَ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں پیری مریدی کا ثبوت کہاں ہے؟ یُرِیْدُوْنَ کا اسم فاعل مُرِیْدُوْنَ ہے، تو جو ارادہ کر کے اللہ کو اپنے دل میں مراد بنائے یعنی پکا ارادہ کرے کہ اللہ کو ناراض نہیں کرنا ہے کتنا ہی حرام مزہ آئے، ایسے حرام

مزے پر کروڑوں لعنت بھیجو، نظر کی حفاظت کر کے غم اُٹھانے کی عادت ڈالو، یہ نصیبِ دوستاں ہے، نصیبِ اولیاء ہے، غذائے اولیاء ہے، اس کے بدلے میں اللہ آپ کے قلب کو پیار عطا کرے گا کہ میرے بندے نے میرا قانون یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ نہیں توڑا، اپنا دل توڑ دیا، ایسے ٹوٹے ہوئے دل کو اللہ پیار کرتا ہے کہ میری محبت میں اس نے دل توڑا، اپنی خوشیوں کا خون کیا اور مجھے خوش رکھا، مجھے خوش کرنے کے لیے اپنی خوشی کو ناخوشی میں کنورٹ (Convert) کیا تو پھر اللہ کو رحم آتا ہے کہ اسی عالم میں کتنے لوگ عورتوں سے بدنظری کر کے حرام لذت اڑا رہے ہیں۔

لیکن میرا یہ بندہ ایسا ہے جو اپنے سینے میں قلبِ شکستہ رکھتا ہے، ٹوٹا ہوا دل رکھتا ہے اور یہ نہیں کہ ایک دفعہ دل توڑ دیا چونکہ ہر وقت بے پردگی اور عریانی عام ہے تو مسلسل اپنے دل کو توڑتا رہتا ہے، تو ایسے شکستہ قلوب کو جو خدا کی یاد میں تسلسل کے ساتھ ٹوٹتے رہتے ہیں مگر حرام لذت اپنے اندر نہیں آنے دیتے ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں، بازغہ کہتے ہیں بارہ بجے دن کے سورج کو یعنی ان کے قلب پر نہایت قوی تجلی نازل ہوتی ہے اور وافرہ کے معنی ہیں بہت زیادہ اور متواترہ یعنی مسلسل کیونکہ وہ ہر وقت، مسلسل غم اٹھاتے ہیں اور جب حالتِ غم میں نہیں ہوتے مثلاً مسجد میں بدنظری کا کوئی موقع نہیں ہوتا تب بھی ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ جب تک جیتا رہوں گا آپ کا بن کے جیتا رہوں گا اور خونِ آرزو پیتا رہوں گا، حرام آرزو کی تکمیل نہیں کروں گا تو اس ارادۂ دائمہ اور مسلسلہ کی وجہ سے ان کے قلب پر تجلیاتِ قربِ الٰہیہ مسلسلہ، متواترہ، وافرہ اور بازغہ عطا ہوتی ہیں اور ان کا چہرہ ترجمانِ قلب ہوتا ہے، جس کے قلب میں مولیٰ ہوتا ہے اس کا چہرہ اور آنکھیں ترجمانِ مولیٰ ہوتی ہیں، اس کے چہرے پر آپ کو مولیٰ کی تجلیات نظر آئیں گی اور جن کے دل میں کوئی لونڈا یا کوئی لونڈیا ہوگی، کوئی معشوق یا معشوقہ ہوگی اس کے چہرے پر اس معشوق کے گراؤنڈ فلور کے جغرافیے ہوں گے، منحوسیت اور لعنت برس رہی ہوگی، ان

کے چہروں پر پیشاب اور پاخانے کے مخارج یعنی سبیلین کے جغرافیے ہوتے ہیں کیونکہ اس کے دل میں وہی تمنا ہے کہ کوئی معشوق یا کوئی معشوقہ ملے تو اس کے پیشاب پاخانے کے مقامات میں مرور اور عبور کر کے سرورِ حرام حاصل کریں اور بے غیرتی اور کمینے پن اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کر کے مجرمانہ زندگی گذاریں۔

باوفا، باحیا، باخدا رہو

آپ کسی بے وفا کو دوست بنانا پسند نہیں کرتے لہٰذا آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفا نہ رہو، اللہ کی دی ہوئی روٹی کھاتے ہو تو اللہ کے وفادار رہو، اگر دس دن کھانا نہ ملے تو بتاؤ معشوق تلاش کرو گے یا روٹیاں مانگو گے؟ اسی لیے میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ باوفا رہو، باحیا رہو اور باخدا رہو بس تین کام کرلو پھر دیکھو، دنیا میں تم ایک لیلیٰ کے چکر میں ہو وہ بھی عَلٰی مَعْرَضِ الْجُوْتَا ہے، پکڑے گئے تو جوتا پڑے گا اور تقویٰ سے رہو گے تو تمہارے جوتے اٹھائے جائیں گے، نافرمانی کرو گے تو سر پر جوتے پڑیں گے، عشقِ مولیٰ والوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور عشقِ لیلیٰ والوں کی کھوپڑی پر جوتے مارے جاتے ہیں۔

قدرتِ تقویٰ ہر ایک میں ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب تک جان ہے، ہمتِ تقویٰ ہے۔ اگر ہمتِ تقویٰ نہ ہو تو تقویٰ فرض نہیں رہے گا ورنہ ظلم ہو جائے گا، جب طاقتِ تقویٰ اور ہمتِ تقویٰ نہیں ہے پھر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے تو معلوم ہوا کہ مرتے دم تک ہمتِ تقویٰ اور طاقتِ تقویٰ موجود ہے لیکن استعمالِ ہمتِ تقویٰ اور استعمالِ قدرتِ تقویٰ میں ہم مجرم ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (سورۃ التغابن، آیت:۱٦)

تم اللہ سے ڈرو جتنی تمہاری استطاعت ہے اور استطاعت کا استعمال کرنے ہی میں ہم غفلت برتتے ہیں جبکہ اللہ والے ہمیشہ غمگین رہتے ہیں، روتے ہیں کہ معلوم نہیں ہم نے استطاعت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ یعنی جتنی ہماری قدرت ہے اتنا ہم نے استطاعت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ جتنی ہماری نظر بچانے کی قدرت ہے اس قدرت کو ہم نے استعمال کیا یا نہیں یا ہم اس میں چور اور خائن ہیں، اسی فکر و غم میں وہ مرتے رہتے ہیں، ساری زندگی گھلتے رہتے ہیں، اشک بار آنکھوں سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔

حکیم الامت نے ایک عجیب بات فرمائی کہ جو شخص کہے کہ مجھے طاقت نہیں رہتی، حسینوں کو دیکھ کے میں پاگل ہو جاتا ہوں، پرانی عادت راسخ ہو چکی ہے تو اس کا جواب حکیم الامت نے دیا کہ قدرت ہمیشہ ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی جس کام کو کرنے کی قدرت ہوتی ہے آدمی اس کو نہ کرنے پر بھی قادر ہوتا ہے۔ جو آدمی ہاتھ اٹھا سکتا ہے وہ اسے نیچے بھی گرا سکتا ہے، جو حسینوں پر نظر ڈال سکتا ہے وہ ہٹا بھی سکتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔ اس کی ایک مثال میں دیتا ہوں کہ اگر پولیس کا سپرانٹنڈنٹ کہے کہ یہ میرا لڑکا یا میری لڑکی ہے، جو نظر باز یہ کہتا ہے کہ حسینوں کو دیکھ کر میں پاگل ہو جاتا ہوں وہ آج میری لڑکی کو دیکھ کر دکھائے اور ایک ہاتھ میں اس کے پستول بھی ہو تو وہاں اس کا نفس بڑا عقل مند بن جاتا ہے۔ معلوم ہوا نظر بچانے کی طاقت ہے جبھی تو پستول دیکھ کر پاگل نہیں ہوا۔ آہ! مخلوق کے خوف سے نظر نیچی کرنے والو! اس بڑی طاقت کا بھی دھیان پیدا کر لو جسے ہماری نظر کی بینائی چھیننے یا ہمارے گردے بیکار کرنے کے لیے کسی پستول کی بھی ضرورت نہیں۔

تو میں یہ بتا رہا تھا کہ صحبتِ شیخ میں اول تو یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ ضروری ہے کہ مخلص ہو اور گناہوں سے بچنے کا مجاہدہ کرے اور دوسرے یہ کہ شیخ کی صحبت میں اس کے آداب کا خاص خیال رکھے۔ شیخ کے سامنے مٹ کر رہنا چاہئے، اس کی روک ٹوک اور ڈانٹ کو اپنی

اصلاح کا ذریعہ اور شیخ کا پیار سمجھنا چاہئے، یہ نہیں کہ شیخ نے کسی بات پر ٹوک دیا یا پکڑ ہوگئی کہ یہ کام کیوں کیا تو اگر مگر اور بحث بازی شروع کردی۔ اس میں ایذائے شیخ ہے۔

شیخ کے مواخذہ پر اعترافِ قصور کی تعلیم

ایک صاحب سے مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بہت ناراض تھے، کئی برس سے ان کی خط وکتابت چل رہی تھی، میں حیدر آباد دکن گیا تو حضرت نے ان کو تار دے کر بلوایا اور فرمایا کہ تم اپنے معاملات کے سارے خطوط دکھاؤ، انہوں نے شیخ سے بڑی اگر مگر لگا رکھی تھی کہ اس میں یہ بات ہے، اس میں یہ وجہ ہے اور آپ ذرا ذرا سی بات میں ناراض ہوجاتے ہیں تو حضرت نے لکھا کہ میں جتنا ناراض ہوتا ہوں اتنا ہی جلد راضی بھی تو ہوجاتا ہوں۔ شیخ نے ان کو میرے حوالے کردیا کہ تم اس کو سمجھاؤ تو میں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ اگر مگر چھوڑ دو سیدھا سیدھا لکھ دو کہ میں اعترافِ قصور کرتا ہوں، اپنی تمام خطاؤں کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ ان شاء اللہ احتیاط کروں گا۔ یہ ایسے جملے ہیں کہ جس سے شیخ کو اذیت نہیں پہنچتی۔

بس کیا کہیں، بے وقوف انسان اس کو سمجھتا نہیں ہے، اسی سے شیخ کو تکدر ہوتا ہے اور اذیت پہنچتی ہے، مرید یہ سمجھتا ہے کہ میں اگر مگر لگا کر دائرۂ مواخذے سے نکل جاؤں گا مگر یہ اللہ کے راستے کا ادب نہیں ہے، فوراً اعتراف کرلو اگرچہ قصور نہ بھی ہو، جو مزہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا میں ہے وہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ میں نہیں ہے جیسا کہ شیطان نے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور اس میں کبریٰ محذوف ہے، وہ کیا ہے کہ اَلنَّارُ اَفْضَلُ مِنَ الطِّیْنِ آگ افضل ہے مٹی سے، تو گویا آپ افضل کو فاضل کے سامنے سجدے کا حکم دے رہے ہیں، ابلیس اللہ میاں کو یہ مشورہ دے رہا ہے۔

آیت رَبَّنَا ظَلَمْنَا ... الخ سے ادبِ اعترافِ قصور کی دلیل

اسی لئے کہتا ہوں کہ شیخ کے ساتھ اگر مگر اور بحث و مباحثہ عذر و تاویلات کا شیطانی راستہ اختیار نہ کرو بلکہ سیدھا سیدھا اعترافِ قصور کرلو۔ اگر کوئی پوچھے کہ یہ اعترافِ قصور آپ نے کہاں سے سیکھا تو سن لو کہ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا نے یہ بتایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میں بھول گیا تھا لیکن آپ نے اعترافِ قصور کرلیا۔

جب آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کو کھالیا تو اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ فَنَسِیَ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ان کے قلب میں خطا کے ارادے کا ایک ذرّہ تک نہیں تھا، عَزْمًا نکرہ ہے اور لَمْ نفی ہے تو عَزْمًا نکرہ تحت النفی ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے اِنَّ النَّكِرَةَ اِذَا وَقَعَتْ تَحْتَ النَّفْیِ تُفِیْدُ الْعُمُوْمَ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کے دل میں ارادۂ نافرمانی کا ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ بھی نہیں دیکھا، اس سے بڑی کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ لیکن پھر بھی حضرت آدم علیہ السلام نے کوئی عذر نہیں پیش کیا، یہ نہیں فرمایا کہ یا اللہ! میں بھول گیا تھا، جب شیطان نے آپ کا نام لیا اور قسم اٹھائی تو آپ کے نام سے میں اتنا مست ہوگیا تھا کہ آپ کا حکم بھول گیا، جبکہ حقیقت بھی یہی تھی کہ آپ بھول گئے تھے۔ شیطان ظالم نے قسم کھائی تھی کہ اے آدم! اللہ کی قسم اگر تم نے اس ممنوعہ درخت کو کھالیا تو تم ہمیشہ جنت میں رہوگے۔ حکیم الامت فرماتے تھے کہ اللہ کے نام سے آپ پر نشہ طاری ہوگیا تھا۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

غلبۂ لذتِ اسمِ مبارک سے آپ کو نسیان ہوگیا تھا لیکن رَبَّنَا ظَلَمْنَا کا جو مزہ آپ نے لیا اس کے مقابلے میں دنیا میں کوئی مزہ نہیں کہ اے ہمارے پالنے والے! ہم سے قصور ہوگیا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کا مزہ عاشقوں سے پوچھو، رَبَّنَا کہتے ہی مزہ شروع ہوگیا کہ اے ہمارے پالنے والے! پھر ظَلَمْنَا کا مزہ الگ کہ ہم نے ظلم کیا اَنْفُسَنَا نے مزہ اور بڑھا دیا کہ آپ کا کچھ نقصان نہیں ہے، ہم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا، تو ہر ہر لفظ کا مزہ الگ ہے۔

بعضے ظالموں کو یہی سکھاتا ہوں کہ اگر مگر مت لگایا کرو، اللہ کا راستہ عقل کا راستہ نہیں ہے، یہ فنائیت کا راستہ ہے، اپنے بڑوں کے سامنے بالکل مٹ جاؤ، یہ نہ سوچو کہ شیخ میری غلط گرفت کر رہا ہے، شیخ خطا پر ہے اور میں حق پر ہوں، بتاؤ! کسی کو میری اس تقریر پر کوئی اِشکال ہے؟ بولو بھئی! کیا قرآنِ پاک کا استدلال آپ کے لیے باعثِ تسلی نہیں ہے کہ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کے علمِ الٰہی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہہ رہے ہیں، اگر ناقصِ عشق نہیں ہے، محبتِ کاملہ ہے تو

بے ادبی کا سبب کبر ہے

اور بے ادبی کا سبب بہت چھپا ہوا کبر ہوتا ہے۔ جس کو خود یہ بھی نہیں سمجھتا، اس کو اپنی ہستی کا احساس ہوتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں۔ حضورِ شیخ میں اپنے کو کچھ سمجھنا بے وقوفی ہے، اس مخفی کبر کی دلیل کیا ہے؟ اس کو غور سے سن لو۔ شیطان نے جو کہا کہ آپ نے ہم کو آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور آگ افضل ہے مٹی سے، آگ کا مرکز اوپر ہے، زمین نیچے ہے تو ایک عالی سے آپ سافل کو سجدہ کرا رہے ہیں، اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ یہی دلیل ہے کہ اس کے اندر خفیہ کبر موجود تھا، یہ جو ابیٰ ہے استکبر اس کا سبب ہے، ابیٰ مسبب ہے، استکبار سبب ہے، ابیٰ معلول ہے، استکبر اس کی علت ہے۔ اس لیے فنائے نفس کی اللہ سے دعا کرو۔ پھر دعا کرو کہ یا اللہ! ہم سب کو اتنا مٹا دے کہ ہم کو اپنے مٹنے کا احساس بھی نہ ہو، مقامِ فناءُ الفناء نصیب فرما اور اتنا مٹا دے جتنا مٹنا آپ کو پسند ہے۔ آہ! بتاؤ میر صاحب! کیسی پیاری دعا ہے کہ اے خدا! ہم سب کو اتنا مٹا دے جتنا مٹنے سے آپ خوش ہو جائیں اور عظمتِ شیخ کا حق ادا ہو جائے۔

اغلاط کی تاویلات میں نقصان ہی نقصان ہے

بولو! عظمتِ شیخ اس میں ہے کہ میرا نفس بری ہے، آپ غلط میرا مواخذہ کر رہے ہیں؟ یا اعترافِ قصور میں ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا آدمی اور ڈانٹ کھاتا ہے، بعضے لوگ خانقاہوں سے نکال دیئے گئے، مخلوق میں بھی ذلیل ہوئے اور شیخ کو جو دُکھ پہنچا وہ الگ، مرید کے لیے وہ مستزاد عذاب ہے۔ بولو! شیخ کو ایذاء پہنچانے والے سے بڑھ کر کوئی مجرم ہے؟ اس لیے میں بہت ڈرتا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب میرے شیخ کو ایک آدمی پر غصہ آیا اور اسی وقت فالج کا اٹیک ہو گیا،

ایسے موذی مریدوں سے اللہ بچائے جن کو سمجھانے کے باوجود بھی احساس نہیں ہے۔

ڈاکٹر نے بتادیا کہ میں دل کا مریض ہوں، غصہ دل کی رفتار کو بڑھا دیتا ہے۔ اگر تم نے شیخ کو غصہ دلایا اور اعترافِ قصور کی راہ اختیار نہ کی کہ مجھ سے خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، اگر مکر لگایا اور اس کی تکلیف سے غصہ بڑھا اور اس کو فالج ہو گیا تو تم کیا منہ دکھاؤ گے قیامت کے دن؟ بولو بھئی! یہ کوئی اچھا کام ہے؟ شیخ کو غصہ دلا کر، غصہ بڑھا کر اگر اس کو فالج میں مبتلا کردیا تو آپ کا یہ فعل کیسا ہے؟ اس لیے کہتا ہوں کہ اپنی حماقت سے توبہ کرلو، سب لوگوں کے فائدے کے لیے کہتا ہوں کہ اگر مکر لگا کر شیخ کو اذیت مت پہنچاؤ، خاص کر جو لوگ رات دن ساتھ رہتے ہیں، جب کبھی بھی شیخ گرفت کرے تو فوراً کہو کہ میں اعترافِ قصور کرتا ہوں، میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے، خطا ہوگئی معافی چاہتا ہوں۔

اگر اس کے بعد آپ کو عافیت نہ ملے تو کہنا اختر کیا کہہ رہا تھا۔ بولیے عافیت میں جانا چاہتے ہو یا مصیبت میں؟ ان دو جملوں سے کہ خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا، شیخ آرام اور صحت سے رہے گا، غصے سے اس کے قلب کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، جس میں اس کی صحت کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ اگر تم شیخ سے محبت کرتے ہو تو شیخ کی صحت کو نقصان پہنچانے والی حرکتوں سے بچنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر مکر لگانے سے اس کو تکدر ہوتا ہے اور تکلیف پہنچتی ہے، خاص کر جو شیخ دل کا مریض بھی ہو تو ایسے شیخ کو اذیت پہنچانا اور زیادہ حرام ہے یا نہیں؟ اور اللہ کے غضب کو خریدنا ہے یا نہیں؟ بہت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں بعض لوگوں کو بار بار سمجھاتا ہوں مگر وہ پھر یہ سبق بھول جاتے ہیں اور اگر مکر لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

اس مضمون کو ایک بہت عمدہ مثال سے سمجھاتا ہوں۔ ایک بادشاہ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی میں گھس جاؤ مگر کپڑا نہ بھیگنے پائے، وہ پانی میں گھس گیا مگر کپڑا بھیگ گیا، بادشاہ نے کہا کہ کپڑا کیوں بھیگا؟ کہا حضور خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں۔ جن

لوگوں پر عقل کا غلبہ ہے وہی شیخ کو دُکھ پہنچاتے رہتے ہیں، غلبۂ عقل سے کام مت لو غلبۂ عشق سے کام لو، ناکردہ خطاؤں پر بھی یعنی اگر خطا نہیں بھی ہوئی تب بھی کہہ دو کہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے معاف کردیجئے۔ تو امن کا راستہ چھوڑ کر خود بھی پریشان ہوتے ہو اور شیخ کو بھی پریشان کرتے ہو۔ راہِ امن کیوں نہیں اختیار کرتے؟ دو جملے کہہ لو تاکہ آگے کوئی سوال وجواب ہی نہ ہو، اعتراف کرلو کہ مجھ سے خطا ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، آئندہ نہیں کروں گا۔

میرے بیٹے مولانا مظہر جب کم عمر تھے، پڑھ رہے تھے تو کسی بات پر میں نے ان کی پٹائی کا ارادہ کیا تو وہ بھاگے نہیں، اور لڑکے ہوتے تو وہ بھاگ جاتے، اللہ تعالیٰ مولانا مظہر کے درجات کو بلند فرمائے، دل سے دعا نکلتی ہے، تو وہ بھاگے نہیں بلکہ میرے پاس بیٹھ گئے اور ٹوپی بھی اتار لی اور کہا کہ ابا مجھے جتنا چاہیں مار لیں، تو اس ادا سے میں خود رونے لگا۔

اس لیے اپنے دوستوں کو سکھاتا ہوں مگر پتا نہیں کیوں ان کے دماغ میں ادب کی یہ باتیں نہیں گھستیں، دماغی کمزوری ہے یا کیا ہے، بھول جاتے ہیں، آپ نے دیکھا کہ بیٹا اعترافِ قصور اور سزا کے لیے تیار ہوا تو باپ خود رونے لگا، غصہ ختم کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے۔ تو بار بار کہتا ہوں کہ جب شیخ گرفت کرے تو چاہے تمہارے پاس لاکھ عذر ہوں مگر کچھ نہ بولو، بس یہ کہہ دو کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے اعترافِ قصور ہے، میں نالائق ہوں، نادان ہوں، مجھ سے غلطی ہوگئی، معافی چاہتا ہوں، بس بات ختم، معافی مانگنے سے بات کبھی بھی آگے نہیں بڑھے گی، چاہے تمہارے دماغ میں کتنا ہی خناس آئے کہ اس وقت ہم قابلِ گرفت نہیں ہیں، ہم پر ظلم ہو رہا ہے، یہ شیطانی مرض ہے۔ یہی سمجھ لو کہ جس مقام سے شیخ گرفت کر رہا ہے اس مقام کو ہم نہیں سمجھ پارہے، اگرچہ ہماری خطا چھوٹی سی ہے۔

شیخ کی نظر مرید کے تمام مصالح دینیہ کو محیط ہوتی ہے

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بعض وقت خطا چھوٹی سی ہوتی ہے مگر اس کا منشاء اور جڑ خطرناک ہوتی ہے، مثلاً اس میں کبر چھپا ہوتا ہے۔ بعض وقت میں شیخ بڑی خطا کو معاف کر دیتا ہے اور چھوٹی خطا پر سخت گرفت کرتا ہے کیونکہ اس کی نظر اصلاح مرید کے مصالح دینیہ کا دور تک احاطہ کر رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا دو جملے میں خود بھی آرام سے رہو اور شیخ کو بھی آرام سے رکھو۔ بولو بھئی! شیخ کو آرام سے رکھنا مطلوب ہے یا نہیں؟ خاص کر جو رات دن ساتھ رہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگنی چاہیے جنہوں نے اپنے شیخ کو اپنی حماقتوں سے ایذا رسانی کی۔

تو اگر مگر لگانے کے بجائے فوراً اعترافِ قصور کرو۔ یہ حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ مجھے تاویلات کرنے والوں پر ہمیشہ غصہ آتا ہے، اگر وہ کہہ دیں کہ خطا ہو گئی، معافی چاہتا ہوں تو بات ختم، شیخ اس سے زیادہ کیا چاہے گا، شیخ خود چاہتا ہے کہ تم بھی آرام سے رہو اور میں بھی آرام سے رہوں، یہ قابلیت کا راستہ نہیں ہے، یہ عاشقی اور آہ و زاری اور نیازمندی کا راستہ ہے، اپنی سب قابلیت کو لات مار دو اور یہ کہو کہ ہم کچھ نہیں ہیں، جاہلِ مطلق ہیں۔ ان تاویلات میں نفس کا بہت بڑا چور ہے، شیطان نہیں چاہتا کہ اپنے اوپر کوئی بار آئے، بارِ خطا جو نعمت تھی اس کو یہ بے وقوف حماقت سے نہیں سمجھا۔

خدمت شیخ کے لئے عقل و فہم کی ضرورت ہے

میں کہتا ہوں کہ عشق کے ساتھ تھوڑی سی دانائی بھی شامل کر لو، شیخ کی محبت میں جان دو مگر شیخ کو ستا ستا کے پاگل یا فالج میں مبتلا نہ کرو، شیخ کی خدمت دانائی کے ساتھ کرو، پاگلوں کی طرح سے محبت و خدمت مت کرو جیسے ایک ریچھ نے محبت کی تھی۔ ایک ریچھ اپنے مالک کو پنکھا ہنکا رہا تھا، اس نے ریچھ کو سکھا دیا تھا، ایک مکھی اس کے

مالک پر بیٹھی تو اس نے ہانک دیا پھر بیٹھی پھر ہانک دیا جب تین چار دفعہ بیٹھی تو ریچھ ایک پتھر لے آیا اور اس مکھی کو زور سے مارا تو مالک کی ناک پھٹ گئی اور وہ مر گیا، تو نیت تو اس کی اچھی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری نیت تو آپ کو اذیت دینے کی نہیں تھی تو ریچھ والی محبت مت کرو، اللہ سے عقل و فہم مانگو، اللہ سے رو رو کے یہ کہو کہ اے خدا! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لیے دعا گو بنا اور ان کی آنکھیں مجھ سے ہمیشہ ٹھنڈی فرما، میری ذات سے ان کو ایک اعشاریہ بھی غم یا تکدر نہ پہنچے۔ یہ دعا بہت ضروری ہے، اگر اس دعا کی توفیق نہیں ہے تو وہ ظالم محروم القسمت ہے، شقاوتِ ازلیہ اس کے مقدر میں ہے۔

دو نعمتیں: (۱) اتباعِ سنت، (۲) رضائے شیخ

حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ جس کو اتباعِ سنت اور رضائے شیخ نصیب ہو تو اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں اور اگر اتباعِ سنت تو کرتا ہے مگر شیخ کو ناراض کیے ہوئے ہے تو شیخ کو ناراض کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ کو ناراض کرے، تو جس طرح ماں باپ کو خوش کرنا ضروری ہے اسی طرح شیخ کی رضا بھی ضروری ہے اور جو شیخ کو ناراض رکھتا ہے تو یہ شخص بھی محروم رہے گا اور اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں، اگر اس کو روشنی بھی نظر آتی ہے تو سمجھ لو سب دھوکہ ہے۔

شیخ دروازۂ فیض ہے

اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک بات دل میں ڈالی کہ شیخ دروازۂ رحمت اور دروازۂ فیض ہے، مبدأ فیاض سے بندے تک وہ بیچ میں کٹ آؤٹ اور واسطہ ہوتا ہے اور ہر انسان اپنے دروازے کی صفائی کو محبوب رکھتا ہے اور دروازے کو گندا رکھنا مشابہ یہودیت ہے، یہودی لوگ اپنے دروازے کو گندا رکھتے تھے۔ تو شیخ اللہ کا دروازہ ہے،

لٰہذا دروازے کو صاف رکھنا، خوش رکھنا، تکدر نہ ہونے دینا، یہ مطلوب ہے یا نہیں؟ جس طرح انسان اپنے دروازے کی گندگی سے ناراض ہوتا ہے، غم محسوس کرتا ہے تو جو شیخ کو ستاتا ہے یا ناراض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس دروازے کو ناراض کرنے والے کو اپنے فیضِ رحمت سے محروم کردیتا ہے۔

دریائے رحمت سے جو ٹونٹی تم کو مل رہی ہے اگر کوئی اس ٹونٹی میں نجاست لگادے تو اس میں سے جو پانی آئے گا تم کو بدبودار لگے گا لیکن اس میں دریا کا قصور نہیں ہے، تم نے ٹونٹی میں نجاست کیوں لگائی لٰہذا شیخ کو مکدر مت کرو بلکہ گاہے گاہے اس کو خوش کرو، کبھی غلطی ہوجائے تو فوراً معافی مانگ لو تاکہ اس پر اللہ کی رحمتوں کی جو بارش برس رہی ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے اور ہم جو طرح طرح کی سزاؤں کے مستحق تھے تو ہم پر طرح طرح کی نعمتیں برس جائیں۔

تو میں عرض کررہا تھا کہ کتنے ہی بڑے ہوجاؤ دو چیز جس کے اندر ہے اتباعِ سنت اور رضائے شیخ اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں اور جس سے شیخ ناراض ہو یا سنت کی اتباع نہ ہو تو اس کے اُجالے بھی اندھیرے ہیں۔ یہ حکیم الامت کا ارشاد ہے۔ اس لیے سمجھاتا ہوں کہ اپنی عاقبت مت خراب کرو، ایک دفعہ سمجھ لو کہ فائدہ اعترافِ قصور میں ہے، فوراً کہو کہ مجھ سے خطا ہوئی، معافی چاہتا ہوں، اگر عذر بھی ہے تو وہ بھی اس وقت مت پیش کرو۔ جب بادشاہ حرص چاہتا ہے تو قناعت پر خاک ڈالو، جب شیخ تم سے اعترافِ قصور مانگتا ہے تو تم اپنی عقل پر خاک ڈالو۔

محبت میں بعض دوست ایسے ہیں کہ شاید روئے زمین پر ان سے زیادہ کوئی محبت کرنے والا نہ ہو مگر وہ اپنی نادانی اور اپنے نفس کے وجود سے اور فنائے نفس کے نہ ہونے سے اگر مگر لگا کر اذیت پہنچانے میں بھی روئے زمین پر اوّل نمبر ہوتے ہیں، جہاں وہ محبت میں روئے زمین پر اوّل نمبر ہیں وہاں ایذا رسانی میں بھی اوّل نمبر ہوتے ہیں، ایسا شخص شیخ کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے اس نسخے کو یاد کرلو اور دنیا

اور آخرت برباد مت کرو، اگر تمہارے دل میں محبت ہے تو محبت کا حق ادا کرو، تم کیوں نہیں چاہتے کہ میرا محبوب خوش رہے، اس کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی رہیں، اس کا بال بال ہمارے لیے دعا گو رہے۔ بولو بھئی! محبت کیا چاہتی ہے؟ محبوب کو اذیت، پہنچانا یا محبوب کو خوش رکھنا؟ تو اپنی عقل پر خاک ڈالو، جو محبوب چاہتا ہے اس طرح سے رہو۔

محبت نام ہی اس کا ہے کہ اپنی مرضی کو محبوب کی مرضی میں فنا کردے، محبوب سے محبت اپنی مرضی سے کرنا یہ بدعت ہے اور محبوب سے محبت محبوب کی مرضی سے کرنا یہ سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق محبت کرنا سنت ہے اور مقبول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے محبت کرنا یہ بدعت ہے اور مردود ہے۔ بتایئے! یہ بدعت کیسی تعریف ہے، ورنہ بدعتی نعوذ باللہ دشمن نہیں ہے، اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہو جائیں لیکن چونکہ بدعتی کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس کی محبت غیر مقبول ہے، مردود ہے۔

عقل عقل سے نہیں فضل سے ملتی ہے

اور یاد رکھو! کہ محبوب کی مرضی کے مطابق محبوب سے محبت کرنا اور اپنی مرضی کو فنا کرکے اس کو خوش رکھنا اس مقام کو عقل سے نہیں پاسکو گے۔ یہ جملہ یاد رکھو کہ عقل سے عقل نہیں ملتی، فضل سے عقل ملتی ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائیں گے تب سمجھ آئے گی کہ میں اب تک کس حماقت میں مبتلا تھا۔ اس لیے اللہ سے فضل مانگو کہ اے خدا! مجھے ایسا ادب سکھادے کہ میرا شیخ مجھ سے خوش رہے۔

اللہ سے عقل مانگو، ادب مانگو اور شیخ کے دل میں اپنی محبوبیت مانگو کہ ہم تو نالائق ہیں مگر آپ میرے شیخ کے قلب میں مجھ کو پیارا بنادیجئے، دنیا میں سب سے بڑا رشتہ شیخ کا ہے، کسی کے لاکھوں کروڑوں مرید ہوں، کروڑوں تصنیفات ہوں لیکن اگر شیخ کے

دل میں وہ محبوب نہیں ہے تو خطرہ میں ہے، اس لیے شیخ کو ہر طرح سے خوش رکھو۔

حضرت میاں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے خادم حضرت غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ میاں تم مجھے بہت آہستہ آہستہ پنکھا جھل رہے ہو، کیا ہاتھ میں جان نہیں ہے؟ پھر انہوں نے اتنا زور سے جھلا کہ حضرت نے فرمایا کیا اُڑا دے گا مجھ کو؟ تو ان کے منہ سے نکل گیا کہ کسی طرح چین نہیں ہے، ہلکا پنکھا جھلتا ہوں تو آپ کہتے ہیں ہاتھ میں جان نہیں ہے، تیز جھلتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اڑا دے گا۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہیے تھا کہ حضرت دونوں صورتوں میں معافی چاہتا ہوں، اب درمیانی رفتار سے جھلوں گا مگر وہی بات ہے کہ جب تک خدا عقل نہ دے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ بعد میں انہوں نے اپنے قصور کی خوب تلافی کی اور شیخ نے بھی انہیں معاف فرما دیا اور بہت دین کا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا۔

اور دیکھو! اپنا شیخ تو کیا کسی بھی اللہ والے کا دل نہ دُکھاؤ۔ اپنے شیخ کے علاوہ بھی جو لوگ اللہ والے صاحبِ نسبت ہیں میں نے کبھی ان کا دل بھی نہیں دُکھایا اور اگر دل دُکھانے کا ارادہ بھی نہیں ہے تب بھی اپنی بے وقوفی اور نادانی سے شیخ کو تکلیف مت پہنچاؤ، عقلِ سلیم کے لیے دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے عقلِ سلیم نصیب فرما اور میری عقل پر اپنے فضل کا سایہ نصیب فرما کہ میری وجہ سے میرے شیخ کو اذیت نہ پہنچے کیونکہ عقل سے اللہ کا راستہ نہیں طے ہوتا، فضل سے طے ہوتا ہے، سمجھ گئے! ورنہ عقل ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ شیخ کے دل کو مکدر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا فضل کی ضرورت ہے۔

کام بنتا ہے فضل سے اختؔر　　　فضل کا آسرا لگائے ہیں

اس لیے اللہ سے شیخ کے تکدر سے پناہ مانگتے رہو۔ حکیم الامت نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کڑوی دوا پلانا چاہ رہے تھے اور آپ انکار کر رہے تھے مگر جب آپ کو تھوڑی سی غشی آئی تو دوا پلا دی، بعد میں جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا کہ جس جس نے مجھے کڑوی دوا پلائی تھی اس کو یہ کڑوی دوا پلا دو، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اندیشہ عذاب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اخلاص سے بھی اذیت مت پہنچاؤ، یہ بہت نازک مسئلہ ہے، سوائے اللہ سے پناہ مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں، اللہ ہم سب سے ہمارے بزرگوں کو خوش رکھے اور ان کے بال بال کو دعا گو رکھے اور ان کے تکدر سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

اصلی عاشقِ شیخ

میں جب اپنے شیخ کو خط لکھتا ہوں تو تین دفعہ یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کے پھونک مارتا ہوں کہ میرے کسی لفظ سے میرے شیخ کو ایک اعشاریہ بھی تکدر نہ ہو۔ اصلی عاشق وہ ہے جو اس دعا میں مر رہا ہو کہ یا اللہ! مجھ سے کوئی ایسی حرکت وسکون یا کوئی ایسا قول وفعل نہ ہو جس سے میرے شیخ کو ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ بھی تکدر ہو، یہ اصلی عاشق ہے، پیر دبانے اور دوا پلانے کا نام عشق نہیں ہے، ناراضگی سے بچنے والا زیادہ اعلیٰ درجے کا دوست ہے، جس طرح گناہ سے بچنے والا اللہ کا زیادہ بڑا ولی ہے، ایسے ہی شیخ کو اذیت نہ پہنچانے والا شیخ کا زیادہ دوست ہے۔

یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کے دعا کرو کہ اے اللہ! اپنے ان اسماء کی برکت سے میرے شیخ کے دل میں مجھ کو پیارا بنا دے، اگر بیوی پڑھے گی تو شوہر کی نظر میں پیاری بنے گی اور شوہر پڑھے گا تو بیوی کی نظر میں پیارا بن جائے گا، امام پڑھے گا تو کمیٹی کی نظر میں پیارا ہو جائے گا اور کمیٹی پڑھے گی تو امام تختہ نہیں اُلٹے گا، یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ یہ عجیب نام ہیں، ورنہ سب کچھ ہونے کے باوجود بعض وقت آدمی نگاہ میں کھٹکتا رہتا ہے۔

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

بعض وقت بے ہنر، ناک کی چپٹی بیوی کو شوہر پیار کرتا ہے اور دوسری طرف نہایت حسین بیوی کی پٹائی ہوتی ہے، میرے پاس ایسے کتنے واقعات آئے کہ بیوی نہایت حسین ہے مگر بیچاری ہر وقت مار کھا رہی ہے اور اس کے مقابلے میں کالی کلوٹی

چپٹی ناک والی کو اس کے شوہر کا پیار مل رہا ہے، تو اپنی قابلیت کو مت دیکھو کہ میں تو شیخ کو اتنا آرام پہنچاتا ہوں اور شیخ بلاوجہ مجھ سے ناراض ہے، یہ دیکھو کہ ؎

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

حکیم الامت کا جملہ یاد رکھو کہ جس کو دو چیزیں یعنی اتباعِ سنت اور شیخ کی رضا حاصل ہو پھر اس کے اندھیرے بھی اُجالے ہیں۔ اور جو ہر وقت شیخ کے ساتھ رہنے والے ہیں ان پر زیادہ ذمہ داری ہے کہ میری ذات سے شیخ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ جو چوبیس گھنٹہ شیخ کے ساتھ رہتا ہے اس کی رفاقت میں حَسُنَ بہت ضروری ہے وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیۡقًا میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حَسُنَ کیوں نازل فرمایا؟ اس لئے کہ ساتھ تو رہو مگر رفاقت حسین ہو۔ اس لئے ایک ایک لفظ کو پہلے سوچو پھر بولو، زیادہ بات بھی نہ کرو کہ بعض وقت احمقانہ الفاظ سے شیخ کو اذیت پہنچے گی۔

کوئی کتنا ہی بے قوف ہو اگر وہ اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل میں نور ڈال دے گا، اللہ کا فضل عقل کے ساتھ جب مل جائے گا تو اس کی عقل میں اُجالا آجائے گا اور وہ ہمیشہ اچھا کام کرے گا اور کامیاب ہوجائے گا۔ بعض وقت بے وقوفوں نے اللہ کو راضی کرلیا اور عقلمندوں سے نالائقیاں ہوگئیں۔ بے وقوف نے اپنی نادانی کے باوجود اپنی چھوٹی سی عقل سے اللہ کو اللہ سے مانگ لیا اور عقلمند نے ناز کیا کہ میں تو بہت ہی قابل ہوں اور اس نے نہیں مانگا تو عقل والوں سے ایسی نالائقیاں صادر ہوئیں جس کی حد نہیں۔

حضرت والا کی ایک خاص دعا

میں مسجد میں ہوں اور قسم بھی اٹھا سکتا ہوں کہ میں یہی دعا کرتا ہوں: یا اللہ! میرے شیخ کے بال بال کو میرے لیے دعا گو بنادے اور ان کے قلب میں اختر کو پیارا بنادے۔ کیا کہوں، آج راز کی بات ظاہر کیے دیتا ہوں کہ میں یہ دعا مانگتا ہوں: جتنے حضرت کے مرید ہیں اللہ مجھے سب سے زیادہ پیارا بنا دے، اَحَبُّ الْمُرِیۡدِیۡنَ

بنادے، اَحَبُّ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ بنادے، اَحَبُّ الْخُدَّامِ بنادے۔ ہماری عقل پر یا اللہ! اپنا فضل شامل فرمادے تاکہ ہم اپنے بڑوں کو ہمیشہ خوش رکھیں ؎

اے خدا! جوئیم توفیقِ ادب

اے اللہ! اختر کو میرے احباب کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور میرے احباب کو میرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، بے ادبی، بے وقوفی اور نالائقی سے حفاظت عطا فرما اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے بڑوں کے سامنے اعترافِ قصور اور اعترافِ خطا اور فوراً معافی مانگنے کی توفیق نصیب فرمادے اور اگر مگر کی تاویلات سے حفاظت فرما اور ہم کو اور ہمارے احباب کو ایک سو بیس سال کی عمر دے دے اور خوب خوب سارے عالم میں دین کی محنت اور خدمت اور اپنی محبت کے نشر کے لیے ہم سب کو گروہِ عاشقاں نصیب فرما اور سارے عالم میں پھرا دے اور فضل فرما دے۔ یا اللہ جتنے دشمن ہیں سب کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات مقدر فرمادے۔

رموزِ احکامِ الٰہیہ کے درپے نہ ہوں

کیا کہوں، حاسدوں سے تکلیف تو ہوتی ہے لیکن وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا کی اس آیت سے تسلی ہوتی ہے کہ اللہ نے ہر نبی کے لیے دشمن پیدا کیا مگر یہ جَعَلْنَا میں جو جَعَل ہے اس سے یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ جب ان دشمنوں کو اللہ ہی نے دشمن بنایا ہے تو ان کا کیا قصور ہے؟ تو حکیم الامت نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ جَعَل تشریعی نہیں ہے تکوینی ہے، جیسا کہ اللہ نے سور پیدا کیا وہ پاخانہ کھاتا ہے تو بہت سے تکوینی راز ہیں جن کا سمجھنا ہم پر فرض نہیں ہے، بس ایمان لانا کافی اور ضروری ہے، آخرت میں سب راز منکشف ہوجائیں گے اور پھر ہم کو راز سے کیا مطلب، رُموزِ مملکت کو مالک جانے، اپنی مملکت اور سلطنت کے راز کو بادشاہ جانے، ہمیں تو اپنا انعام لینا ہے، سمو سے پاپڑ کھاؤ، کہاں کی تفتیش کر رہے ہو بس زیادہ رُموز کو سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرو۔

دین کا کوئی مسئلہ یا بزرگوں کی کوئی بات سمجھ نہ آنے پر کیا کرنا چاہئے؟

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جب کوئی بات یا دین کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو میں نہ جاننے والی تھیلی میں اس کو ڈال دیتا ہوں اور بے فکر رہتا ہوں ورنہ ہر وقت کھٹک رہے کہ بھئی اس میں کیا راز ہے، اس میں کیا راز ہے، تو بجائے اللہ کو یاد کرنے کے دل انہی چیزوں میں لگا رہے گا۔

اور فرمایا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سمجھو کہ اور بھی تو کتنی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں سمجھتے، ایک یہ بھی سہی، تو نہ سمجھنے والی تھیلی میں اس کو ڈال دو۔ ایسے ہی فرمایا کہ جب ہمیں اپنے بڑوں کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو وہاں بھی میں یہی کہتا ہوں کہ میرا شیخ جس مقام پر ہے، اللہ سے وہ جو بات سمجھ رہا ہے ہم بہت پیچھے ہیں، ہماری نظر وہاں تک نہیں جا رہی ہے۔ بس ہم یہی سمجھتے ہیں کہ جو میرا شیخ کر رہا ہے سب ٹھیک ہے، ہم خطا پر ہیں، میرا شیخ صواب پر ہے اور یہی راستہ ہے جس پر چلنے سے آپ صاحبِ عطا رہیں گے اور اگر بڑوں کے کیڑے سوچو گے کہ یہاں شیخ چوک گیا، وہاں شیخ چوک گیا، تو پھر سمجھ لو کہ محروم رہو گے۔ بس یہی کہو کہ شیخ جس مقام پر ہیں ہم اس مقام پر نہیں ہیں، وہ جہاں ہے اسے زیادہ نظر آ رہا ہے۔

شیخ کی کوئی بشری خطا نظر آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

اور ایک بات بڑے کام کی ذہن میں آئی جس سے بہت رہنمائی ہوئی، کاش کہ یہ مضمون میرے سارے مریدوں کو پہنچ جائے کہ شیخ سے اگر کبھی کوئی بشری خطا ہو جائے تو فوراً اپنے دل کو سمجھا دو یا آپ سے کوئی کہے کہ آپ کے شیخ میں یہ کمزوری ہے تو یہ کہہ دو کہ وہ بھی انسان ہے، نبی تو نہیں ہے، میں نے شیخ کو نبی نہیں مانا، شیخ کو

ولی مانتا ہوں اور ولی سے خطا ہو سکتی ہے مگر اس کی توبہ بھی اسی مقام سے ہوگی یعنی مقامِ ولایت سے، عوام کی توبہ سے اللہ والوں کی توبہ عظیم ہوتی ہے، جس قدر اشکباری اور دردِ دل سے وہ معافی مانگتے ہیں عوام کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

شیخ کی برائی کرنے والے کا علاج

یہ بات مجھے مولانا شبیر علی صاحب جو حضرت تھانویؒ کے سگے بھتیجے تھے اور حضرت تھانوی کو بڑے ابا کہتے تھے انہوں نے بتائی کہ بعض لوگوں نے حکیم الامت کے خلاف مجھے کہا کہ تمہارے حضرت ایسے ہیں، ویسے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بڑے ابا کو نبی نہیں مانا ہے، ان سے بھی خطا ہو سکتی ہے لیکن سمجھ لو کہ ان کی نیکیاں کتنی ہیں، کروڑوں نیکیاں ہیں، سینکڑوں تصانیف ہیں، رات دن اللہ کی محبت سکھا رہے ہیں لہٰذا اگر کبھی ان سے صدورِ خطا ہو گیا تو اتنا یقین ہے کہ صدورِ خطا کے بعد اللہ والوں کو توفیقِ توبہ بھی زبردست نصیب ہوتی ہے بوجہ ان کی مقبولیت کے، جیسے اپنے پیارے بچوں کو ماں باپ نہلا دُھلا کر صاف کر لیتے ہیں تو اللہ والے اللہ تعالیٰ سے یتیم نہیں ہیں، مولیٰ سے ان کا تعلق ہے لہٰذا مولیٰ ان کو توفیقِ توبہ دے کر پھر پیار کے قابل بنا لیتے ہیں۔ مجھے ان کا یہ جملہ بہت پسند آیا۔ بعضے لوگ میرے شیخ کے بارے میں کہتے ہیں کہ بڑے کڑک ہیں، بہت ڈانٹتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان کو نبی نہیں مانا ہے، پیر بنانے کے لیے خالی ولایت کافی ہے، نبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہیے! کیسا مزیدار مضمون ہے یہ۔ لہٰذا اگر تمہارے شیخ کی کوئی شکایت کرے یا مذاق اڑائے تو اوّل تو اس کے پاس بیٹھو مت

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ .... وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

(سورۃ الانعام، آیت: ۶۸)

وہاں سے اُٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے پیر کی برائی کرتے ہو، آئندہ تم سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا، وہاں سے اُٹھ جانا واجب ہے، حضرت حکیم الامت نے اس آیت کی یہی تفسیر لکھی ہے۔ بس وہاں سے اُٹھ جاؤ کہ میرے سامنے میرے باپ کی شکایت کرتے ہو، شیخ ہمارا روحانی باپ ہے۔ ہمارے لئے اس کی ولایت کافی ہے اور ولی سے صدورِ خطا ممکن ہے مگر توفیقِ توبہ اس کے لیے لازم ہے، جو بھی اللہ کا ولی ہوتا ہے اللہ اس کو توفیقِ توبہ ضرور دیتا ہے، اپنے پیاروں کو کوئی شخص گندا نہیں رکھنا چاہتا۔ کسی کا بچہ گٹر میں گر جائے تو وہ اسے نہلا دھلا کر صاف کرتا ہے یا نہیں؟ تو اللہ بھی اپنے پیاروں کو توفیقِ توبہ دیتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ کو نبی نہیں مانا کہ وہ معصوم ہیں اور ان سے خطا ہو ہی نہیں سکتی، خطا ہو سکتی ہے لیکن تمہاری اگر سو دفعہ غرض ہو وہاں جاؤ ورنہ تم کو جہاں مناسبت ہو وہاں چلے جاؤ، اگر تمہارا بلڈ گروپ نہیں ملتا تو تم کیوں آتے ہو میرے شیخ کے پاس؟ تم دوسری جگہ جاؤ، دوسرا شیخ تلاش کرو، خبردار! جو میرے شیخ کے پاس آئے، جہاں تمہارا بلڈ گروپ ملتا ہو وہاں چلے جاؤ، ہم تمہاری ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتے، ہمارا ذوق تو یہ ہے کہ۔

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے ‏ ‏ مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

بس مجھ کو تو میرا پیر پسند ہے۔

قرار صاحب ہمارے دوست ہیں، ان سے کسی نے کہا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کو غصہ اور جلال بہت آتا ہے، بڑے کڑیل پیر ہیں، انہوں نے کہا اگر وہ کڑیل پیر ہیں تو میرے نفس کا گھوڑا ابھی تو اڑیل ہے، اڑیل گھوڑے کے لیے کڑیل سوار چاہیے۔ اللہ کا شکر ہے، میں تو اپنے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب کو صاحب کرامت سمجھتا ہوں کہ ان کی کرامت سے آج ہم کو یہ عزت حاصل ہے اور حضرت بچپن سے متقی ہیں، بعض لوگ تو بعد میں توبہ کر کے متقی ہوتے ہیں مگر حضرت بچپن ہی سے متقی ہیں۔

ایک دن حضرت اپنے وعظ میں ایک جملہ کہہ گئے کہ بعض علماء ایسے ہیں جن سے

کبھی کوئی گناہ نہیں ہوا، حضرت نے اپنی طرف تو اشارہ نہیں فرمایا لیکن میں سمجھ گیا کہ آج حضرت اپنا راز ظاہر فرما رہے ہیں۔ تو جو متقی ہوتا ہے اسی سے کرامت صادر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل سنئے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ متقی اکرم ہوتا ہے اور اکرم ہی سے کرامت نکلتی ہے۔ تو میں اپنے شیخ کو صاحبِ کرامت سمجھتا ہوں، یہ ان کی کرامت ہی ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء جو بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، ایک بخاری شریف نہ پڑھانے والے کی بات نوٹ کر رہے ہیں اور جب میں کوئی حدیث کی شرح بیان کرتا ہوں تو محدثین کہتے ہیں کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ یہ سن رہے ہیں۔

جس کو اپنے شیخ سے محبت ہو اور اس کی عظمت نہ ہو وہ کیا مرید ہے، وہ نابینا ہے، اس کی آنکھوں میں موتیا ہے، اپنے شیخ کو سارے عالم کے مشائخ سے افضل سمجھو باعتبار افادیت کے کہ میرے لئے میرے حضرت سے بڑا کوئی پیر نہیں۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی مجدد ہیں۔

معترضانہ مزاج والوں کے لئے ہدایت

بعض لوگوں کی عقل اتنی تیز ہوتی ہے، وہ اتنے ذہین ہوتے ہیں اور ان میں اعتراضات کا اتنا مادّہ ہوتا ہے کہ ان کو بزرگوں کی بات بات پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ تو فرض کرلو ان کو دنیا میں کسی شیخ سے مناسبت نہیں ہوتی، ہر شخص میں ان کو کیڑا نظر آتا ہے، تو ایسے لوگوں کے لیے حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایسے لوگ کسی شیخ کے پاس جا کر نہ رہیں، خط و کتابت سے اصلاح کرائیں کیونکہ قریب رہیں گے تو اعتراضات میں مبتلا رہیں گے اور بدگمانی کی وجہ سے شیخ کے فیض سے محروم رہیں گے اور اگر خط و کتابت کے ذریعہ ہی اصلاح کرانے لگیں تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہیں گے مگر یہ شاذ و نادر کا مسئلہ ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی آدمی ایسا ہو جس کی یہ حالت ہو، بہرحال یہ حکیم الامت کی شان ہے کہ ایسے مسئلہ کو بھی حل فرما دیا لیکن میں پناہ چاہتا

ہوں ایسے مزاج سے کہ جس کو کسی شیخ سے مناسبت نہ ہو، اگر مزاج عاشقانہ ہے تو ان شاءاللہ سب کام آسان ہوجائے گا۔ اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اعتراض دو وجہ سے ہوتا ہے، نمبرا: یا تو جاہل ہے، نمبر ۲: یا قلتِ عشق ہے، قلتِ محبت ہے۔

اپنی ناراضگی کو مرید پر ظاہر نہ کرنا شیخ پر حرام ہے

تو شیخ کے معاملے میں ایک جملہ سیکھ لو، جب خطا ہو اور شیخ گرفت کرلے تو فوراً کہو کہ معافی چاہتا ہوں۔ بولو یہ کام آسان ہے یا نہیں؟ یا یہ پرچہ مشکل ہے؟

(احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ بعض وقت احساس نہیں ہوتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ شیخ ہم سے خوش ہیں حالانکہ شیخ کا قلب مکدر ہوتا ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ اور بعض وقت شیخ کے معاف کردینے کے بعد بھی شیطان بہکاتا ہے کہ شیخ نے دل سے معاف نہیں کیا۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) یہ بدگمانی کرنا کہ شیخ ناراض ہے، حرام ہے جب تک کہ وہ مرید پر ظاہر نہ کردے کہ تم سے یہ خطا ہوئی اور میں تم سے ناراض ہوں، یہ شیخ کی ذمہ داری ہے، دل میں ناراضگی رکھنا اور مرید کو آگاہ نہ کرنا، یہ فعل شیخ کے لیے حرام ہے۔

شیخ سے بدگمانی حماقت ہے

(اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت اس کا احساس ہورہا ہے کہ شیخ مجھ سے ناراض ہیں، حضرت میں معافی چاہتا ہوں مجھے اپنی خطا یاد نہیں آئی، اب سوچتا ہوں کہ مجھ سے کیسی غلطی ہوئی۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) یہی آپ کی حماقت ہے، شیخ تو کلیات بیان کررہا ہے کہ جب کبھی خطا ہو تو اس کا اعتراف کرلو بس۔ میں تو مستقبل کے لیے ایک لائحۂ عمل پیش کررہا ہوں اور تم ماضی کی خطاؤں کو یاد کررہے ہو، اللہ سے اپنی عقل پر فضل مانگو، جب شیخ مستقبل کا راستہ بتارہا ہو تو ماضی

کی باتوں کو یاد کرنا یہ بھی حماقت ہے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب شیخ نے خطا معاف کر دی تو پھر اس کا خیال بھی لانا قبر سے مردوں کو اُکھاڑنا ہے۔ آپ بتاؤ! مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کا اکھاڑنا جائز ہے؟ حضرت نے یہ مجھ سے خود فرمایا کہ جب شیخ نے ایک دفعہ معاف کر دیا تو بعد میں جب کبھی شیخ کوئی بات بتائے گا تو سمجھ لو کہ وہ مستقبل کا لائحہ عمل بتا رہا ہے کہ آئندہ مت ستاؤ، آئندہ اپنی عاقبت مت خراب کرو، شیخ مستقبل کے لیے کہتا ہے تا کہ تم پکا ارادہ کر لو اور سوچو کہ شیخ ازراہِ شفقت چاہتا ہے کہ مستقبل میں ہم سے ایسی کوئی غلطی نہ ہو، شیخ مستقبل کے تحفظ کا راستہ بتا رہا ہے اور مرید بے وقوف ماضی کی باتیں سوچ رہا ہے کہ ہم سے کوئی خطا ہوگئی، کیا ہم سے کوئی ناراضگی ہے، یہ بدگمانی حرام ہے، اس سے توبہ کرو۔

ایک صاحب نے میرے شیخ کو لکھا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آج کل آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے لکھا کہ یہ بدگمانی حرام ہے، اگر شیخ ناراض ہوگا تو اسے مرید کو تحریراً یا تقریراً بتانا لازم ہے کہ دیکھو تمہاری اس خطا سے ہم کو تکلیف ہوئی، دل میں تکلیف یا ناراضگی رکھنا شیخ کے لیے حرام ہے، ہاں دشمنوں کے لیے کر سکتا ہے لیکن مرید تو دوست ہوتا ہے، وہ دوستوں سے اپنے غم کو چھپائے گا؟ فوراً کہہ دے گا کہ آج اس بات سے یہ بات ہوئی، مستقبل کے لائحہ عمل کو ماضی کی طرف لے جانا یہ بھی عقل کا فتور ہے اور عقل کی کمی ہے۔

دیکھو شیطان نے کیسا بے وقوف بنایا کہ یہ ماضی کی باتیں سوچ رہے ہیں کہ شاید شیخ ناراض ہے، اگر میں ناراض ہوتا تو تم پر ظاہر کرنا میرا فرض تھا بلکہ بعض وقت میں شیخ پر یہ بھی فرض ہے کہ اگر مرید نہ سمجھ پا رہا ہو تو اس کو بتا دے کہ اس سے یہ خطا ہوئی تا کہ وہ جلدی سے معافی مانگ لے اور اس کا بھی معاملہ بن جائے اور شیخ کا بھی دل صاف ہو جائے۔ اگر میں ناراض ہوتا تو آپ کو فوراً حکم دیتا کہ آپ معافی مانگو لہٰذا یہ سوچنا کہ شیخ کے دل میں میرے لیے ناراضگی ہے لیکن وہ مجھے بتا نہیں رہا ہے یہ بدگمانی بھی

حرام ہے اس سے بھی توبہ کرو، وہ شیخ ہی نہیں ہے جو اپنی روحانی اولاد سے دل میں رنج رکھے اور ظاہر نہ کرے، یہ کوئی شیخ ہے؟ یہ بھی محبت کے خلاف ہے۔

شیخ پر شانِ رحمت کا غلبہ ہونا چاہئے

اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے اور حضرت آدم علیہ السلام کو رَبَّنَا ظَلَمْنَا نہ سکھاتے تو حق تعالیٰ کی رحمت کے خلاف ہوتا کہ نہیں؟ تو ارحم الراحمین کی شان دیکھیے فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات لیے اور اللہ نے انہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَا سکھایا، تو جس طرح اللہ ارحم الراحمین ہے شیخ پر بھی شانِ رحمت کا غلبہ ہونا چاہیے، اس کی ذمہ داری اور فرض ہے کہ اگر کوئی بات اس کو کھٹکے تو مرید پر ظاہر کردے اور اس کو معافی کے لیے مشورہ دے۔ پوچھو میر صاحب سے، جب کبھی ان سے غلطی ہوئی میں نے فوراً ان سے کہا کہ جلدی سے معافی نامہ لکھو تاکہ دل کو صاف کرلیا جائے۔

میں نے تو مستقبل کے لیے اللہ کی ناراضگی اور اپنی تکلیف سے مرید کو بچانے کے لیے اور مرید کو خوش نصیب بنانے کے لیے ایک خاکہ پیش کیا ہے تو اس سے خوش ہونا چاہیے کہ شیخ مجھے مستقبل کے لیے ایک راستہ بتا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اسے ایک خاکہ سمجھے وہ شیخ کی ساری تقریر میں اپنے ماضی کے مردوں کو ہی سوچ رہا ہے کہ چل کر قبرستان کے مردے اکھاڑنے ہیں، جب شیخ معاف کردے تو ماضی کے گناہ کو یاد کرنا بھی حرام ہے۔

میں نے ایک دفعہ اپنے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دو مہینے پہلے ایک خطا ہوگئی تھی، میں نے معافی تو مانگ لی تھی مگر پھر وسوسہ آرہا ہے کہ معافی مانگنی چاہئے، لہٰذا پھر معاف کردیجئے۔ فرمایا کہ دیکھو جب مردہ دفن کردیا جاتا ہے پھر اس کو اکھاڑا نہیں جاتا۔ ایک دفعہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لکھا تھا کہ مجھ کو ڈر لگتا ہے کہ کہیں

آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں تو حضرت نے یہ نہیں لکھا کہ تم مجھ سے بدگمانی کرتے ہو بلکہ یہ لکھا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں، بہت خوش ہوں۔

شیخ سے بدگمانی شیطانی چال ہے

تو ازراہِ شفقت ایک لائحۂ عمل پیش کر رہا ہوں تا کہ میرے احباب مستقبل میں کبھی تکلیف اور ایذا رسانی کا سبب نہ بنیں مگر شیطان دشمن نے ماضی میں لگا دیا، ہم مستقبل پیش کر رہے ہیں شیطان ان کو ماضی میں لگا رہا ہے، کتنا خبیث ہے، کتنا چالاک ہے، کتنا خطرناک ہے کہ شیخ لائحۂ عمل مستقبل کا پیش کر رہا ہے اور شیطان ماضی کے مردوں کو جگا رہا ہے کہ کوئی خطا ہے جو شیخ ہم سے ناراض ہے۔ بدگمانی پیدا کرنا شیطان کا کام ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے ابلیس کے شر سے پناہ مانگو۔

(مولانا یونس پٹیل صاحب نے عرض کیا کہ میر صاحب کی وجہ سے ہمیں کتنے قیمتی سبق ملے تو فرمایا کہ) یہی تو کہہ رہا ہوں کہ شیطان بعض وقت بے موقع وسوسہ ڈالتا ہے حالانکہ شیخ بالکل خوش ہے، اس کے لیے دعائیں مانگ رہا ہے۔ میں میر صاحب کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ جیسے یہاں ساتھ ہیں جنت میں بھی ان کو میرے ساتھ رکھئے، اگرچہ ہم اس قابل نہیں ہیں لیکن آپ کا کرم ہماری قابلیتوں سے بے نیاز ہے، اللہ تعالیٰ اختر کو اور میرے سارے احبابِ عالم کو، حاضرین و غائبین کو اور میری ذُرِّیات کو جنت میں بھی اپنی رحمت اور اپنے کرم سے اکٹھا رکھے تو یہ دعا مانگنا شفقت نہیں ہے؟

یاد رکھو! شیخ چاہتا ہے کہ میرے احباب سے مستقبل میں بھی کوئی خطا نہ ہو، اس کے لیے کچھ اصول و ہدایات کرتا رہتا ہے، اس سے یہ نہ سمجھو کہ ماضی کی باعثِ اذیت خطائیں ان کے دل میں ہیں، یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ شیخ سے بدگمان کرتا ہے کہ شیخ ہم سے ناراض ہے، جب کبھی ایسا وسوسہ آئے شیطان سے کہہ دو

کہ شیخ مجھ سے بہت خوش ہے، اگر ناراض ہوتا تو اس کا اظہار کرنا اس پر واجب ہے، ہمارا شیخ ایسا بے وقوف نہیں ہے، شیخ ہم سے کہہ دیتا کہ ہم تم سے فلاں بات پر ناراض ہیں، شیخ کے لیے دل میں بدگمانی رکھنا حرام ہے جبکہ وہ مرید معافی بھی مانگ لے، جب معافی مانگ لی تو پھر دل میں کیوں رکھے لیکن اندیشۂ صدورِ خطا کی وجہ سے وہ کبھی کبھی مستقبل کے لیے لائحۂ عمل پیش کرتا ہے، اس سے ماضی کی کوئی خطا مت سوچو کہ یہ ماضی کی کسی خطا پر سرزنش ہے، جب معاف کردیا تو معاف کردیا اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ جب تم لَا ذَنْبَ ہو گئے تو پھر دنبہ کیوں بنتے ہو۔

شیطان قلب مومن کو غمگین رکھنا چاہتا ہے

شیخ کی ناراضگی کا خیال شیطان کی طرف سے سخت حجاب ہے، شیطان غم کی بات بلا وجہ دل میں ڈالتا ہے، کبھی خواب میں دِکھا دیتا ہے کہ بیوی بہت بیمار پڑی ہوئی ہے کبھی یہ کہ میرا بیٹا پانی میں ڈوب رہا ہے ایسے میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر تین دفعہ بائیں طرف تھوک دو اور فکر ہی نہ کرو، خوابوں سے کچھ نہیں ہوتا اور شیطان تو ہے ہی دشمن، وہ ایسے وسوسے ڈالتا ہے کہ جس سے بندہ مایوس ہو جائے، مؤمن کو مایوس کرنا، غمزدہ کرنا یہ اس کے مقاصد میں سے ہے، یہ مقاصدِ ابلیس میں داخل ہے، کیسا جملہ ہے یہ؟ وہ چاہتا ہے کچھ نہ ہو تو کم سے کم مومن کے دل کو غمگین ہی کردو، اس کو نہ کوئی بیماری ہے نہ کوئی بلا ہے، عافیت سے سموسے کھا رہا ہے تو کم سے کم دل ہی میں کوئی خیال ڈال کر غمزدہ کردو، دشمن کا کام ہی یہی ہے، اس لیے کبھی قلب کو مایوس نہ ہونے دو، اللہ کی رحمت کا امیدوار رکھو۔

(میر صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ) اگر خدا کی رحمت نہ ہوتی تو آپ میرے ساتھ ہی نہ ہوتے، آپ اسٹیل مل میں یا اور کہیں نوکری کرتے لیکن عقل کا ایک معیار ہے، بعضوں کی عقل بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور ہو جاتی ہے تو عقل کی کمی سے مایوس

مت ہو، یہی سمجھو کہ میری عقل ہی چھوٹی ہے۔ بعض لوگوں کی عقل بچوں جیسی ہوجاتی ہے، بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ دماغ اور عقل بالکل بچوں جیسی ہوجاتی ہے۔

چنانچہ ایک لڑکا تھا وہ کھانا کم کھاتا تھا، اس کا باپ سپاہی تھا تو اس نے کہا کہ تم کھانا پورا کھاؤ، ہم کھانے کا پیسہ یہاں جمع کرتے ہیں تو وہ لڑکا جس کی خوراک تین روٹیوں کی تھی وہ پھر بھی ایک ہی روٹی کھاتا تھا، کسی نے اس سے پوچھا: تم کیوں اتنا کم کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میرے ابا کو زیادہ پیسہ دینا پڑے گا، اس لئے کم کھاتا ہوں، میں اپنے ابا کا پیسہ بچا رہا ہوں تو لوگوں نے کہا کہ تیرے باپ نے تو پورے کھانے کا پیسہ جمع کرادیا ہے مگر اس کی سمجھ میں بات ہی نہیں آتی تھی۔ اللہ سے عقلِ سلیم مانگو اور عقلِ سلیم پر فضلِ عظیم مانگو، ان شاء اللہ سلامت رہو گے۔

اور اللہ سے یہ دعا تو روزانہ کرو کہ یا اللہ میری ذات سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو، چیونٹی کو بھی ہم چلنے میں نہ دبادیں اور سب سے زیادہ میں اپنے محسن، مربی اور شیخ کے لیے آپ سے چاہتا ہوں کہ ان کا دل ہم سے خوش رہے قولاً وفعلاً۔ یہ دعا میں وہ بتا رہا ہوں جو میں اپنے شیخ کے لیے کرتا ہوں کہ یا اللہ میری کسی تحریر سے، کسی عمل سے شیخ کو کبھی کوئی اذیت نہ پہنچے۔ آج یہ راز کی بات بتادی، ابھی تک کسی کو نہیں بتائی تھی، میر صاحب کو بھی نہیں بتائی تھی، آج میں نے یہ راز ظاہر کردیا کہ یا اللہ میرے شیخ کے قلب میں مجھے سب سے زیادہ پیارا بنادے اور یہ دعا گناہ نہیں ہے، جائز ہے۔ یا اللہ! آپ کو ایک لمحہ ناراض کرکے حرام خوشی کو اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اپنے احباب کے لیے جہنم سے زیادہ تکلیف دہ سمجھتا ہے، اے خدا اپنی رحمت سے آپ ہم سب سے خوش ہوجائیے، ہم آپ کی خوشی چاہتے ہیں اور آپ کی ناراضگی سے حفاظت مانگتے ہیں اور اے اللہ ہم سب کی عقل پر اپنے فضل کا سایہ فرما، کیسی پیاری دعا ہے یہ کہ ہم سب کی عقل پر اپنے فضل کا سایہ فرما اور شیخ سے حسنِ ظن دے دے اور شیطان کی بدگمانیوں سے ہمارے قلب کو پاک فرما، آمین۔

سُوْءِ الْقَضَاءِ کی شرح

وَدَرْکِ الشَّقَاءِ کے بعد سُوْءِ الْقَضَاءِ ہے کہ اے اللہ! وہ فیصلے جو میرے لیے مضر ہیں ان سے ہمیں پناہ دے دیجیے، یہاں قضاء مصدر ہے اور جب مصدر پر الف لام داخل ہوجائے تو وہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول دونوں کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر یہاں اسمِ فاعل کے معنی میں لوگے تو کفر کا خطرہ ہے کہ بحیثیت قاضی کے اللہ کے فیصلے پر سُوْء لگا رہے ہو، اگر تم نے سُوْء لگایا تو برائی کی نسبت اللہ کی طرف ہوجائے گی لہٰذا یہاں قضاء اسمِ مفعول کے معنیٰ میں ہے یعنی سُوْءُ الْمُقْضٰی ہے جس کے لیے آپ یہ فیصلہ فرما رہے ہیں اس کے حق میں تو مضر ہے لیکن آپ کا فیصلہ حکیمانہ ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے، اس میں کوئی سُوْء نہیں ہے تو یہاں قضاء مصدر معنیٰ میں اسم مفعول کے ہے یعنی سُوْء کی اضافت بحیثیت اللہ کے قاضی ہونے کے نہیں ہے بلکہ بحیثیت مقضی کے ہے کہ اے اللہ! جو ہمارے لیے مضر فیصلے ہیں ان کو آپ مفید فیصلے سے تبدیل فرما لیجیے۔

مولانا رومی کا یہ جملہ مجھے بہت پسند آیا کہ اے خدا! آپ کا فیصلہ اور آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہے۔ آہ! یہ جملہ اس قدر عارفانہ مقام کی دلالت کرتا ہے جس کی حد نہیں۔ اللہ پر کوئی چیز حکومت کرسکتی ہے؟ لہٰذا جب آپ کی قضاء آپ کی محکوم ہے تو آپ اس قضاء کو کراس (X) کر کے میرے لیے مفید فیصلہ کردیجیے ورنہ جو فیصلہ کرنے کے بعد مجبور ہوجائے وہ خدا کیسا ہے، مخلوق جو کہتی ہے کہ اللہ کا لکھا ٹلتا نہیں ہے تو اسے مخلوق نہیں ٹال سکتی لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ میاں بھی اپنا لکھا نہیں کاٹ سکتے۔

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است

کفر بھی جو اللہ نے پیدا کیا ہے اللہ کی طرف سے وہ حکمت ہے، اب کیا حکمت ہے جنت میں یہ سب راز اللہ ظاہر کردے گا۔ یہاں بس ایمان لاؤ، اللہ ہمیں کفر سے بچادے۔

بعض کفار کے قلوب پر مہر کفر ثبت ہونے کی وجہ

اسی طرح حق تعالیٰ کا یہ فیصلہ جو قرآنِ پاک میں ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (سورۃ النحل، آیت:۱۰۸)

ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، تو یہاں بھی یہی وسوسہ آسکتا ہے کہ بھئی اللہ نے مہر لگا دی تو کسی کافر کے کافر ہونے میں اس کا کیا قصور ہے؟ تو اس کا جواب دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے دیا:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (سورۃ النساء، آیت:۱۵۵)

ان کی بدمعاشیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ انہوں نے اس قدر کفر و بغاوت کیا، نبیوں کو قتل کیا کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر اپنا غضب نازل فرمایا، یہ انزالِ عقوبت ہے، انتقام ہے، یہ غضبِ الٰہی ہے، اِرَادَةُ الْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعُصَاةِ ہے تو اللہ نے خود فرما دیا کہ میں نے ان پر جو مہر لگائی وہ میری وجہ سے نہیں ہے انہی خبیثوں کی وجہ سے ہے، مسلسل کفر کرتے تھے، مانتے ہی نہیں تھے تو بوجہ کفر و سرکشی، اگر اللہ سزا دے تو یہ عین عدل ہے۔

یہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے، فرمایا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دینا کہ ان کو ہدایت نصیب نہ ہو یہ ظلم نہیں ہے کیونکہ یہ مہر بِكُفْرِهِمْ ہے، کیوں کفر کیا تم نے؟ اور کفر بھی کیسا؟ مسلسل، مانتے ہی نہیں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی ہے سب حکمت کے ساتھ ہے، اللہ کا ہر فعل حکیمانہ ہے، کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے، یہی اجمالی ایمان کافی ہے جیسے تقدیر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں بھئی ہماری قسمت میں تو لکھا ہوا تھا کہ میں چوری کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ اگر اللہ نہ لکھتے تو میں چوری نہ کرتا، اللہ نہ لکھتے تو میں زِنا نہ کرتا، سب ان ہی کا لکھا ہوا ہے لہٰذا میں ویسا ہی کر رہا ہوں تو اِس کا جواب میرے شیخ نے دیا کہ تقدیر امرِ الٰہی کا

نام نہیں ہے کہ اللہ تم کو حکم دے کہ زِنا کرو، اللہ اس عیب سے پاک ہے۔ تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا کہ جو تم اپنے ارادوں سے کرنے والے ہو وہ میں نے لکھا ہے، تقدیر نام ہے علمِ الٰہی کا نہ کہ امرِ الٰہی کا کیونکہ اللہ کو تمہارے ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ہے کہ تم نے کیا کیا ہے اور کیا کرو گے؟ جیسے اخبار میں آجائے کہ آج یہاں منڈیلا آئے گا تو اخبار کی وجہ سے وہ تھوڑی آتا ہے اس کے آنے کا جو ارادہ تھا وہ اخبار نے شائع کر دیا، منڈیلا یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھئی چونکہ اخبار میں آگیا ہے اس لیے مجھے آنا پڑا، علمِ الٰہی اور ہے امرِ الٰہی اور ہے، اللہ حکم نہیں دے سکتا کسی برائی کا، وہ پاک ہے، لیکن تم اپنی خباثتِ طبع سے جو گناہ کرنے والے ہو اللہ کو اس کا علم ہے تو اپنے علم کو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا اور پھر یہ بھی ہے کہ علمِ الٰہی میں ہے کہ یہ فلاں وقت میں شراب پیئے گا یا زِنا کرے گا مگر اس کے آگے یہ بھی لکھا رہتا ہے کہ میری توفیق توبہ سے یہ توبہ کر کے جنت میں جائے گا۔

جیسے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حالتِ کفر میں ایک صحابی کو قتل کر دیا تھا، جب یہ صحابی شہید ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں جنت میں جائیں گے، کیسے؟ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے صحابی کو شہید کیا تو وہ صحابی جنت میں گئے اور حضرت عکرمہ بعد میں مسلمان ہو گئے لہٰذا وہ بھی جنت میں جائیں گے، حالانکہ اس وقت حضرت عکرمہ اسلام نہیں لائے تھے لیکن وحیِ الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا فیصلہ معلوم ہو گیا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھئے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو ابوجہل کے بیٹے تھے ان کے مسلمان ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو منع کر دیا کہ تم لوگ اس کے ابا کا نام نہ لینا، یہ نہ کہا کرو کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تاکہ عکرمہ کو شرمندگی نہ ہو کہ میں اتنے بڑے دشمن کا بیٹا ہوں۔ کیا یہ شانِ رحمت نہیں ہے کہ حضرت عکرمہ جب ایمان لانے مدینہ شریف گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان

کو پیار کیا اور صحابہ کو منع کر دیا کہ ان کی نسبت ابوجہل کی طرف مت کرو، یہ مت کہو کہ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے تا کہ ان کو ندامت نہ ہو۔ تو سُوْءِ الْقَضَاءِ کی تشریح ہوگئی۔

شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ کی شرح

آگے ہے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ ایسی حالت نہ ہو کہ دشمن ہنسے کہ بہت بڑے مولوی اور صوفی بنتے تھے اور اگر ایذائے شیخ کی وجہ سے ایک بظاہر عاشقِ شیخ خانقاہ سے نکالا جائے اور ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا جائے تو یہ بھی وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ ہے کہ لوگ کہیں کہ صاحب یہ تو بڑے عاشق بنتے تھے۔ حالانکہ یہ اتنا آسان پرچہ ہے کہ جس کی حد نہیں کہ خطا ہوئی تو کہہ دو کہ معافی چاہتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ سے بچائے، دشمن کے ہنسنے سے بچائے، جیسے ایک شخص ہے جو ہر وقت کہتا ہے کہ بدنظری سے بچو، کسی کالی گوری کو مت دیکھو اور وہی زِنا میں مبتلا ہو جائے نعوذ باللہ تو جتنے لوگوں کو اس نے کہا تھا کہ نظر کی حفاظت کرو وہ کیا کہیں گے کہ میاں ہم لوگوں کو نظر بچانے کی ہدایت کر رہے تھے اور خود نظر سے بھی آگے بڑھ گئے، اللہ بچائے ہر قسم کی رُسوائیوں سے۔

بتاؤ! مدلل تقریر ہوئی یا نہیں؟ ہر ہر لفظ کی شرح کر دی جَهْدِ الْبَلَاءِ کی شرح کی، دَرْكِ الشَّقَاءِ کی شرح کی یعنی بدنصیبی کے پکڑ لینے سے کہ آئندہ کوئی بدنصیبی ہم کو نہ پکڑے اور سُوْءِ الْقَضَاءِ کی شرح کی کہ اے اللہ! ماضی میں اگر آپ نے میری قسمت میں کچھ مضر فیصلہ لکھ رکھا ہو تو اس کو کراس کر کے مفید فیصلے سے تبدیل کر دیجیے، تو ہمارے پیارے نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی اور مستقبل دونوں کی مضرتوں سے بچا لیا، دَرْكِ الشَّقَاءِ سے ہم کو مستقبل کی بدنصیبیوں سے بچایا اور سُوْءِ الْقَضَاءِ سے بھی بچا لیا کہ ماضی میں ہمارے لیے اللہ نے کوئی فیصلہ لکھا ہو اور وہ ہمارے حق میں برا ہو تو اس کو کراس کر دے، سوءِ قضا کو حسنِ قضا سے بدل دے۔

نسبت کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ ایک سوال ہے، کیا خالی صاحب نسبت کی صحبت سے کوئی صاحب نسبت ہوسکتا ہے؟ جواب یہی ہے کہ کسی شیخ کی طرف سے اس کی نسبت کوتسلیم کیا گیا ہو تب وہ معتبر ہے، اپنی طبیعت سے جواپنے کوصاحبِ نسبت سمجھتا ہے اس میں احتمالِ خطرہ ہے کیونکہ بعض وقت میں ملکۂ یادداشت سے آدمی اپنے کوصاحبِ نسبت سمجھتا ہے اسے ہر وقت محسوس ہوتا ہے کہ مجھے اللہ کی حضوری ہے وہ ملکۂ یادداشت ہے، نسبت کے معنیٰ ہیں تعلقِ طرفین، بندے کواللہ سے اور اللہ کوبھی بندے سے تعلق ہو، بعض وقت بندہ اپنے کوصاحبِ نسبت سمجھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رجسٹر میں اس کی ولایت ہے ہی نہیں۔

اس کی مثال میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری شادی ہورہی ہے بادشاہ کی لڑکی سے اور بادشاہ کواس کی خبر بھی نہیں ہے ؎

خانہ داماد پر از شور و شر　　　خانہ دختر نہ بودے زاں خبر

لڑکی والے کو پتہ ہی نہیں ہے ؎

وَقَوْمٌ یَدَّعُوْنَ وِصَالَ لَیْلٰی　　　وَلَیْلٰی لَاتُقِرُّلَھُمْ بِذَاکَ

لیلیٰ کے مجنوں بن رہے ہیں اور لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام ہی نہیں ہے تو نسبت تعلقِ طرفین کا نام ہے یعنی بندے کو اللہ سے تعلق ہو اور اللہ کو بندے سے تعلق ہو۔ اور اگر کسی شیخ نے بتا بھی دیا ہے کہ تم صاحبِ نسبت ہو لیکن اگر نسبتِ متعدیہ حاصل نہیں ہے تو اس سے فیض نہیں ہوگا خود صاحبِ نسبت رہے گا، ولی تو رہے گا مگر ولی ساز نہیں ہوگا، چراغ مدھم ہو تو روشنی تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ نور ہے مگر ٹمٹماتا ہوا ہے، کوئی آدمی چراغ لے کر گیا کہ میں بھی اپنی بتی اس سے لگا کر روشنی لے لوں تو جب بتی ٹچ ہوئی تو وہ روشنی بھی بجھ گئی۔ تو قوی نسبت ہونی چاہیے، خالی منوَّر ہونا کافی نہیں ہے منوِّر ہونا چاہیے۔

حضرت والا کی شرحِ مثنوی پر
حضرت پھولپوری رحمہ اللہ کی قدردانی

ایک مرتبہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری کے پاس دل میں لاکھوں بوتل کا نشہ لیے ہوئے سترہ اٹھارہ میل دور سے پیدل چل کر حاضر ہوا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے قلب میں کچھ مضامین مثنوی مولانا روم کی شرح کے ہیں، وہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں تو حضرت نے قرآن شریف اور مناجات مقبول بغل میں لیا اور خانقاہ آکر ایک تخت پر بیٹھے اور فرمایا سناؤ۔ میں نے چھ بجے شروع کیا تو گیارہ بج گئے، میری تقریر میرے شیخ سنتے رہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، ایسے دردِ دل سے میں نے مثنوی کی شرح پیش کی کہ حضرت روتے رہے، جب گیارہ بج گئے اور میرا مضمون ختم ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کھاؤ گے؟ یعنی حضرت اتنا خوش ہوئے، یہ جملہ معمولی نہیں ہے کہ اختر کیا کھاؤ گے آج، میں نے کہا حضرت جو آپ کھلائیں، حضرت نے فوراً اندر جا کر زور سے فرمایا کہ اختر کے لیے آج آلو ڈال کے طہری (پیلے چاول) پکاؤ۔

آج میں دیکھتا ہوں کہ مجھ پر شیخ کی جو مہربانی تھی، آج شیخ کی غلامی کے صدقے اختر کو یہ سعادت نصیب ہورہی ہے، ابھی بتاؤ کتنی دیر ہوگئی، میں بیمار بھی پڑ گیا تھا، ڈربن میں سارا پروگرام کینسل کرادیا لیکن ؎

مرجاتا ہوں پھر جی جاتا ہوں

یعنی وہاں بالکل مرگیا تھا، ایک دن میں ہی اتنا ضعف ہوا کہ بس، لیکن اللہ تعالیٰ دوبارہ پھر ہمت دے دیتے ہیں، دوبارہ پھر اٹھا دیتے ہیں۔

دیکھو! میرے جتنے مضمون اور وعظ شائع ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے

میر صاحب کو توفیق دے رہا ہے، یہ بعض وقت رات بھر نہیں سوتے، یہ ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے، دعا کرو کہ اللہ اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور ان کو خوب اچھی صحت عطا فرمائے، اللہ مجھ کو بھی، ان کو بھی اور جتنے میرے مضامین ہیں اللہ ان کے ہاتھ اور قلم سے سب محفوظ فرمادے اور صدقۂ جاریہ بنادے اور ان کے قلب میں سکون اور میری ایسی محبت ڈال دے کہ کبھی میری ناراضگی کی بدگمانی کا وسوسہ بھی ان کو نہ آئے۔ مگر اس دعا میں ناغہ نہ کرو کہ یا اللہ میرے شیخ کے دل میں مجھ کو محبوب بنادے اور مجھے ایسی کسی حرکت سے اور الفاظ سے بچا کہ جو میرے شیخ پر ایک اعشاریہ گراں ہو۔

حکیم الامت کی ناراضگی پر خواجہ صاحب کی کیفیت

خواجہ صاحب کو دیکھیے۔ حضرت حکیم الامت ان سے کسی بات پر ناراض ہوگئے، لوگ خواجہ صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے، اب لوگ ان کو سر آنکھوں پر بٹھا رہے ہیں کہ آئیے آئیے خواجہ صاحب۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم کو زیادہ سر آنکھوں پر مت بٹھاؤ، آج کل حضرت ہم سے کچھ ناراض ہیں اور پھر یہ شعر پڑھا۔

بٹھاتے ہیں جو سر آنکھوں پہ سب اس کی خوشی کیا ہو
کسی کے قلبِ نازک پر گراں معلوم ہوتا ہوں

یہی ہم نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے، ہم جو اپنے بزرگوں کے پاس بیٹھتے تھے اور لکھتے تھے آج اللہ نے انہی کے صدقے میں اختر کو یہ دن دکھایا کہ میرے احباب میرے پاس بیٹھے ہیں۔

خدمت شیخ کی برکات

ایک شیخ نے اپنے عظیم الشان محدث شاگرد سے کہا کہ میرے مہمانوں کے گھوڑوں کے لیے گھاس لے آؤ اور گدھوں کو باندھ دو، پہلے زمانے میں گدھوں پر بھی

سواری ہوتی تھی تو اس کے دل میں وسوسہ آیا کہ اللہ نے مجھے اتنا عظیم الشان محدث بنایا ہے اور میرا استاد مجھ سے گھوڑوں کے لیے گھاس منگوا رہا ہے اور گدھوں کو بندھوا رہا ہے۔ شیخ کو کشف ہوگیا، شیخ نے بلایا کہ ادھر آؤ، آج تم میرے مہمانوں کے گدھے باندھ رہے ہو اور ان کے لیے گھاس لا رہے ہو، ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ تمہارے مہمانوں کے گھوڑے باندھنے والے اور گھاس لانے والے تم کو دے گا۔ ملا علی قاری نے لکھا کہ پھر وہ زمانہ آیا کہ یہ بہت بڑے شیخ ہوگئے اور ان کے خادم وہی کام کرنے لگے جو وہ کر رہے تھے۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے شیخ کے سر پر ہمیشہ تیل لگایا، کپڑے دھوئے، حضرت کو نہلانے کے لیے پانی گرم کیا، آج اللہ پاک کی رحمت سے جب لیٹتا ہوں تو دس دس آدمی خدمت کے لیے آجاتے ہیں، مجھے بھگانے پڑتے ہیں کہ بھئی زیادہ تعداد سے جی گھبراتا ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے جنہوں نے میرے شیخ کی خدمت نہیں کی، ان کا علم وغیرہ تو بہت ہے مگر ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں پاتا ہوں لیکن مخدوم بننے کی نیت سے خادم نہ بنو، پیر کو اللہ کے لیے چاہو۔

ایک غیر مخلص مرید کی حکایت

ایک شخص گنگوہ گیا، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا، اللہ اللہ کیا، دس سال کے بعد شکایت کی کہ مجھے کچھ نہیں ملا، آپ نے مجھے خلافت بھی نہیں دی بس اب میں جارہا ہوں تو حضرت نے پوچھا کہ یہاں کس لیے آئے تھے؟ کہا کہ اسی لیے تو آیا تھا کہ کچھ دن خدمت کروں گا، آپ خلافت دیں گے تو میں بھی اپنی پیری مریدی کی دکان کھولوں گا، حضرت نے فرمایا کہ ظالم جبھی تو تجھ کو کچھ نہیں ملا، اگر اللہ کے لیے آتا تو اللہ کو پاجاتا۔

بتاؤ! کیسی کیسی باتیں اس وقت بیان ہوگئیں جو عام مجمع اور وعظوں میں نہیں پاؤ گے، بس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ کی توفیق ہوئی، احباب کی وجہ سے دل خوش ہوجاتا ہے، یہ اللہ پاک کا کرم ہے۔

دنیا ہی میں جنت کا مزہ

بعض وقت ایسا لگتا ہے جیسے میں اس دنیا میں نہیں ہوں، ایسا لگتا ہے کہ میں جنت میں ہوں فَادْخُلِي فِي عِبَادِي جنت میں اللہ کے بہت سے عاشق بیٹھے ہیں اور مزے ہو رہے ہیں، دیکھو وہاں نہ لیٹرین ہے نہ استنجاء لگے گا، نیند بھی نہیں ہے کہ سارا دن سو رہا ہو کیونکہ سویا اور مرا ہوا برابر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ نیند موت کا بھائی ہے تو جب اللہ وہاں موت کو ختم کر دے گا تو موت کے بھائیوں کو بھی نہیں آنے دے گا، وہاں نیند بھی نہیں آئے گی اور نیند آتی ہے تھکاوٹ سے، وہاں تھکاوٹ ہوگی ہی نہیں۔ تو یہ مجمع جو ہے اگر یہ چوبیس گھنٹہ ایسے ہی رہے سونے کی ضرورت ہی نہ پڑے تو کتنا مزہ آئے اس کا اندازہ کرو۔ سبحان اللہ!

جنت میں ہر وقت احباب سے ملاقات رہے گی، بعض احباب دور ہوں گے تو اللہ ان کو ایک سواری دے گا اس کا نام ہے رَف رَف، میرے شیخ فرماتے تھے کہ رَف رَف کو الٹ دو تو فر فر بنے گا، تو وہ سواری فر فر اڑے گی اور سیکنڈوں میں دوستوں تک پہنچا دے گی۔ مثلاً میرا دل چاہے کہ مولانا رومی سے مل لوں کیونکہ مجھے بچپن ہی سے ان سے محبت ہے تو فوراً وہاں پہنچ جاؤں گا، یہ ایک مثال دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اوروں کی محبت مجھے نہیں ہے، آپ بتاؤ ایک ہزار دادا بیٹھے ہوں تو باپ سے جو محبت ہوگی اتنی داداؤں سے ہوگی؟

بچپن ہی سے حضرت والا کی مولانا رومیؒ سے مناسبت

مجھے بچپن ہی سے مولانا رومی سے فیض ہوا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں انہیں کا زیادہ مرید ہوں، انہی کی برکت سے پھر میں نے شیخ پکڑا ورنہ ہم تو پیری مریدی جانتے ہی نہیں تھے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ۔

پیر جویم پیر جویم پیر پیر　　　　من نجویم زیں سپس راہ اثیر

میں آسمان کا راستہ نہیں ڈھونڈوں گا پہلے پیر ڈھونڈوں گا، ایک مصرع میں چار دفع پیر کا نام لیا ''پیر جویم، پیر جویم، پیر پیر'' پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر اور فرمایا۔

پیر باشد نردبانِ آسماں　　　　تیر پراں از کہ گردد از کماں

نردبان کے معنی سیڑھی ہیں یعنی پیر آسمان تک جانے کی سیڑھی ہے اور دلیل اگلے مصرع میں ہے کہ تیر کس کے ذریعے سے اڑتا ہے؟ کمان کے ذریعے۔ اگر کمان میں تیر نہ لگاؤ تو ساری زندگی زمین پہ پڑا رہے گا تو اپنی روحانیت کے اعتبار سے شیخ کمان ہوتا ہے، مریدوں کو اپنی کمان میں چڑھا کر اُڑا دیتا ہے اور آسمان تک پہنچا دیتا ہے۔ تو یہ سب مضمون پڑھنے کے بعد مجھے پیر کی جستجو ہوئی لہٰذا میں کیوں نہ کہوں کہ میرے پیر اوّل مولانا رومی ہیں جنہوں نے ہمیں پیروں تک پہنچایا۔

اب دیکھئے! آپ سے تو کبھی سال میں ایک بار ملاقات ہوجاتی ہے لیکن میر صاحب تو ہمیشہ خانقاہ میں میرے پاس رہتے ہیں ماشاء اللہ، اور تنخواہ بھی نہیں لیتے، یہ خاص بات ہے، ان کا کام اتنا اہم ہے کہ اگر یہ دس ہزار بھی تنخواہ مانگتے تو کم تھا لیکن میر صاحب تنخواہ نہیں لیتے، پیٹ کی روٹی اور جسم کے کپڑے پر میرے پاس ہیں اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان کے مشابہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَزِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی شِبَعِ بَطْنِیْ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اپنی پیٹ کی روٹیوں پر، گو کبھی کبھی پیٹ پر پتھر بھی بندھتا تھا کیونکہ غریبی کا زمانہ تھا مگر صحابہ کے قوی بھی قوی تھے، آج اس زمانے میں کوئی پتھر باندھ لے تو اٹھنے ہی نہیں پائے گا، پتھر باندھے لیٹا رہے گا لیکن الحمدللہ میر صاحب کو پیٹ پر پتھر باندھنے کی

نوبت نہیں آتی، حلوہ باندھے رہتے ہیں، شوگر کی وجہ سے نہیں کھاتے لیکن دستر خوان پر مال ہی مال رہتا ہے۔ کیا تصوف ہے اس زمانے میں کہ صوفیوں کے پیٹ پر حلوے بندھے ہوئے ہیں اور صحابہ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے، کتنا فرق ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اب بندے کمزور ہو چکے ہیں، ہم لوگوں کو ایک دو وقت کھانا نہ ملے تو چلنا مشکل ہے۔

بتاؤ! کیسی مزیدار مجلس ہوئی آج! یہ اللہ کی طرف سے کرم ہے، مولانا یونس کی قسمت ہے کہ یہ رسٹن برگ نہیں آسکے تھے تو اللہ نے آج یہاں کی مجلس عجیب وغریب کردی۔

رجال اللہ کی صحبت سے کتاب اللہ پر عمل کی توفیق ملتی ہے

میں جب مڈل میں پڑھتا تھا تو قصبہ میں جتنے ہل جوتنے والے دیہاتی تھے وہ اکثر کانوں میں انگلی رکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

اللہ اللہ کیا مزہ مرشد کے میخانے میں ہے　　دونوں عالم کا مزہ بس ایک پیمانے میں ہے

تو پہلے ہم سوچتے تھے کہ یہ ایسے ہی گانے والے ہیں لیکن اب واقعی یقین آگیا کہ شیخ بہت بڑی نعمت ہے، ورنہ آدمی کو محض کتابیں پڑھ کر راستہ نہیں ملتا، صراطِ مستقیم کتابوں سے نہیں ہے، اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے ہے، یہ مبدل منہ کا بدل الکل ہے، اب سوال ہوتا ہے کہ جب الصراط المستقیم مبدل منہ ہے اور اللہ والوں کا راستہ مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ ہے تو پھر کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ والوں کے ساتھ جڑ کر سب اللہ والے ہو جائیں، اس کا جواب کیا ہے، بتاؤ؟ کتاب اللہ جو ہے یہ ہمارے لیے عمل کا راستہ ہے اور اہل اللہ ہمیں کتاب پر عمل کرنے کے لیے پٹرول دیتے ہیں، کتاب اللہ روشنی ہے پٹرول نہیں ہے، کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لیے اہل اللہ کی ضرورت ہے تا کہ قوتِ عمل، ہمتِ عمل اور توفیقِ عمل نصیب ہو جائے، اللہ کی محبت نصیب

ہوجائے، محبت بھرا دل نصیب ہوجائے، ان کا دردِ دل، ان کی خشیت اور ان کی محبت ان کے پاس بیٹھنے والوں میں منتقل ہوجاتی ہے۔

تو کتاب اللہ سے ہمیں صراطِ مستقیم اور مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کا پتہ چلا اور تمام احکامِ شریعت کا علم ہوا اور اس کی تفسیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرما دی کہ کتابوں کا وجود بھی ضروری ہے، کتاب اللہ بھی ضروری ہے اور رجال اللہ بھی ضروری ہیں۔ رجال اللہ سے ہم کو کتاب اللہ پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی، جن مولویوں نے شیخ نہیں پکڑا آپ ان کے عمل کو قریب سے دیکھئے، منبر پر نہ دیکھئے کہ دھواں دار تقریر کررہا ہے، آپ ان کی نجی زندگی کو دیکھیں گے تو بہت سی باتوں میں عمل سے محروم پائیں گے، کبھی کالا چشمہ پہن کے بدنظری کریں گے تاکہ کسی کو پتہ نہیں چلے کہ کدھر دیکھتا ہے، بظاہر منہ اِدھر ہے اور دیکھ اُدھر رہا ہے، علم پر عمل اہل اللہ کی صحبت کے بغیر بہت مشکل ہے۔

جن لوگوں کا مجھ سے تعلق نہیں تھا وہ اب تعلق کے بعد مالک کی مہربانی سے بتائیں کہ فرق محسوس ہورہا ہے یا نہیں؟ میرا ابھی یہی حال ہے کہ اگر ہم بزرگوں کو نہ پکڑتے تو جانتے ہی نہیں کہ دین کیا ہے؟ یَعْجُوْزُ لَایَعْجُوْزُ تو کتاب اللہ سے پاجاؤ گے مگر عَجُوْزْ رہو گے یعنی ہمت بڈھی رہے گی، عجوز کے معنی ہیں بڑھیا لیکن اگر اللہ والوں میں رہو گے تو پھر یَعْجُوْزُ لَایَعْجُوْزُ پر شیروں کی طرح عمل کرو گے۔

اختلافِ اَلْسِنہ

اختلافِ رنگ واختلافِ السنہ اللہ کی نشانی ہے تو اس کے لیے جنگ کرنا اور آپس میں لڑنا کہ تم کالے ہو، تم گورے ہو، تم ایسے بولتے ہو، تم ایسے بولتے ہو یہ حماقت ہے۔ اختلافِ رنگ واختلافِ السنہ یہ اللہ کی نشانی ہے، اللہ کی نشانی پر فدا ہوجانا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ تم ایک دوسرے پر فدا

ہوتے آج آپس میں جدا ہو رہے ہو، لڑ رہے ہو تو اِخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ فرمایا اور اس میں كُمْ کا خطاب انسان کو ہے۔

دیکھو! ساری دنیا کے کتے بھونکتے ہیں ان کی آواز میں کوئی فرق نہیں ہے، ساری دنیا کی بلی افریقہ کی ہو یا امریکہ کی میاؤں ہی کرتی ہے، سعودی عرب کی بلی بھی كَيْفَ حَالُكُمْ نہیں کہے گی، جانوروں کی آوازوں میں کہیں اختلاف نہیں ہے کیونکہ اللہ نے انہیں اپنی معرفت کے لیے پیدا نہیں فرمایا، یہ علمِ عظیم ہے، یہ كُمْ اللہ نے تمہارے لیے فرمایا ہے کیونکہ تمہیں اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے تمہارا نشان اختلافِ الوان اور اختلافِ السنہ بنایا اور چونکہ جانوروں کو اپنی معرفت کے لیے نہیں پیدا کیا لہٰذا ان کی زبانوں میں اختلاف نہیں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الصِّحَّۃَ
کی انوکھی شرح

گناہوں سے صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالۡعِفَّۃَ وَالۡاَمَانَۃَ وَحُسۡنَ الۡخُلُقِ وَالرِّضَا بِالۡقَدۡرِ (ادب المفرد، ص: ۱۰۰، رقم الحدیث: ۳۰۷)

اے اللہ! میں آپ سے صحت مانگتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ صحت مرادِ نبوت، مطلوبِ نبوت اور مسئولِ نبوت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مانگنا تمام امت کے لیے تعلیم ہے کہ تم سب اللہ سے صحت مانگو کیونکہ اگر صحت نہ ہوگی تو نہ تم دنیا کے رہو گے نہ آخرت کے اور دین کا کام بھی صحت پر موقوف ہے۔ اس لیے آپ نے صحت کا سوال کیا تاکہ ہم لوگ دین کا کام کر سکیں، اگر بیمار ہوں گے تو دین کا کام کیسے ہوگا۔

حدیث بالا میں الفاظ کے تقدم و تاخر کے اسرارِ عجیبہ

صحت کے فوراً بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عفت کا سوال کیا اور فرمایا وَالۡعِفَّۃَ اور ہمیں پاک دامنی نصیب فرما یعنی بدنظری، بدمعاشی، زِنا، شراب وغیرہ سے محفوظ فرما کیونکہ یہ سب پاک دامنی کے خلاف ہیں۔ الفاظِ نبوت کی ترتیب اور تقدیم و تاخیر میں اسرار ہوتے ہیں۔ صحت کے بعد عفت کی درخواست کیوں سکھائی گئی؟ نبی سفیرِ خدا ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے نبی کی زبانِ مبارک سے کہلا دیا کہ عفت مانگئے تاکہ

میرے بندے عفیف رہیں اور جب عفیف رہیں گے تو صحت مند رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ صحت کا راز عفت اور پاک دامنی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ جو زانی اور بدکار ہوتے ہیں ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

اور عفت کا مدار کس چیز پر ہے؟ وَالْاَمَانَةَ اگر تمہیں امانت حاصل ہے، اگر تمہاری آنکھیں اور تمہارا دل امین ہوگا تو تم عفیف رہ سکو گے یعنی گناہ سے بچ سکو گے اور امانت سے مراد دو قسم کی امانت ہے کہ اس کی آنکھیں بھی امانت دار ہوں اور اس کا قلب بھی امانت دار ہو۔ پس اَمِیْنُ النَّظَرِ بھی رہو اور اَمِیْنُ الْقَلْبِ بھی رہو ورنہ اگر تمہارے اندر امانت نہ رہے گی تو عفت بھی نہ رہے گی۔

جو بدنظری کرے گا یا دل میں گندے گندے خیال لائے گا ایک نہ ایک دن گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ پاک دامن جب رہو گے جب قلب و نظر بچاؤ گے کیونکہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے اور دل میں گندے خیالات پکانا دل کا زِنا ہے اور جب ایک جز زِنا کرے گا تو سارا جسم زِنا میں مبتلا ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ عفت و پاک دامنی امانت پر موقوف ہے۔ پس امانت مانگنا خیانت سے حفاظت مانگنا ہے، یعنی خیانتِ عینیہ سے بھی محفوظ ہو اور خیانتِ صدریہ سے بھی محفوظ ہو۔

لفظ امانت دلیل ہے کہ جو بدنظری کرتا ہے وہ خائن ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے نظروں کی خیانت کو اور جو کچھ تمہارے سینے چھپاتے ہیں۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِهَا خیانت کی ضد امانت ہے، تو لفظ خیانت نازل فرما کر اللہ نے انسانوں کو بتا دیا کہ تمہاری آنکھیں تمہاری ملکیت نہیں ہیں، ہماری امانت ہیں۔ اگر تم ان کے مالک ہوتے تو ہم لفظ خیانت نازل نہ کرتے۔ لفظ خیانت کا نزول بتا رہا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کے مالک نہیں ہو، یہ آنکھیں اللہ نے تم کو بطور امانت کے دی ہیں لہٰذا ان کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال کرنا خیانت ہے۔

تو معلوم ہوا کہ صحت کا مدار عفت پر ہے اور عفت کا مدار امانت پر ہے اور امانت کا مدار کس چیز پر ہے؟ فرماتے ہیں وَحُسْنَ الْخُلُقِ امانت کی بنیاد حسن اخلاق پر ہے اور حُسْنَ الْخُلُق کی تعریف شرح مشکوٰۃ میں ہے مُدَارَاۃُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاۃِ الْحَقِّ اچھے اخلاق اُس کے ہیں جو مخلوق کو خوش کرے لیکن اللہ کے قانون کے تحت۔ جہاں اللہ ناراض ہو پھر مخلوق کو خوش کرنا حرام ہے، تو جو انسان گناہ کرتا ہے مثلاً بدنظری کر کے اپنا دل خوش کرتا ہے اس وقت وہ مداراۃ الخلق تو کرتا ہے لیکن مراعاۃ الحق کو پاش پاش کرتا ہے کیونکہ نظر بازی کرنے والا خود بھی مخلوق ہے اور اس کا دل بھی مخلوق ہے تو بدنظری سے اپنا دل خوش کر کے مداراتِ خلق تو کر رہا ہے لیکن اللہ کے قانون کی رعایت نہیں کر رہا ہے۔ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ کے حکم کو توڑ رہا ہے اور اپنا دل حرام خوشیوں سے جوڑ رہا ہے لہٰذا اچھے اخلاق اس کو حاصل نہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ اخلاق مانگا کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ حسنِ اخلاق دے گا تو مداراتِ خلق کے ساتھ تم کو توفیق مراعاتِ حق بھی دے گا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ معلوم ہوا کہ حسنِ اخلاق کا مدار رضا بالقدر پر ہے کیونکہ حسنِ اخلاق کی توفیق اسی کو ہوگی جو اللہ کے فیصلے پر راضی ہوگا۔ جو اللہ کی قضا وقدر یعنی تقدیر پر راضی نہیں ہوگا وہ حسنِ اخلاق کا حامل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مراعاتِ حق نہیں کرے گا مثلاً کہے گا کہ میری بیوی تو بدصورت ہے اور دوسری عورتیں کیسی اچھی ہیں تو جب یہ تقدیر پر راضی نہ ہوگا تو اپنا دل خوش کرنے کے لیے اللہ کے قانون کو توڑے گا اور اپنے مخلوق دل کو خوش کر کے مراعاتِ خلق کرے گا لیکن مراعاتِ حق کا پاس نہیں کرے گا اور حسنِ خُلق سے محروم ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ حُسنِ خُلق کی بنیاد رضا بالقدر پر ہے۔ جو تقدیر پر راضی رہے گا وہ مداراتِ خلق تو کرے گا مگر مراعاتِ حق کے ساتھ۔ جیسی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی اس پر راضی رہے گا، اپنے مخلوق دل کی مدارات اسی حد تک کرے گا جس حد تک اللہ راضی

ہے، وہ اللہ کوناراض کر کے مخلوق کوخوش نہیں کرے گا، اس کی مداراتِ خلق مراعاتِ حق کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ راضی برضائے حق ہے اس لیے حسنِ اخلاق کا حامل ہوگا۔

مذکورہ دعا کی تشریح باندازِ دگر

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ اس پہلے جملے سے معلوم ہوا کہ تندرستی مرادِ نبوت ہے اور اہم نعمت ہے، صحت نہ ہوتو آدمی امامت، مؤذنی، تدریس، وعظ غرض دین کے کسی کام کے قابل نہیں رہتا تو جب نبی کسی چیز کو مانگے تو چونکہ نبی پوری کائنات میں سب سے اہم ہے تو وہ دعا بھی اہم ہو جاتی ہے لیکن صحت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مانگا جو موقوف علیہ ہے صحت کا وَالْعِفَّۃَ اور ہمیں پاکدامن رکھئے کیونکہ جب آدمی تگڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں بری خواہش زیادہ آتی ہیں۔ ایک مریل ٹائیفائیڈ میں پڑا ہوا ہائے ہائے کر رہا ہے تو اس کی قوتِ مردانگی بھی کمزور ہو جاتی ہے تو صحت میں چونکہ پاکدامنی کو خطرہ تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب ترتیب سے دعا مانگی کہ صحت موقوف ہے پاکدامنی پر کیونکہ زانی اور بدکار کی صحت کثرتِ استمناء اور اخراجِ منی سے خراب ہو جاتی ہے، آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں اور صحت کے بعد بھی پاکدامنی کی ضرورت ہے لیکن پاکدامن رہنا موقوف ہے اَلْاَمَانَۃَ پر کہ آنکھ بھی امین رہے اور دل بھی امین رہے تو کبھی زِنا نہیں ہوسکتا، جتنے خبیث اعمال ہوئے ہیں آنکھوں کی اور دل کی خیانت سے ہوئے ہیں۔

اَللّٰہُمَّ وَاقِیَۃً

کی وجد آفرین تشریح

دیکھوایک حدیث ہے:

اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ (مسندابی یعلی، ج:۹،ص:۳۹۶،رقم الحدیث:۵۵۲۷)

تمام کتابوں میں اس کی شرح پڑھ لو اس کے بعد اختر سے اس کی شرح سنو پھر معلوم ہوگا کہ اللہ پاک کا اس بندے پر کس قدر فضل ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ کیا ہے کہ اللہ میری حفاظت فرمایئے جیسے ماں چھوٹے دودھ پیتے بچے کی حفاظت کرتی ہے اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً اے اللہ حفاظت فرما، واؤ الف قاف یا ہیں یہاں عین نہیں ہے واقعہ نہیں ہے، واقیہ کا مصدر ہے الوقایۃ یعنی حفاظت کرنا۔ اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً آپ ہماری حفاظت فرمایئے کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ جیسے ماں چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ جب ماں دیکھتی ہے کہ میرا بچہ پیشاب کی نالی میں انگلی ڈالنے والا ہے اور اس کے بعد چاٹنے والا ہے تو دوڑ کر وہاں سے کھینچ لیتی ہے اور اس کی انگلی دُھلا دیتی ہے۔ تو اگر ہم بھی کسی گناہ کی نالی کی طرف بڑھیں اور گندی نالی میں جا کر پیشاب پاخانے کے مقام میں گھسنے لگیں تو اے اللہ آپ بھی ماں کی طرح ہمیں وہاں سے کھینچ لیجئے اور جو کچھ ہمارے گندگی لگ چکی ہے توفیقِ توبہ سے اس سے ہم کو پاک صاف کر لیجئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی کہ اللہ پاک سے اس طرح دعا کرو اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ اے اللہ! میری حفاظت فرما جیسے ماں چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے اور اس سوال کا حق ہم کو یوں ہے کہ ماں کی رحمت کے آپ خالق ہیں تو جب ماں ہمارا خیال

کرتی ہے تو آپ تو ماں کی ممتا اور محبت اور شفقت اور رحمت کے خالق ہیں اس لیے ہم کو اس کا بدرجہ اولیٰ حق حاصل ہے کہ ہم آپ سے یہ سوال کریں۔ تو ماں چھوٹے بچے کے لیے کیا کام کرتی ہے؟ اب اس کی شرح سنئے جو شاید کہیں نہیں پاؤ گے۔

جب ماں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا بچہ مٹی کھاتا ہے۔ بچوں کو مٹی کھانے کا شوق کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور ابھی پیدا ہوئے ہیں، مٹی سے پیدائش کا زمانہ بھی قریب ہے تو جب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں تو مٹی سے رغبت نہیں ہوگی؟ اب جیسے جیسے پیدائش کا زمانہ دور ہوگا بڑے ہوں گے تو اپنے تخلیقی مادے مٹی سے بُعد کی وجہ سے ذوقِ مٹی کم ہو جائے گا تو یہ چھوٹے بچے اکثر مٹی چاٹ لیتے ہیں اور مٹی جگر کے لیے مضر ہے تو ماں شفقتاً ماسی سے پونچا لگواتی ہے۔ یہ لفظ ماسی جو ہے مشیٰ یمشی سے ہے ماشی یعنی چل کے آتی ہے، تو ماں اس لیے پونچا لگواتی ہے تاکہ بچہ مٹی نہ چاٹ لے، یہ ماں کی محبت کی ایک شکل ہوئی۔

اب اگر ماں کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرے بچے نے چوری چھپے کہیں سے مٹی کھالی تو وہ حلق تک انگلی ڈالتی ہے اور مٹی صاف کرتی ہے، یہ دو شکلیں ہوگئیں۔ تیسری شکل یہ ہے کہ مٹی حلق سے نیچے پہنچ گئی تو پھر ڈاکٹر سے جلاب دلواتی ہے کہ یہ مٹی کھا چکا ہے، کوئی گولی دے دو تاکہ دست آجائیں اور مٹی نکل جائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو پیار کرتے ہیں اس کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ اسبابِ گناہ اس سے دور فرما دیتے ہیں، اس کے گردو پیش کسی معشوق کو نہیں رہنے دیتے، معشوقوں کا قریب رہنا اور ان کو ہر وقت چپٹانا یہ دلیل ہے کہ یہ شخص حق تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اگر اس نے معشوق کے چماچاٹی کرلی تو اسے توفیقِ توبہ دے کر حرام نظروں سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، اشکبار آنکھوں سے اس کے گندے اور فاسد مادّے نکال دیتے ہیں جیسے بچہ جب زیادہ مٹی کھالے تو ماں ڈاکٹر سے جلاب دلواتی ہے تو قلب کے اندر جو گناہ گھس گئے تھے، حق سبحانہٗ و

تعالیٰ اسے دو رکعت توبہ کی توفیق دیتے ہیں اور اشکبار آنکھوں سے اس گند کو نکالتے ہیں، ان آنسوؤں سے عشقِ مجازی کی جو حرام خوشی تھی وہ نکل گئی۔ اب اگر اس کے خون کے ذرّے ذرّے میں گناہ کی ظلمت اور زِنا اور بدکاری کی بدفعلیاں گھس گئیں تو پھر آپریشن ہوتا ہے، جیسے ڈاکٹر پیٹ پھاڑتا ہے اور بچہ کے جگر سے مٹی نکالتا ہے ورنہ جگر خراب ہوجائے گا تو ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کسی بیماری مثلاً بخار میں مبتلا کردیتے ہیں اور سارے جسم سے اس کا زہریلا مادّہ نکال دیتے ہیں، سر سے پیر تک بخار ہوتا ہے، جسم کا کوئی ذرّہ ایسا نہیں جہاں بخار کا اثر نہ ہو، جب بخار چڑھتا ہے تو سر سے پیر تک جہاں جسم چھوؤ گے گرم ملے گا، تو اللہ تعالیٰ کسی گناہ کے بدلے میں اسے کسی بیماری میں مبتلا کردیتے ہیں جیسے تیز بخار آگیا اس کے بعد پھر آئندہ مٹی نہ کھائے گا اور ذوق بدل جائے گا، پھر اس کو کسی اللہ والے کے پاس بھیجتے ہیں، اس کے دل میں اولیاء اللہ کی محبت ڈالتے ہیں تو جب وہ شیخ کی دینی مجلسوں میں بیٹھتا ہے تو اس کو فرشتوں کی صحبت عطا کرتے ہیں۔ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ملائکہ کی پاکیزہ صحبت اس کا ذوق تبدیل کرتی ہے وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اس کو ڈھانپ لیتے ہیں جب رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں تو نفسِ امارہ کے شر سے اس کو تحفظ دیتے ہیں کیونکہ امارہ کا استثنیٰ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ہے کہ جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا نفسِ امارہ اس کو گناہ میں مبتلا نہیں کرسکتا تو یہ نیک مجلسوں میں بیٹھتا ہے، صوفیاء اور سالکین اور اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا ہے وہاں اور بھی صوفی ہوتے ہیں، اس رحمت کی برکت سے نفسِ امارہ کا استثنیٰ اس کو مل جاتا ہے، اللہ کا استثنیٰ مل جاتا ہے، یہ خالقِ نفسِ امارہ کا استثنیٰ ہے۔

وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ دینی مجلسوں میں اللہ اسے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت کی کیا مثال ہے؟ جیسے ماں بچے کو گود میں لیتی ہے پھر اس کو دوپٹے سے چھپاتی ہے پھر اپنی ٹھوڑی کو اس کے سر پر رکھ لیتی ہے ہر طرح سے چھپا لیتی ہے کہ کوئی اس کا ظاہر نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی سر سے پیر تک اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیتے ہیں

اعضاء سے گناہ نہ ہو اور اپنی رحمت کی ٹھنڈی اپنے بندے کے سر پر رکھ دیتے ہیں اس کو اپنے سے چپکا لیتے ہیں اور حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ سے صحبت ملائکہ عطا فرماتے ہیں جن کے اندر مادّۂ معصیت ہی نہیں ہے تو جب اس پر ملائکہ کا عکس پڑتا ہے تو اس کے اخلاق میں پاکیزہ ذوق پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی خباثت اور گراؤنڈ فلور میں گھسنے کی عادت ختم ہو جاتی ہے کہ انسان ہو کر تم کہاں جا رہے ہو؟ ایسی جگہ دل لگانا اللہ کے دوستوں کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ پاک ہے، اس کے دوستوں کے نصیب میں یہ نہیں ہے، یہ نصیبِ دشمناں ہے، نصیب کافراں ہے نصیبِ محروماں ہے، نصیبِ قومِ مُعذ باں ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تھا یا نہیں؟ تو جو فعل نصیبِ دشمناں ہو، نصیبِ قومِ مُعذّ باں ہو اور نصیبِ ملعوناں ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی کہ اللہ لعنت کرے اس قوم پر جو قومِ لوط کا عمل کرتی ہے، تو صحبتِ ملائکہ سے ان کے اس ذوقِ خبیث کو شفا نصیب ہوگی، سلامتی پیدا ہوگی، ملائکہ پاک ہیں، معصوم ہیں تو حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ فرشتے دینی مجالس کو گھیرے ہوئے ہیں، جب فرشتے گھیرے ہوئے ہیں تو فرشتوں کے اخلاق منتقل نہیں ہوں گے؟ اور پھر وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ کی رحمت کے سائے نے جو ان کو ڈھانپ لیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کا استثنیٰ اس کو مل جائے گا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ اللہ کا استثنیٰ غلط نہیں ہو سکتا تو اللہ کی رحمت کے سائے میں جو ہوگا وہ پاک نہیں ہوگا؟ وہ صاف نہیں ہوگا؟ وہ ولی اللہ نہیں ہوگا؟ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ اور اللہ والوں کے پاس جب جاؤ گے تو تمہارے قلب پر سکینہ نازل ہوگا یعنی آپ گنہگار زندگی کی پریشانیوں کو سکون سے مبدل پاؤ گے۔

یَامَالِكُ، یَاکَرِیْمُ، یَامُغْنِیْ، یَاصَمَدُ کے وِرد کے فوائد

اس کے بعد ایک اور اضافہ کر لیجئے اور کبھی کبھی یہ چار نام یَامَالِكُ یَاكَرِيْمُ يَامُغْنِیْ یَاصَمَدُ بھی ملا لیا کیجئے اور یہی خاص وِرد ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا۔

یَامَالِکُ کی شرح

یَامَالِکُ کہنے سے کیا ملے گا؟ یَامَالِکُ کہہ کر آپ نے اپنی مملوکیت کو تسلیم کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ میرا بندہ مجھے مالک سمجھتا ہے اور اپنی مملوکیت کا اعتراف کررہا ہے کہ میں آپ کا مملوک ہوں، آپ کے علاوہ میں کسی کا نہیں، اپنے آپ کا بھی نہیں، اپنے نفس کا بھی نہیں، ان حسینوں کا بھی نہیں، یہ ہمارا کمینہ پن ہے کہ ہم نفس کی بات مان کر حرام مزہ لیتے ہیں، ٹیڈیوں اور ٹیڈوں کو دیکھتے ہیں اور نفس کے آگے یہ سوال بھی نہیں رکھتے کہ تو اللہ کا بندہ ہے یا نہیں اور میں تیرا بندہ ہوں یا اللہ کا بندہ ہوں؟

جب تو بھی اللہ کا بندہ ہے اور میں بھی اللہ کا بندہ ہوں تو میں تیری مانوں یا اللہ کی؟ اس لیے بھی نظر بچانا فرض ہے کہ ہم اللہ کے ہیں ہماری آنکھ ہماری نہیں ہے، یہ امانت ہے، ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ جہاں چاہیں آنکھ کو استعمال کریں، دلیل یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ ہے۔

خیانت کا لفظ قرآنِ پاک میں نازل فرما کر بتادیا کہ یہ آنکھ تمہاری نہیں، تمہارے پاس ہماری امانت ہے، خیانت کا لفظ بتارہا ہے کہ یہ امانت ہے لہٰذا میری امانت کو خیانت میں کیوں استعمال کرتے ہو، کیوں عورتوں کو دیکھتے ہو؟

لہٰذا نامحرم عورتوں کو مت دیکھو۔ تو یَامَالِکُ کہنے سے اپنی مملوکیت کا احساس ہوگا یَامَالِکُ کہنے سے کوئی ہم ان کے مملوک تھوڑی ہوئے ہم تو اُن کی ملکیت میں ہیں ہی لیکن یَامَالِکُ کہہ کر ہم اقراری مملوک ہوجائیں گے کہ ہم نے اللہ کی مالکیت اور اپنی مملوکیت کو تسلیم کرلیا اور ہماری ملکیت اعترافی واقراری ہوگئی اور ہر مالک اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے، تو یَامَالِکُ کہنے سے ہر بلا سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

یَاکَرِیْمُ کی شرح

جو یَاکَرِیْمُ کا ورد رکھے گا، نالائقی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم نہیں رہے گا۔ یا کریم کے چار معنیٰ ہیں:

(۱)...........اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَةِ، جو ہمارے گنہگار ہونے کے باوجود ہم کو محروم نہ فرمائے۔

(۲)...... اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَةٍ وَّ لَا سُؤَالٍ جو بغیر مانگے بھی دے دے، جیسے بچے بعض اوقات سردی میں کانپ رہے ہیں لیکن ابا سے نہیں کہتے کہ سویٹر لاؤ مگر آپ لاتے ہیں کہ نہیں؟ تو کیا ابا کی رحمت اللہ کی رحمت سے بڑی ہو جائے گی؟ کتنی حاجات کو سوال کے بغیر پورا کرتا ہے۔ جب بغیر سوال کے ابا دیتا ہے تو بغیر سوال کے ہمارا ربا بھی ہماری ہزاروں حاجات پوری کرتا ہے مگر بچہ چھوٹا ہے، نادان ہے، وہ سوال کا مزہ نہیں جانتا۔ اللہ نے اپنے بندوں کو مانگنے کا مزہ بھی عطا فرمایا کہ بچوں کی نقل مت کرنا کہ ربا خود ہی دے دیں گے، ہم خود دے سکتے ہیں مگر تم مانگنے کی نعمت سے محروم رہو گے۔ مانگنے کا مزہ الگ ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عام مسلمان جب اللہ سے مانگتا ہے تو اس کا مقصد ہوتا ہے کہ میرا کام بن جائے لیکن اللہ والے جب مانگتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ اسی بہانے سے مجھے آپ سے گفتگو اور بات چیت کا موقع مل رہا ہے۔

از دعا نبود مرادِ عاشقاں   جز سخن گفتن بہ آں شیریں دہاں

عاشقوں کی مراد دعا سے کیا ہوتی ہے؟ کہ اس میٹھے میٹھے نادیدہ لب والے اللہ سے گفتگو کا موقع ملتا ہے، اس لیے اللہ سے مانگنا سنت ہے۔

(۳)......کریم کی تیسری تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ جو بے حد اور بے پایاں عطا فرما دے اور اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اس کو خوف نہ ہو۔

(۴)............ اور کریم کی چوتھی تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ جو ہماری امیدوں سے زیادہ ہم کو دے۔ ہم مانگیں ایک لاکھ، دے دے دس لاکھ۔ جیسے کسی نے ایک سخی بادشاہ سے ایک بوتل شہد مانگا تو اس نے ایک مشک دے دیا، نوکر نے کہا کہ حضور! یہ تو ایک بوتل مانگ رہا ہے اور آپ نے ایک مشک دے دیا، کہا کہ اس نے مانگا اپنی قابلیت سے اور میں نے دیا اپنی قابلیت سے ہے۔ اسی طرح اللہ کے راستہ میں اصلی سخی وہ ہے کہ دین کے کام کے لیے اگر کسی مہتمم کو ایک لاکھ رین (Ran) کی ضرورت ہو، تو دس لاکھ دے دے اور شکر گذار ہو کہ میرے صدقہ جاریہ کا سامان ہو گیا، مرنے کے بعد تو سب چھوڑ کر چلا جاؤں گا، کچھ کام نہ آئے گا۔

اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ ... کی تشریح

جو اللہ کے راستے میں دے، تو سمجھ لو کہ دیا تو اللہ نے ہے لیکن اس کو ذریعہ بنایا ہے دلیل کیا ہے؟ حدیث پاکِ کی یہ دعا ہے اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ اے اللہ! جو آپ دینا چاہیں گے اس کو کوئی روک نہیں سکتا تو جب کوئی اللہ کے راستہ میں دے، تو مہتمم کو اس کو تین دعائیں دینا چاہئیں،

نمبر ۱: أجَرَكَ اللّٰهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَ جو تو نے دیا اللہ اس کو قبول کر کے تجھے ثواب دے۔

نمبر ۲: وَ جَعَلَهٗ لَكَ طَهُوْرًا اور اس خرچ کو اللہ قبول کر کے تیرا دل پاک کر دے، تیرے دل کی پاکی اور تزکیہ کا سبب بنا دے، تجھے اللہ والا بنا دے۔ نمبر ۳: وَ بَارَكَ لَكَ فِيْمَا أَبْقَيْتَ اللہ برکت دے تیرے بقیہ مال میں۔ یہ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔

میں نے جب اپنے شیخ کے یہاں یہ بیان کیا، تو میرے شیخ نے دفتر کے ایک عالم کو بلایا جو دفتر میں منشی ہیں کہ جلدی سے اس کو نوٹ کر لو۔ یہ تفسیر روح المعانی میں موجود ہے اور قرآنِ پاک سے اس دعا کو ثابت کیا ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً کے ذیل میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صحابہ کا صدقہ

قبول کیجیے تُطَهِّرُهُمْ بِهَا وَ تُزَكِّيهِمْ اس سے ان کی طہارت اور تزکیہ فرمائیے۔ معلوم ہوا کہ مال خرچ کرنے سے اصلاحِ نفس کا زبردست ربط ہے اور مولوی بھی اللہ کے راستہ میں مال دے سکتا ہے خواہ تھوڑا ہی سہی۔

میرے شیخ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں فرمایا کہ تم تین ہزار تنخواہ پاتے ہو تو کیا پانچ روپے بھی چندہ نہیں دے سکتے ہو؟ صرف چندہ مانگنا ہی جانتے، ہو دینا کیوں نہیں جانتے؟ پانچ روپیہ دو تمہارا بھی حصہ لگ جائے گا۔ اس لیے مولوی کو بھی اللہ کے راستہ میں دینا چاہیے۔ مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے مولویو! ہر وقت چائے پی کر جزاک اللہ کہہ دیتے ہو کبھی تم بھی تو پلایا کرو۔ تو یہ بتادیا کہ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ کا ہی تصور رکھو کوئی نہ دے تو اس کی غیبت نہ کرو یہ کہو اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ اس پر مانع کی تجلی ہوئی اِس لیے یہ نہیں دے رہا ہے اور اُس پر مُعطی کی تجلی ہوئی تبھی اس کو دینے کی توفیق ہوگئی، دونوں زیرِ سایہ تجلی ہیں، جس کے دل میں ہمت نہیں آرہی ہے کنجوسی آگئی تو یہ اسمِ مانع کا مظہر ہے اور جو دے رہا ہے وہ اسمِ مُعطی کا مظہر ہے، مہتمم کو دونوں تجلی دیکھنا چاہیے اور شکایت نہیں کرنا چاہیے، اس کے اِستحضار سے دل پھر سکون سے رہے گا، غم نہیں رہے گا، کسی سے شکایت نہیں ہوگی لیکن اللہ سے پناہ مانگو کہ اللہ ہمارے اوپر اسم مانع کی تجلی نہ کر، اسمِ معطی کی تجلی نازل فرما، توفیق عطا فرما، سلطنت دینے کا ایمان عطا فرما کہ اگر سلطنت ہوتی تو اللہ پر قربان کردیتا۔

ڈھاکہ کے ایک بڑے رئیس نے کہا کہ ایک مہینہ تمہارے ساتھ افریقہ میں رہا تو اللہ کی رحمت سے ایسا ایمان عطا ہوگیا ہے کہ اگر سلطنت ہوتی تو اللہ پر فدا کردیتا۔ آپ سوچیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خونِ نبوت دین پر بہا یا نہیں؟ تو کیا تمہارا مال نبی کے خون سے افضل ہے؟ ارے مال دے کر اللہ کا شکر ادا کرو کہ آپ کا کرم و مہربانی ہے کہ آپ نے توفیق دی کیونکہ آپ کے دین پر، آپ کی ذات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک طائف کے بازار میں اور اُحد کے دامن میں بہا ہے اور

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی قیمت نہ آسمان دے سکتا ہے اور نہ زمین دے سکتی ہے اور نہ سارا عالم دے سکتا ہے۔

میرا ایک ہی بیٹا ہے ماشاء اللہ، مجھے سہولت تھی کہ میں اس کو امریکہ میں ڈاکٹر یا انجینئر بنا سکتا تھا۔ میرے ایک پیر بھائی تھے نواب خاندان سے، حیدرآباد سندھ میں رہتے تھے، انہوں نے کہا کہ اپنے بیٹے کو امریکہ بھیج دو۔ اشارہ اس میں کیا تھا کہ ہم خرچہ دیں گے لیکن میں نے کہا کہ نہیں میرا ایک ہی بیٹا ہے، میں کعبہ شریف میں اللہ کے گھر کا غلاف پکڑ کر دعا کر چکا ہوں کہ اے اللہ! آپ نے ایک بیٹا دیا ہے اس کو دین کے لیے قبول فرما۔ اس لیے میں اس کو امریکہ نہیں بھیجوں گا۔ امریکہ والے آج میرے بیٹے کے پیر دبا رہے ہیں، بڑی تعداد میں علماء ان سے مرید ہو رہے ہیں، لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے اور ان کو بھی اس کا کوئی پچھتاوا نہیں ہے کہ مجھے ابا نے کیوں انجینئر یا ڈاکٹر نہیں بنایا بلکہ خوش ہیں، شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ اللہ نے علمِ دین کی دولت عطا فرمائی۔ تو یَا مَالِکُ، یَا کَرِیْمُ کی شرح ہو گئی۔

یَا مُغْنِیُ کی شرح

اب آگے ہے یَا مُغْنِیُ اے غنی اور مالدار کرنے والے! یہاں مالداری کے تین معنیٰ ہیں:

(۱)............ہمارے دل کو حسینوں سے مستغنی کر دے، خواہ مخواہ لالچ میں پاگل کی طرح ہم نہ رہیں، دل میں بس مولیٰ رہے، یَا مُغْنِیُ کے معنیٰ ہیں اے غنی کرنے والے، اے مستغنی کرنے والے غیر اللہ سے! یہ ایک تعریف ہو گئی۔

(۲)............دنیا بھی اتنی دے کہ ہمارے پاس مال و دولت رہے، غریبی نہ آئے، کسی کے محتاج نہ ہوں، ہاتھ میں مال ہو، کسی کا قرضہ نہ ہو۔

(۳)............ہم کو نیکیوں کا مالدار بنا دے یعنی ہمارے نفس کو ثواب سے غنی

کردے، عبادت کے انوار جمع کرنے کی توفیق دے کہ خوب ہم اللہ کو یاد کریں تا کہ ہم آخرت کے بھی رئیس و امیر ہوں۔

یَاصَمَدُ کی شرح

یَاصَمَدُ کی تشریح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ، صمد وہ ہے جو سارے عالم سے بے نیاز ہو وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ اور سارا عالم اس کا محتاج ہو۔ اس اسمِ مبارک کی برکت سے مرتے دم تک محتاج نہیں ہو گے، اپنی بیوی سے بھی نہیں کہو گے کہ ذرا لیٹرین تک لے چلو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ مخلوق کے محتاج نہیں ہو گے، شانِ صمدیت سے اتنا حصہ مل جائے گا کہ ہم پورے عالم سے مستغنی رہیں گے۔

صمد کے معنیٰ سمجھنے کے لیے یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ سمجھنا ضروری ہیں، یَاذَاالْجَلَالِ اَیْ یَاصَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ جو سارے عالم سے بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو۔ یہ تفسیر روح المعانی پیش کر رہا ہوں، محنت سے کمایا ہوا اپنا مال آپ کو مفت میں دے رہا ہوں، بہت سے علماء نے تفسیر روح المعانی خریدی لیکن کہا کہ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا، ایک جنگل معلوم ہوتا ہے۔ ایک عالم نے بنگلہ دیش میں بھی کہا کہ میں نے روح المعانی لالچ میں خریدی مگر کچھ پلے نہیں پڑا، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا، اتنا لمبا مضمون ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر خاص فضل فرمایا کہ سمندر میں جہاں موتی تھا وہیں میرا ہاتھ پڑتا تھا۔ میرے دماغ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں ساری روح المعانی پڑھتا۔ بس دیکھتا رہا جہاں کوئی خاص بات ہوتی فوراً میرا دماغ لے لیتا تو یَاذَاالْجَلَالِ کے معنیٰ ہیں یَاصَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ یعنی اے اللہ آپ مکمل مستغنی اور بے نیاز ہیں آپ سوچیں کہ یَاذَاالْجَلَالِ کے یہ معنی ذہن میں آسکتے تھے؟ زیادہ سے زیادہ آپ کہتے کہ جلالت والا، شان و عظمت والا لیکن معنیٰ یہ ہیں کہ یَاصَاحِبَ

اَلْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ۔ وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ دیکھو کیسے پیارے ہیں اَیْ یَاصَاحِبَ الْفَیْضِ الْعَامِ دیکھئے! دونوں ناموں میں ایک خاص ربط ہے کہ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ بھئی یہ تو بڑے مُسْتَغْنِیُ الْمِزَاجِ ہیں کسی کی پرواہ نہیں کرتے، کسی کی ضرورت پوری نہیں کرتے، یہاں اس کا خدشہ تھا کہ ذُو الْجَلَالِ سے میرے بندے کہیں میری رحمت سے ناامید نہ ہوجائیں اس لیے وَالْاِکْرَامِ فرما کراس خطرہ کوزائل فرمادیا کہ میں سارے عالم سے بے نیاز توہوں لیکن وَالْاِکْرَامِ بھی ہوں یعنی صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ بھی ہوں کہ سارے عالم پر میرا فیض عام ہے، سارے عالم پر رحمت کی بارش کرتا ہوں اور علامہ آلوسی نے تفسیر میں قافیہ بھی کیسا ملایا کہ وَالْاِکْرَامِ یعنی صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ جس کا فیض، بخشش اور مہربانی سارے عالم پر ہے، دشمنوں کافروں کو بھی روٹی دے رہا ہے کیونکہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، یہاں کچھ دن کھاپی لولیکن تم مجرم ہو کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُجْرِمُوْنَ ان کا فیض اتنا عام ہے کہ یہاں وہ مجرموں، خبیثوں، نالائقوں کو بھی غذا دیتے ہیں۔ اللہ کے چار ناموں کی شرح ہوگئی، وقتاً فوقتاً ان کا وِرد رکھیں، ان شاء اللہ نفع عظیم ہوگا۔

خلافت کی شرائط

اگر ایک میل تک پانی نہیں ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ مٹی سے تیمم کرلو اور نماز پڑھ لو۔ تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا خلیفہ مٹی کو کیوں بنایا؟ اس کا جواب اللہ پاک نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ پانی سے قریب تر کرہ، کرۂ ارض ہے، یعنی مٹی پانی سے قریب ہے، دوسرے مٹی میں تواضع ہے کوئی اس پر چل رہا ہے، کوئی پیشاب کررہا ہے بے چاری کچھ نہیں بولتی۔ معلوم ہوا کہ خلافت کے لیے دو شرائط ضروری ہیں: قریب ہو اور تواضع ہو نفس میں تکبر اور اکڑفوں نہ ہو، جس کے دل میں جب تک یہ دو صفات نہ ہوں وہ خلافت کے قابل نہیں۔

بارانِ غیبی کا کوئی وقت معین نہیں

کیا آپ لوگ سوچ سکتے تھے کہ میں آج اتنی دیر تک بیٹھوں گا؟ میں خود نہیں سوچ سکتا تھا کہ آج اتنی دیر ہو جائے گی۔ بارش کا اندازہ زمین والا نہیں کر سکتا، آسمان والا جانتا ہے کہ ہمیں کتنا پانی برسانا ہے۔ زمین والے سوچیں گے کہ بادل تو بہت ہیں، کبھی کالے کالے بادلوں سے امید کرتے ہیں۔

لیکن ایک قطرہ بھی نہیں برستا، ہوا ان کو اُڑا کے لے جاتی ہے اور کہیں بادل ایسے ہی آتے ہیں جو کالے بھی نہیں ہوتے، لوگ سمجھتے ہیں آج تو بارش ہونا مشکل ہے لیکن اللہ انہیں بادلوں سے موسلا دھار بارش برسا دیتے ہیں۔ اتنی دیر تک میں بولتا نہیں ہوں مگر کبھی کبھی۔ اللہ نے مدد کر دی اور میری کمزوری بھی دور کر دی، وہ جب چاہیں کمزور کو شہزور کر دیں اور شہزور کو کمزور کر دیں، اللہ نے اپنی رحمت سے توانائی بخش دی، اس میں کسی کی قسمت بھی کارفرما ہوتی ہے۔ بعض لوگ صاحبِ مقدر ہوتے ہیں، ان کے آنے سے بھی مضامین کی آمد ہو جاتی ہے۔ اس میں پتہ نہیں کون ہے قسمت والا، اب ہر شخص سمجھے کہ ہماری ہی قسمت سے بارش ہوئی ہے، اللہ سے نیک گمان رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن اعلان ہو کہ ایک ہی شخص جنت میں جائے گا تو میں یہ سمجھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک ہی آدمی دوزخ میں جائے گا تو مجھے یہ خوف ہو گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں۔ تو اللہ کی رحمت سے امید رکھو۔

خوشبوئے تھانہ بھون

ماضی کو سوچتا ہوں تو آج وہ لوگ بھی مجھ پر فدا ہیں جو مجھے خاطر میں نہیں لاتے تھے، کیوں مولانا بتاؤ! اب بڑے بڑے علماء میرے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہیں اور

بڑے بڑے علماء حیران ہیں کہ بھئی اختر سے بڑے بڑے علماء کیوں مرید ہو رہے ہیں؟ مولانا تقی عثمانی کا قول ہے کہ مولانا ہدایت اللہ پورے ایشیا میں سب سے بڑے محدث تھے اور وہ میرے بڑوں کی موجودگی میں مجھ سے بیعت ہوئے۔ بلڈ گروپ کی بات ہے۔ محمد علی کلے کا بلڈ نہیں ملا اور مل گیا تو ایک کمزور آدمی کا بلڈ مل گیا اس کو چڑھوالیا تو فائدہ ہو جائے گا۔ محمد علی کلے کے خون سے اس کو فائدہ نہ ہوگا۔ مولانا ہدایت اللہ دو سال تھانہ بھون میں رہے۔

حضرت حکیم الامت ان سے اپنے خطوط کے جواب لکھواتے تھے۔ اور مولانا محمد علی چاند پوری جو شیخ الحدیث تھے وہ بھی مجھ ہی سے بیعت ہوئے اور وہ بھی حکیم الامت سے بیعت تھے۔ تھانہ بھون جایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اختر سے مجھے خوشبوئے تھانہ بھون ملتی ہے۔ یہ سب کرامت ہے میرے تینوں دریاؤں کی دریائے الٰہ آباد، دریائے پھولپور اور دریائے ہردوئی کی۔

جب ایک دریا میں دوسرا دریا ملتا ہے تو پاٹ چوڑا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جہاں تین دریا جمع ہوں، اس کا پاٹ کتنا چوڑا ہوگا۔ اس لیے میرے ہاٹ پاٹ کی قدر کرو، ان شاء اللہ ٹھاٹ باٹ پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میرے شیخ نے الحمدللہ میری تقریر کا نام بریانی رکھا ہے۔

بنگلہ دیش میں میرے شیخ حضرت ہردوئی کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے ان کو فوراً اٹھایا اور فرمایا کہ جاؤ! اختر کا بیان ہو رہا ہے اب وہ تم لوگوں کو بریانی کھلائیں گے، میری تقریر کا نام میرے شیخ نے بریانی رکھا، یہ ان ہی بزرگوں کی کرامت ہے۔ ان بزرگوں کا کٹ آؤٹ نہ ہوتا تو یہ بجلی کہاں سے آتی؟

شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ کرنا چاہئے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ کا انتقال ہو گیا اب قبر سے مجھ کو فیض آرہا ہے

میں نے کہا کہ اگر ایک ہوائی جہاز پر دیکھو کہ پائلٹ کی سیٹ خالی ہے اور پائلٹ مر گیا ہے اور قبر سے ہوائی جہاز اڑا رہا ہے، قبر سے پائلٹ کا فیض آرہا ہے تو اس جہاز میں بیٹھو گے؟ یا زندہ پائلٹ دیکھو گے؟

اسی طرح زندہ شیخ اختیار کرو۔ اور جو شیخِ اوّل کے بعد دوسرا شیخ کرے گا اس کو ڈبل اجر ملے گا يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا اس آیت سے یہ استدلال مجھے اللہ پاک نے نصیب کیا کہ جو لوگ دو پیغمبروں پر ایمان لائے، ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا اور اس پر دوبارہ ایمان لائے ان کے لیے دوگنا اجر ہے، یہ آیت یہودیوں کے لیے ہے کہ تم یہودی تھے، اب تم میرے آخری پیغمبر پر ایمان لاؤ تو ڈبل اجر ملے گا۔ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا سے دوسرے شیخ سے تعلق پر استدلال شاید ہی کہیں پاؤ گے۔ شاید اس علم میں اللہ نے مجھے خاص کیا ہے۔

وضو کے بعد کی مسنون دُعا اور اس کے اسرار

وضو کے بعد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھنے کے بعد مسنون دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

(سنن الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب فی ما یقال بعد الوضوء، ج:۱،ص: ۱۸)

یعنی اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں بنادے، ندامتِ قلب عطا فرمادے اور مجھے پاکی عطا فرمادے۔

محدثِ عظیم ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ وضو میں ہاتھ پیر دھونا ہمارے اختیار میں تھا لیکن دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھا کر اپنی اُمت کے دل کی پاکی کا سامان فرمادیا کہ اللہ میاں سے کہو کہ اے اللہ جہاں تک ہمارے ہاتھ پہنچ گئے وہ اعضا ہم نے دھو لیے، منہ دھولیا، ہاتھ پاؤں دھولیے، لیکن دل تک ہماری رسائی نہیں ہے، ہم اپنا دل پاک نہیں کرسکتے کیونکہ دل تک آپ ہی کا ہاتھ پہنچا ہوا ہے لہٰذا آپ ہمیں توابین بنا کر ہمارے قلب کو غیر اللہ سے پاک فرمادیجیے تاکہ ہم سب گناہوں سے پاک ہوجائیں کیونکہ اصلی طہارت اور پاکی گناہوں سے پاک ہونا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں فَاِنَّ حَقِیْقَةَ الطَّهَارَةِ طَهَارَةُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْیَارِ غیر اللہ کی گندگی سے پاک ہونا اصلی طہارت ہے کیونکہ جہاں مردہ لیٹا رہتا ہے وہاں آپ بھی رہنا پسند نہیں کرتے چاہے آپ کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر باپ بھی مرجائے تو جلدی سے غسل دے کر قبرستان

پہنچاتے ہیں تا کہ دیر نہ ہوجائے۔ بس جہاں کوئی مردہ ہو آپ وہاں رہنا پسند نہیں کرتے، آپ وہاں کھانا نہیں کھا سکتے کہ قے ہوجائے گی۔ آپ کا مزاج تو اتنا لطیف ہے جبکہ آپ لطیف نہیں عبداللطیف ہیں، لطیف تو اللہ تعالیٰ ہے، آپ تو لطیف کے بندے ہیں۔ آپ کے مزاج میں جب اتنی لطافت ہے کہ مردوں کو، گندگی، غلاظت اور بدبو کو برداشت نہیں کرسکتے تو جن کے دل میں مردے ہوں، غیر اللہ ہو، مرنے والوں کا عشق ہو اللہ تعالیٰ ایسے گندے دل میں آنا کیسے پسند فرمائیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کلمہ میں لا الٰہ کو مقدم فرمایا کہ تم الا اللہ چاہتے ہو تو پہلے لا الٰہ کرو، پہلے غیر اللہ کو نکالو، دل کو پاک کرو تب مجھے مہمان بناؤ، ایسے گندے دل میں جہاں غیر اللہ گھسے ہوئے ہوں تم ہم کو کیسے مہمان بنا سکتے ہو؟ اپنے دل میں تو تم غیر اللہ کے مردے بھرے ہوئے ہو، مرنے والے لونڈے اور لونڈیوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہو تو پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ مجھے اللہ مل جائے، تم کیسے مجھے یاد کرتے ہو جبکہ حسینوں کی یاد دل میں بسائے ہوئے ہو۔ غیروں کو دل سے نکالو تب مجھے پاؤ گے۔

عمرہ کے لئے ایک خاص دعا کا تحفہ مع شرح

کچھ لوگ عمرے کا ارادہ رکھتے ہیں تو عمرے سے متعلق بخاری شریف کی ایک دعا سکھاتا ہوں کہ جب آدمی کسی بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو بادشاہ کے جو قریبی ہیں ان سے پوچھتا ہے کہ بادشاہ کے لیے ہم کیا تحفہ لے جائیں کہ بادشاہ مجھ سے خوش ہوجائے؟ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے مزاجِ مبارک کو اتنا جانتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جانتے، پوری کائنات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مزاجِ الوہیت، خدائیت، معبودیت مسجودیت اور ربوبیت کو سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ اُمت کو مغفرت کیسے ملے؟ یہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون جانتا ہے تو جب کعبہ شریف میں پہنچیں تو اور سب دعائیں جتنی کتابوں میں ہیں پڑھیے مگر

ایک دعا اختر سکھا رہا ہے، وہ ایسا تحفہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تحفہ اللہ کو پیارا ہے، محبوب ہے۔ وہ کیا ہے؟ اللہ کو اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنا زبردست محبوب عمل ہے لہٰذا اس دعا کو یاد کرلیجئے۔ جب مقامِ ابراہیم پر دو رکعت پڑھو تو اللہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جیسا موقع ہو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات)

عَفُوٌّ کے معنیٰ کیا ہیں اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ آپ بہت معافی دینے والے ہیں، یہ خالی جملہ خبریہ نہیں ہے اس میں انشائیہ چھپا ہے کہ آپ بہت معافی دینے والے ہیں یعنی آج آپ ہم کو محروم نہ کیجئے ہم کو معاف کردیجئے اور آپ کریم بھی ہیں کہ نالائقوں کو بھی اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے، جو لائق اور اچھے لوگوں پر مہربانی کرے وہ کریم نہیں ہے بلکہ جو نالائق ہو اور رحمت اور کرم کا مستحق نہ ہو، بالکل ہی محروم ہو، نہایت کمینہ ہو، معافی کے قابل نہ ہو اس کو جو معاف کردے وہ کریم ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (سورۃ التوبۃ)

اللہ نے مومن کا نفس خرید لیا اور نفس امارہ بالسوء ہے، اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے مومن کا دل خرید لیا، مومن کی روح خرید لی کیونکہ مومن کا دل اور روح اچھے ہیں کیونکہ ان میں کلمہ ہے، بدمعاشی تو یہ نفس کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کرم سے تمہارا عیب دار مال خریدا ہے بے عیب سودے سے، ہم نے اس کے بدلے میں جنت دی بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ لَا عَیْبَ فِیْھَا میں نے تمہارے امارہ بالسوء اور گندے نفس کو جو ہر وقت گناہ کرتا ہے کس کے بدلے میں خریدا؟ بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ لَا عَیْبَ فِیْھَا اس جنت کے بدلے میں جس میں کوئی عیب نہیں ہے، اے میرے بندو! میں نے تمہارے عیب دار مال کو خریدا بے عیب سے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ کریم ہے، جب مارکیٹ میں کسی کا سودا خراب ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے لگتا ہے، بازار ختم ہونے

والا ہوتا ہے تو آدمی روتا ہے کہ آہ میرا سودا تو نہیں بک رہا، اس میں خرابی ہے تو جب کوئی کریم شخص دیکھتا ہے کہ یہ بیچارہ غمگین ہے تو وہ اس کا خراب سودا خرید لیتا ہے تو اللہ نے ہمارے خراب نفس کو خرید لیا، یہ اللہ کے کریم ہونے کی دلیل ہے۔

تو بخاری شریف کی حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہو اے اللہ آپ بہت معافی دینے والے ہیں اور نالائقوں کو بھی اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتے تُحِبُّ الْعَفْوَ یعنی اَنْتَ تُحِبُّ ظُھُوْرَ صِفَۃِ الْعَفْوِ عَلٰی عِبَادِکَ یعنی آپ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے کو بہت پیارا اور بہت محبوب رکھتے ہیں جیسے کوئی کہے کہ اس کو فش یعنی مچھلی کا شکار بہت پسند ہے، کانٹا لگائے بیٹھا ہوا ہے، مچھلی پھنسے نہ پھنسے اُلو کی طرح بیٹھا رہتا ہے، دس دس گھنٹہ بیٹھا رہتا ہے چاہے ایک فش بھی نہ ملے مگر اس کو مزہ آتا ہے۔ ایسے ہی کسی کو ہرن کا شکار پسند ہے، ہرن کے پیچھے دس دس میل تک دوڑتے ہیں پسینے پسینے ہو جاتے ہیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتا دیا کہ اے میری امت کے گنہگار لوگو! اللہ تعالیٰ کو بھی ایک شکار بہت پسند ہے وہ ہے گنہگاروں کے گناہ کو معاف کر دینا تُحِبُّ الْعَفْوَ آپ معافی دینے کو بہت محبوب رکھتے ہیں اَیْ اَنْتَ تُحِبُّ ظُھُوْرَ صِفَۃِ الْعَفْوِ عَلٰی عِبَادِکَ جب بندوں کے گناہوں کو معاف کرنا آپ کو بہت پسند ہے، آپ کو یہ عمل بہت اچھا لگتا ہے، بہت پیارا لگتا ہے تو ہم اپنے اپنے ملکوں سے گناہوں کا ذخیرہ لائے ہیں تو آپ ہم کو معاف کر کے اپنا پیارا اور محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجئے، آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا، محبوب شکار ہو جائے گا اور ہمارا بیڑہ پار ہو جائے گا کہ ہم لوگ معافی پا جائیں گے۔

بتاؤ! اللہ تعالیٰ کے اس مزاج کو کس نے بتایا؟ دنیا میں اللہ کو سب سے زیادہ پہچاننے والے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گنہگاروں کو بتا دیا کہ جہاں بھی رہو چاہے جوہانسبرگ میں رہو، چاہے دبئی میں رہو کہیں بھی رہو یہ دعا جاری رکھو تا کہ اللہ اپنے محبوب عمل کو تمہارے اس جملے سے جو میں سکھا رہا ہوں اور میں وہی سکھا رہا ہوں

جس پر اللہ کو پیار آجائے، میں رحمۃ للعٰلمین ہوں اور اللہ ارحم الراحمین ہے، مجھ سے بڑھ کر تم کو خدا کی رحمت دِلانے والا کون ہوگا؟ لہٰذا ہم تمہیں یہ دعا سکھا رہے ہیں کہ جب تم اللہ کے دربار میں عمرہ کرنے جاؤ تو ہم سے پوچھ لو، بخاری شریف سے معلوم کرلو، وہ ہماری ہی کتاب ہے کہ اللہ کے پاس کیا تحفہ لے جانا چاہیے۔

بعض لوگ اپنے شیخ کے پاس جاتے ہیں تو شیخ کے مریدوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی میرا شیخ کیا پسند کرتا ہے؟ کوئی بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو پوچھتا ہے کہ بھئی منڈیلا کے پاس جارہے ہیں اس کو کیا پسند ہے؟ سنڈیلا کا لڈو تو نہیں پسند کرتا۔ لکھنؤ کے پاس سنڈیلا ایک شہر ہے وہاں کا لڈو مشہور ہے اور جیسے ہی ریل وہاں پہنچتی ہے تو آواز لگتی ہے کہ سنڈیلا کے لڈو، سنڈیلا کے لڈو۔ تو منڈیلا سے جا کر کہو کہ منڈیلا کے لیے سنڈیلا کا لڈو لایا ہوں تو منڈیلا ہنسے گا یا نہیں؟

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ دنیا کے بادشاہ اللہ کے سامنے کچھ نہیں ہیں، وہاں جا کے بادشاہ بھی بھیک منگا بن جاتا ہے، کسی مسلم ملک کا بادشاہ بیت اللہ جائے گا تو بتاؤ ہاتھ اٹھا کے بھیک مانگے گا یا نہیں؟ روئے گا یا نہیں تو یہ جو میں نے دعا سکھائی یہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی کہ یہ تحفہ اللہ کے پاس لے جاؤ، اللہ اس تحفے کو بہت پسند کرتا ہے کہ تم اللہ سے یہ کہہ دو کہ میں آپ کے لیے اپنے گناہوں کا تحفہ لایا ہوں، گناہوں کا ذخیرہ لایا ہوں اور آپ کے رسول نے ہمیں بتا دیا کہ جب آپ گناہ معاف کرتے ہیں تو آپ خوش ہوجاتے ہیں، تُحِبُّ الْعَفْوَ آپ کو معافی دینا بہت محبوب عمل ہے فَاعْفُ عَنِّیْ تو دیر نہ کیجئے، اپنے اس محبوب عمل کو جاری فرمادیجئے، یہاں فائے تعقیبیہ ہے، محبوب کام میں کوئی دیر کرتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں کہ جب آپ کا بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنا پیارا عمل ہے تو اے خدا پیارے عمل میں دیر نہ کیجئے فَاعْفُ عَنِّیْ جلدی سے ہم کو معاف کردیجئے اور اپنا شکار کرلیجئے۔ بتاؤ! شکار میں جب مچھلی آجاتی ہے تو آدمی دیر کرتا ہے؟

فوراً کانٹا اٹھالیتا ہے تو ہم اپنے اپنے ملکوں سے اپنے اپنے گناہوں کو لے کے آئے ہیں تو آپ فوراً اپنی رحمت وکرم کا کانٹا ڈال کر اپنا محبوب عمل جاری کر دیجیے، آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا، آپ خوش ہو جائیں گے اور ہمارا بیڑہ پار ہو جائے گا۔

یہ دعا جس کو یاد نہ ہو وہ یاد کر لے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں، کریم ہیں، نالائقوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں، جو معافی کے قابل نہیں ہے اس کو بھی معاف کر دیتے ہیں اور معافی دینے کے عمل سے آپ بہت خوش ہوتے ہیں، یہ عمل آپ کو زبردست محبوب ہے، محبوب کے معنیٰ ہیں پیارا تو جب معاف کرنا آپ کا پیارا عمل ہے تو اس پیارے عمل کو کرنے میں آپ ایک سیکنڈ دیر نہ کیجیے۔ فَاعْفُ عَنِّیْ میں فائے تعقیبیہ ہے یعنی ہمیں جلدی سے معاف کر کے آپ اپنا محبوب اور پیارا عمل کر لیجیے اور ہمارا کام بنا دیجیے کیونکہ ہم معاف ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی نعمت نہیں ہے۔

بتاؤ! عمرہ کرنے والوں کے لیے اختر نے یہ عظیم تحفہ پیش کیا یا نہیں؟ کوئی بادشاہ سے ملنے جا رہا ہو اور کوئی کان میں بتا دے کہ بادشاہ کو یہ پسند ہے تو وہ خوش ہو جائے گا یا نہیں؟ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آپ کے کانوں میں ڈال دیا۔ یہ دعا یہاں بھی مانگو، ساری دنیا میں مانگو مگر جب اللہ کے یہاں، بادشاہ کے یہاں کعبہ شریف جاؤ تو وہاں یہ دعا ضرور مانگو تا کہ اللہ تعالیٰ اپنا محبوب عمل ہم پر کر لے اور ہمارا بیڑہ پار ہو جائے۔ جو غیر عالم ہیں علماء دین ان کو لکھ کے دے دیں، یہ دعا پرچہ پر لکھ کر یاد کر لو۔ جو بھی عمرہ کرنے جانے والا ہو اس کو یہ دعا ترجمہ کر کے دے دینا۔ میں نے آج آپ لوگوں کو عظیم الشان تحفہ دے دیا، بخاری شریف کی یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمودہ ہے۔

اب دعا کرو کہ اللہ عمل کی توفیق دے، اللہ ہم سب کو دونوں جہان میں خوش رکھے، ہر غم، ہر فکر، ہر دُکھ، ہر پریشانی سے بچائے۔ اللہ ہر وقت خوشیاں دکھا، اپنے دوستوں

میں جینا نصیب فرما اور اپنی رضا کے اعمال نصیب فرما اور جس بات سے آپ ناخوش ہوتے ہیں ہم اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے ان اعمال سے آپ کی پناہ کی بھیک مانگتے ہیں۔ اختر اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے یہ دعا مانگتا ہے کہ ہم آپ کو ایک سیکنڈ ناراض کر کے کوئی حرام لذت دل میں کشید کر کے غیر شریفانہ اور کمینے پن اور بے غیرتی کا ثبوت پیش نہ کریں کیونکہ آپ ہمارے مولیٰ ہیں، آپ ہمیں شریف بندہ بنا دیجئے، گناہوں سے گندا بندہ نہ بننے دیجئے، ہم سب کو شریف اور اپنے پیار کے قابل بنا دیجئے، ہماری صورت اور سیرت اور عمل اپنے پیار کے قابل بنا دیجئے، بہت مبارک ہے وہ بندہ اللہ جس کو پیار کرے، کتنا قسمت والا ہے وہ، کتنی اونچی قسمت اور تقدیر ہے اس کی جس کو اللہ پیار کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے کام سے بچائے جس سے ہم اللہ کے پیار سے محروم ہو جائیں اور ہماری زندگی لعنت میں مبتلا ہو جائے۔ بس نظر بازی سے حفاظت پر جان کی بازی لگا دو، نظر بازی مت کرو چاہے جان چلی جائے تو اللہ پر جان دے دو، اللہ کے نام پر اختر یہ اپیل کرتا ہے کہ لومڑی مت بنے رہو، اب موت کا وقت قریب ہے خاص کر جن کے بال سفید ہو چکے ؎

نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

معلوم نہیں اللہ کب بلا لے اور نظر بازی سے کچھ ملتا بھی نہیں سوائے گدھے پن اور کتے پن کے، یہ حماقت اور بے وقوفی ہے، ایسا شخص انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہوتا ہے۔ بتاؤ! دیکھنے سے کوئی چیز مل جاتی ہے؟ ایسی حماقت اور گدھے پن سے توبہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حیا عطا کرے، اللہ ہم سب کو باحیا بنا دے، باخدا بنا دے، باوفا بنا دے۔ آمین

وضو کے بعد کی دعا میں حکمت

ارشاد فرمایا کہ توبہ نام ہے دل کی پاکی کا، توبہ دل کا غسل ہے اس سے قلب دھل جاتا ہے صاف ہو جاتا ہے، پانی سے تو جسم پاک ہوتا ہے لیکن چونکہ دل تک ہمارا

ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اس لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ظاہری اعضا دھولو اور وضو ہو جائے تو درود شریف پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھو اور یہ دعا پڑھو اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین "یا اللہ مجھ کو توبہ کرنے والوں میں شامل کر لیجئے اور پاک ہونے والوں میں شامل کر لیجئے"۔

یہ دعا بتارہی ہے کہ ہم کو ولی اللہ بننے کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھا دی کہ توبہ اور پاکی اولیاء اللہ کی خاصیت ہے چونکہ جسم کی پاکی اور جسم کا دھونا تو ہمارے اختیار میں تھا۔ لہٰذا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر اختیاری غسل کا انتظام فرمادیا کہ جو تمہارے اختیار میں ہے اس کو کرو اور اعضا وضو کو دھولو اور جو اختیار میں نہیں ہے اس کو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ جسم تک تو ہمارا ہاتھ پہنچ سکتا تھا وہ ہم نے کر لیا لیکن دل تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا پس ہمارے دل کو آپ پاک فرما دیجئے اور توبہ کی تینوں قسموں کو شامل کر لو' ظاہری گناہ سے توبہ' غفلت کی زندگی سے توبہ اور دل کو بھی اللہ سے غافل مت ہونے دو۔ (معارف ربانی)

ہر شر سے بچنے کا وظیفہ

بسم اللہ شریف کے ساتھ تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف' تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس صبح فجر کے اور شام مغرب کے بعد پڑھیں تو ان شاء اللہ کسی جادو کا اثر نہیں ہوگا۔ یہاں سنا ہے عیسائی لوگ جادو کرادیتے ہیں' ہندوؤں سے بھی لوگ جادو کرادیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو تینوں قل تین تین مرتبہ صبح شام پڑھے گا تو یہ وظیفہ تمہارے لئے ہر شے کیلئے کافی ہے ۔تکفیل من کل شی اس کی شرح محدثین نے کی ہے۔

ای تکفیل من کل شر وتکفیل من کل ورد یعنی جتنے وظیفے پڑھتے ہو اگر کسی دن کچھ نہ پڑھ سکو تو یہی پڑھ لو' یہ کافی ہو جائے گا اور ہر شر یعنی جادو شیاطین

وغیرہ سے ان شاء اللہ حفاظت رہے گی اور چلتے پھرتے یااللہ یارحمن یا رحیم پڑھتے رہیں، کبھی کبھی یا کریم بھی پڑھ لیا کریں۔ان شاء اللہ یا کریم کی برکت سے نالائق بھی مہربانی سے محروم نہیں رہے گا۔(معارف ربانی)

استقامت کیلئے دو اہم وظیفے

دین پر استقامت کیلئے دو وظیفے نہایت اہم ہیں۔

نمبر ا- لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیجئے اور اول آخر درود شریف صلی اللہ علی النبی الامی اور دعا کرلو کہ اے خدا! اس کی برکت سے مجھے نیک عمل کی توفیق دے دے اور گناہ چھوڑنے کی ہمت دے دے۔

نمبر ۲- اللھم ارحمنی بترل المعاصی۔ اے اللہ! ہم پر اپنی خاص رحمت نازل کردے جس سے ہم گناہ چھوڑ دیں۔ (مواعظ جلد ۴)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج مورخہ 15 ربیع الاول ۱۴۳۶ھ بمطابق 7 جنوری 2014ء کو اس کتاب کی ترتیب و تالیف کا کام مکمل ہوا۔ الحمد للہ حمداً کثیراً

اللہ تعالیٰ سے راقم الحروف مرتب اور جملہ اراکین ادارہ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے اور ہم سب کو آخرت کی فکر اور تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

بحمد اللہ تم

✂ آیئے! اصلاح معاشرہ کیلئے قدم بڑھائیے

قارئین محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر! امید ہے کہ آپ نے عمل کی مبارک نیت سے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیا ہوگا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ادارہ کی روز اول سے کوشش رہی ہے کہ اپنے تمام کرم فرما قارئین تک اسلاف واکابر کی مستند کتب مناسب نرخ پر پہنچائی جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمیں آپ کی طرف سے موصول تنقید برائے اصلاح پر خوشی ہوگی اور اس کیلئے ادارہ آپ کی قیمتی رائے، مشورہ اور مفید بات کو فی الفور قابل عمل سمجھے گا۔ یقینا کتب دینیہ کو بہتر انداز میں اشاعت کیلئے آپ ہمارے معاون ثابت ہوں گے۔ امید ہے کہ جس جذبہ کے تحت یہ گذارش کی جارہی ہے آپ تمام قارئین وقاریات اس پر عملی قدم اٹھاتے ہوئے ہمیں ذیل میں دیئے گئے سوالوں کے جوابات سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

☆ آپ کو اس کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟ ---------------------------

☆ کیا آپ نے مطالعہ کے دوران کوئی حل طلب بات دیکھی تو آپ نے اسے سمجھنے کیلئے اپنے کسی قریبی مفتی صاحبان یا علماء کرام سے رجوع کیا؟ ---------------

☆ اگر آپ یہ مفید کتاب اپنے دوست احباب، مسجد، لائبریری، سکول وکالج کیلئے بہترین تحفہ سمجھتے ہیں تو ان تک پہنچانے کیلئے آپ نے کیا کوشش کی؟

☆ کیا آپ اس کتاب کو دیگر رشتہ داروں تک پہنچا کر فریضہ تبلیغ ادا کر سکتے ہیں؟ جبکہ یہ کتاب آپ کی طرف سے بہترین ہدیہ ہوگا جسے آپ کی پُر خلوص محبت کی علامت سمجھا جائے گا اس سلسلہ میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟ ---------------

☆ اس کتاب کو پڑھ کر آپ نے کیا علمی واصلاحی فائدہ محسوس کیا؟ ---------------

☆ کیا آپ اس کتاب کے مصنف / مرتب / ناشر اور تمام مؤمنین ومؤمنات کو اپنی

دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دوران مطالعہ اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو ذیل کے چارٹ میں تحریر کر کے ادارہ کے ایڈریس پر روانہ فرمادیں آپ کی یہ کاوش صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	وضاحت

آپ کا ذاتی ایڈریس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مطالعہ کی جانیوالی کتاب کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ کا رابطہ نمبر فون/موبائل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اصلاح معاشرہ کیلئے علم وعمل کی روشنی پھیلانے میں ہمارے معاون بنئے ہمت کیجئے۔۔۔اپنی نیک دعاؤں اور مفید مشوروں کے ذریعے ادارہ سے تعاون کیجئے

صرف فون کیجئے اور گھر بیٹھے تمام دینی کتب بذریعہ ڈاک حاصل کیجئے

اللہ تعالیٰ کی محبت

بیدار کیجئے

کون مسلمان ہے جس کے دل میں کم و بیش اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو...لیکن دُنیا کی محبت اور گناہوں کی وجہ سے یہ دب جاتی ہے...اسی لئے محبت خداوندی کو بیدار کرنے کیلئے اس کتاب میں اللہ والوں کے دل سے نکلے ہوئے...مبارک ارشادات اور ایمان افروز واقعات جمع کئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو بیدا کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں...جب ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بیدار ہو جاتی ہے تو نیک اعمال کا کرنا اور گناہوں کا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے

مجموعہ افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ العالی

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان